

اقادرات ابن عربی

شاہ محمد عبدالہ آبادی

ادارہ انیس اردو الہ آباد

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ







سلسلہ مطبوعات الہ آباد لٹریچر ڈیپارٹمنٹ ایسوسی ایشن، الہ آباد

اقادات شیخ محی الدین ابن عربی

(فصوص الحکم)

مشارح

حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی

مترجمین

شاہ غلام مصطفیٰ مہر وندوی

شاہ محمد باقر الہ آبادی

ادارہ انیس اُردو - الہ آباد

39325

جلد، حقوق بحق مصنف محفوظاھین

پرنسٹن عبدالمجید
اسرارہ کریمی پریس، الہ آباد

بار اول ۱۹۶۱ء

قیمت تین روپے

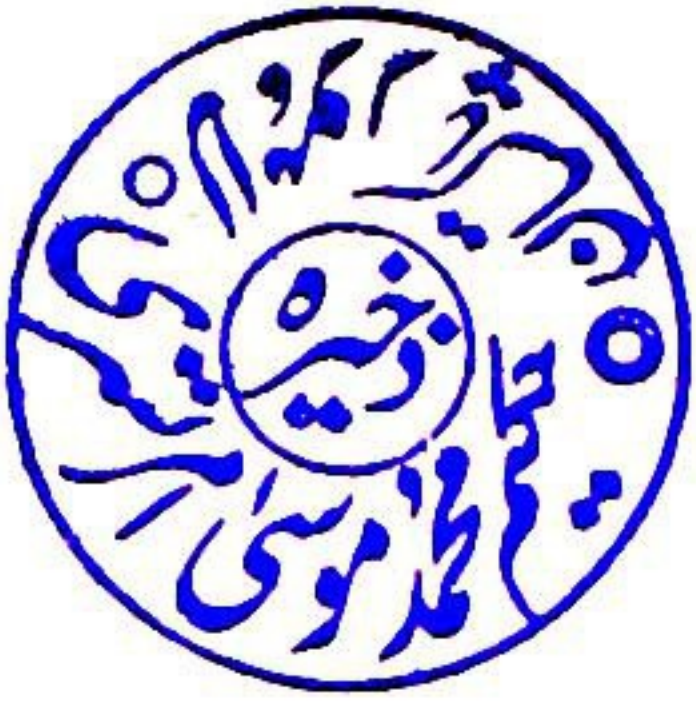


دورِ حاضرہ میں نشر و اشاعت کی دشواریوں میں جس قدر اضافہ
ہوا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن نامناسب حالات کے
باوجود ادارہ انیس اردو الہ آباد نے آنے والی نسلوں کے ادبی اور
شعور کو مد نظر رکھتے ہوئے پورے بھروسے کے ساتھ تالیف و تصنیف
اور اعلیٰ معیاری اور تعمیری ادب کی نشر و اشاعت کی اہم ذمہ داری
اپنے سر لی ہے، اور ہمیں امید ہے انشاء اللہ ہماری کوششیں
کامیاب ہوں گی۔

ہمیں یقین ہے کہ جس حُسن نیت سے اس ادارہ نے اس سلسلہ کا
آغاز کیا ہے اسی وسعت قلب سے ہماری ہمت افزائی بھی کی جائیگی۔

سکرٹیری نشر و اشاعت

ادارہ انیس اردو
الہ آباد



پیش لفظ

پیش نظر تصنیف شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی فارسی زبان میں شرح ہے جسے ہندوستان کے تاریخی شہر الہ آباد کے ایک جید عالم اور رویش کارل شاہ محب اللہ الہ آبادی نے لکھی۔

ابن عربی جو عام طور پر شیخ اکبر کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ۵۶۰ھ میں اسپین کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو آپ کو اشبیلیہ بھیجا گیا جہاں حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۵۹۰ھ میں آپ نے ترک وطن کیا اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے مصر و شام، حجاز و بغداد اور مدینہ و ایشیائے کوچک پہنچے، شہر قرظیہ میں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد دوبارہ ملک شام واپس آئے اور وہیں زندگی کا آخری حصہ گزار کر ۶۳۰ھ میں دمشق میں رہی ملک بقا ہوئے۔ مقام صالحیہ میں آپ کا مزار آج تک مرجع خاص و عام ہے۔

ابن عربی نے عبادت و ریاضت اور تہجد و مراقبہ میں غایت درجہ اہتمام کے باوجود بے شمار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، سناچہ تفحات الانس کے تصنیف مولانا عبدالرحمن جامی کے قول کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو ہے۔ امام شعرانی نے الیواقیت و الجواہر میں ان کی تعداد چار سو لکھی ہے۔ مشہور جرمن مستشرق بروکلیمان نے تقریباً ایک سو پچاس ایسی تصانیف کا ذکر کیا۔ جو آج بھی مطبوعہ

ب

یا مخطوطہ شکل میں دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ بہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان مصنفین کے درمیان کثرت تصنیف و تالیف کے لحاظ سے آپ کا مقام بہت بلند ہے، جہاں تک ان کے موضوع بحث کا تعلق ہے۔ میرے خیال میں وہ سب کی سب علم تصوف سے متعلق ہیں۔ آپ نے اپنی ساری جدوجہد صوفیانہ اسرار و رموز ہی کی ترویج و تشریح میں صرف کی۔

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بہ نسبت دوسری کتابوں کے نصوص الحکم نے صوفیانہ عقیدے کی تشکیل میں بہت گہرا اثر ڈالا کیونکہ یہی وہ تصنیف ہے جس میں شیخ اکبر نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو نہایت واضح اور مکمل شکل میں پیش کیا اور اس سے متعلق دوسرے مسائل کو ایسے دلکش اور لطیف انداز میں مدون کیا جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں مل سکتی۔ اس کے مقدمہ میں آپ فرماتے ہیں کہ ”میں دمشق میں ۶۲۷ھ کے

ماہ محرم الحرام کے آخری عشرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا جبکہ آپ کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ یہ کتاب نصوص الحکم ہے اس کو لو اور لوگوں کے سامنے پیش کر دتا کہ اس سے نفع حاصل کریں تو میں نے السمع والطاعة کہتے ہوئے اس خدمت کو قبول کر لیا۔“ اسی کی برکت تھی کہ یہ کتاب شروع ہی سے علماء کرام کے درمیان بہت زیادہ مقبول رہی۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں۔ اس کے شارحین میں حسب ذیل علماء خصوصیت کے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ابن الزمکانی کمال الدین انصاری متوفی ۷۲۷ھ (۲) مولانا عبدالرحمن جامی

متوفی ۸۹۸ھ (۳) سید علی بن شہاب ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ (۴) شیخ داؤد قیسری

ج

متوفی ۱۰۵۳ھ (۵) کمال الدین عبدالرزاق کاشی متوفی ۱۰۳۳ھ (۶) مویذ الدین
 جبندی صوفی (۷) شیخ سعد الدین محمد فرغانی (۸) شیخ بایزید خلیفہ رومی (۹) شیخ بابی
 آفندی متوفی ۹۶۰ھ (۱۰) شیخ مظفر الدین علی شیرازی متوفی ۹۲۲ھ (۱۱) شیخ محمد
 بن صالح کاتب (۱۲) سید نعمت اللہ (۱۳) شیخ صابر الدین برکت (۱۴) مولانا کھلی
 بن علی متوفی ۱۰۳۸ھ (۱۵) شیخ عارف عبداللہ آفندی متوفی ۱۰۵۲ھ۔
 لیکن چونکہ سلسلہ وحدۃ الوجود علمی سے زیادہ ذوقی اور کیفی ہے اس لیے جو علماء اس کی لذت
 آشنا تھے انھوں نے طرح طرح کے اعتراضات وارد کئے اور فصوص کی شرحیں تردید
 کے انداز میں لکھیں مثلاً شیخ ابراہیم حلبی نے جو جامع سلطان محمد خاں کے خطیب تھے
 فصوص الحکم کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام نعمۃ الذریعۃ فی نصر الشریعہ ہے لیکن بعض دوسرے
 محقق علماء نے شیخ اکبر کی حمایت میں بھی کتابیں لکھیں اور ثابت کیا کہ آپ کے اقوال شریعت
 مطہرہ کے عین مطابق ہیں۔ ان ہی بزرگوں میں سے ایک شیخ کئی ہیں جو سلطان سلیم خان
 بن بایزید خاں کے خاص مصاحبین میں تھے انھوں نے ایک رسالہ الجانب الغربی
 فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی کے عنوان سے لکھا۔ اس کا ایک عمدہ اور
 قدیم نسخہ آج بھی برٹش میوزیم لندن کی لائبریری میں موجود ہے۔

ہندوستان میں بھی اکثر علماء و شیوخ نے فصوص الحکم سے اپنی دلچسپی کا اظہار
 کیا اور اس کتاب پر مفید شرحیں لکھیں مثلاً (۱) شیخ علاء الدین علی مہامی متوفی ۸۲۵ھ
 (۲) سید محمد بن یوسف حسینی دہلوی (۳) سید شرف الدین دہلوی متوفی ۷۹۵ھ
 (۴) شیخ شمس الدین دہلوی متوفی ۷۹۴ھ (۵) سید شرف بن ابراہیم کچھوچھوی
 متوفی ۸۰۸ھ (۶) شیخ عبدالبنی شطاری گجراتی (۷) شیخ عبدالکریم سلطانپوری

(۸) شیخ عبدالبنی نقشبندی (۹) شیخ غلام مصطفیٰ تھانیسری (۱۰) شیخ نورالدین
گجراتی متوفی ۱۱۵۵ھ (۱۱) شیخ علی اصغر صدیقی قنوجی (۱۲) شیخ محمد حسن امرودی
(۱۳) شیخ جمال الدین گجراتی متوفی ۱۲۲۲ھ۔

خود شہزاد آباد میں جو ہمیشہ سے علم و حکمت کا مرکز رہا ہے اس بلند پایہ کتاب کے
ساتھ خصوصی اعتبار برتا گیا چنانچہ شیخ محمد افضل الہ آبادی نے اس کی دو شرحیں
لکھیں جن میں ایک کا نام تائید الہم ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے بزرگ شیخ طاہر
بن یحییٰ الہ آبادی نے بھی اس کی شرح لکھی۔ طاہر ہے کہ شیخ محب اللہ الہ آبادی جو
صحیح معنوں میں نہ صرف الہ آباد بلکہ ہندوستان کے اندر شیخ اکبر کے شاہج اور ترحان
ہونے کے بجا طور پر مصداق تھے، اس کتاب کو کس طرح نظر انداز کر سکتے تھے چنانچہ
موصوف نے اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے ان میں سے فصول الحکم کی دو شرحیں
مشہور ہیں ایک عربی زبان میں اور دوسری فارسی میں جو آج آپ کے سامنے پیش
کی جا رہی ہے۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی عہد شاہجہانی کے ایک برگزیدہ صوفی صافی اور جید
عالم تھے۔ علوم عقلی و نقلی کی تکمیل کے بعد جب طلب حق کا شوق دامنگیر ہوا تو دہلی
جا کر حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے آستانہ پر بغرض استخارہ حاضر ہوئے شیخ موصوف
کے یہاں سے حکم ہوا کہ فی الحال شیخ صابر علی کا سلسلہ زیادہ ترقی پر ہے اور
شاہ ابوسعید گنگوہی (جو شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے احفاد اجداد میں سے تھے)
کی جانب اشارہ فرمایا گیا چنانچہ آپ شاہ ابوسعید کی خدمت کی خدمت میں حاضر ہو کر
شرف بیعت سے مشرف ہو گئے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ایک دن شیخ گنگوہی نے

فرمایا ” اے محب اللہ! تیرا بھدار سائیدم و ولایت پورب بتوا زانی داشتتم“
ایک نو دار کو اس قدر جلد مقبول و مقرب ہوتے دیکھ کر دوسرے عقیدتمند جو عرصہ
دراز سے شاہ موصوف کی خدمت میں کسب فیض و کمال میں مشغول تھے طول و
دلگیر ہو گئے تو شاہ موصوف نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ” محب اللہ کے دست
کہ دریاک دست چراغ و بیک دست آتش آورده، ہمیں کہ دم زوم روشن شد
ذک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ما را دریں کار چہ تاخیر کہ خدا کے تعالیٰ
جلدی کردہ۔“

غرض کہ شیخ محب اللہ نے شاہ ابو سعید گنگوہی کے مبارک ہاتھوں سے پیران
چشت کا خزانہ خلافت زیب تن فرمایا اور آپ کے حسب ارشاد و تصدیق صدر پور کو دایاں
ہوئے جو آپ کا قدیمی وطن تھا کچھ عرصہ قیام کے بعد شیخ مخدوم عبدالحق کی زیارت
کی غرض سے رڈولی تشریف لے گئے اور جب شیخ مخدوم کی جانب سے اجازت
حاصل ہو گئی تو رڈوں سے روانہ ہو کر پھر وطن پہنچے، اس کے بعد شہر آباد تشریف
لائے اور یہاں پر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ ال آباد میں تقریباً بیس سال تک
آپ سجادہ ارشاد و ہدایت پر متمکن رہے اور آپ کی حسن تربیت سے ایک بڑی جماعت
فیضیاب ہوئی۔ آخر کار تاریخ ۹ رجب ۱۲۵۸ھ بروز پنجشنبہ وقت غروب آفتاب
داعی اجل کو لبیک کہا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت دست بر جویہ کمال دوام
شیخ نے فصوص الحکم کی شرحوں کے علاوہ حقائق و مدارک میں اور بہت
گراں قدر کتابیں تصنیف کیں جن میں سے کتاب الترویج، غایۃ الغیایات،

ذ

الفاس الخواص، مناظر اخص الخواص، رسالہ فی مبحث الوجود المطلق، بفت احکام
اور سہ رکنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کتاب الترویہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود شیخ نے اس کی شرح
لکھی اور دوسرے علماء کبار نے بھی اس کی مختلف شرحیں لکھیں مثلاً شیخ محمد فیاض
زینی، شیخ عبداللہ نقشبندی دہلوی، شیخ محمد افضل الہ آبادی، مولانا محمد عبدالحلیم
انصاری لکھنوی اور سید علی اکبر حسینی دہلوی ثم فیض آبادی۔ یہ کتاب کس طرح
بادشاہ اورنگ زیب کی نظر سے گزری اور بادشاہ نے اس سے کیا اثر لیا اس تفصیل
کی یہاں گنجائش نہیں اس کے لئے ایک مستقل بحث درکار ہے۔

ابھی حال میں راقم السطور مسلم یونیورسٹی لائبریری علیگڑھ کے مخطوطات سیکشن کی
زیارت کے لئے گیا تھا، وہاں غایت الغایات کا ایک عمدہ نسخہ محفوظ ہے۔

بہر کیف شیخ محب اللہ الہ آبادی کی یہ کتاب (شرح فصوص الحکم) ہندوستانی
تصوف کا بڑا قیمتی شاہکار ہے اور ادارہ انیس اردو، الہ آباد قابل صد مبارکباد ہے کہ
اس کی سعی و اعتناء سے یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ پہلی بار شائقین کے ہاتھوں میں
پہنچ رہی ہے۔

غلام مرتضیٰ

الہ آباد یونیورسٹی

۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله الوالی والصلوة علی النبی الامی
وآله التقی وصاحبہ النقی **بِسْمِ اللّٰهِ**
الرحمن الرحیم لکلمہ بامتعلق بجزوف است
وہو الف واکتب ہذا للکتاب یعنی بنام
ذات پاک واجب الوجود کہ درہستی خود
پہیزے محتاج نیست ان اللہ عنی
عن العالمین و ہر موجود عینی و ظلی
بوجہ محتاج است بہیت ای وجود
تو اصل ہر موجود + ہستی و بودہ و خواہی بود
چہ نقش عین ثابتہ ہر شئی بروح ثبوت
از خامہ فیض اقدس او نبشہ و مرگنجینہ
اعیان جمیع اشیار بروز ہستی بیک
جنبش فیض مقدس او گشتہ چہ بی
جنبش آب مر حباب را وجود
متصور نیست یعنی ذات مقدس
او ہر شے محیط باشد الا انہ
بکل شئی محیط ہ

شروع کرتا ہوں نام سے اللہ کے جو رحمن اور رحیم ہے
جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے جو ولی
ہے اور درود نبی الامی اور ان کے آل پر جو کہ
صاحب تقی و نقی ہیں نازل فرمایا حروف یا مخدو
ہے اور یہ کہ تالیف کرتا ہوں اور لکھتا ہوں اس
کو یعنی شروع کرتا ہوں میں اُس ذات پاک
واجب الوجود کے نام سے کہ جو اپنے ہستی میں
کسی چیز کا محتاج نہیں ہے ان اللہ عنی عن العالمین
اور ہر موجود عینی و ظلی اُس کے محتاج ہیں
اے کہ وجود تیرا ہر موجود کی اصل وجہ ہے تو ہی
موجود ہے اور تو ہی پہلے بھی تھا اور تو ہی رہیگا
ہر شئی کے عین ثابتہ کا نقش اُس کے ثبوت کے تحتی پر
فیض اقدس کے قلم سے لکھا گیا ہے اور تمامی اشیار
کے اعیان کا خزانہ اُس کے فیض مقدس کے حرکت
و جنبش سے ظاہر ہوا ہے اسلئے کہ جب تک پانی
میں حرکت و جنبش نہ ہوگی حباب ظاہر و پیدا
نہیں ہو سکتا یعنی اُس کی ذات مقدس ہر شے
احاطہ کئے ہوئے ہے تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شے کا محیط ہے

۱۰ تحقیق اللہ دونوں جہان سے غنی ہے

نہ احاطہ بحر مرصیتان را و نہ
جس طرح پانی پھلی کا یا چھار دیواری باغ کا احاطہ کئے ہوئے ہے
جس طرح پانی پھلی کا یا چھار دیواری باغ کا احاطہ کئے ہوئے ہے
اللہ تعالیٰ کا احاطہ اس طرح نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کا احاطہ اس طرح
ہوتا تو دونی کا قدم در میان میں آجاتا۔

و اگر نہ قدم ثنویت در میان آید
و اثینیت روی نماید چه سور
دیگر است و مقرر دیگر و اہل ورود
دیگر بلکہ چوں احاطہ زید بوجہ
زید و رحل و سائر اعضا و قوای
او باشد کان اللہ سمعہ الذی
یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ
و یدہ الذی یبطش بہا بلکہ چوں
احاطہ زید حرم سمع و بصر و ید راست
اعضاء کا محیط ہے۔

و ہوا السميع البصیر ذالک بان اللہ
ہو الحق وان تدعون من دونہ
ہو الباطل و الاکل شئی ما خلا اللہ
ما خلا اللہ باطل بیت

باطل بیت اگر کافر زبیت
آگاہ گشتے + کجا در دین خود
گمراہ گشتے + کیف ذاتی کہ صاب
رحمت امتنانیہ است کہ مطلع
اگر کافر بت سے آگاہ ہوتا تو کب دین میں اپنے
گمراہ ہوتا
اُس کے ذات کی کیفیت و حالات جو کہ رحمت
امتنانیہ کے صفت سے متصف ہے بیان

۱۵ وہی سمیع و بصیر ہے ۱۶ وہ تحقیق اللہ حق ہے ۱۷ اور تحقیق جو کچھ پکارتے ہیں اُس کے علاوہ وہ باطل ہے ۱۸ تحقیق کل شے اگر اللہ سے
خالی ہوتی باطل ہوتی۔

اعمال جمیدہ ملحوظ نظر پاک او
 نباشد صالح و طالح بر جناب
 او ممتاز نگرود ازینجا میگوئی یا
 رحمن الدنیا و گفت رحمتی و مست
 کل شیئی حتی الغضب و هذا لاسم
 لا یطلق علی ما یطلق علی غیر الحق
 چه این صفت در غیر متحقق
 نیست فهو کالعلم له تعالیٰ حتی
 اجری علیہ قولہ الرحیم یعنی صاحب
 رحمت و جو بیہ است کہ نظر بر جمال
 اعمال طیبہ وارد و ترتیب
 ثواب را بر اعمال طیبہ بر ذات
 خود التزام نموده است ازینجا
 رحمت و جو بیہ خوانند فی الحقیقت
 مافی الوجود الارحمۃ امتنانیۃ
 چنانکہ انکشاف این معنی کہ
 موجب الشراح فاطر گردد

ہی نہیں ہو سکتی کسی کے اچھے اعمال پر اُس کی پاک نظر
 نہیں پڑتی سعید و شقی اُس کے دربار میں ایک ہی ایک
 دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں اسی سبب ہم سب کہتے ہیں کہ اپنے تمامی
 مخلوقات پر بے انتہا رحم کر نیوالے آپ نے خود ہی اپنے کلام پاک
 سے ہم سب کو بشارت دی ہے کہ میری رحمت ہر چیز پر واسع ہے
 یہاں تک کہ میرے غضب کو بھی گھیرے ہوئے ہے جن نام یا رحمن کی
 صفت اے ہم سب کے مالک و اللہ آپ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا
 یہ صفت آپ کے علاوہ دوسرے میں پائی نہیں جاتی وہ مثل آپ کے برتر
 نام کے ہے۔ فهو کالعلم له تعالیٰ حتی اجری علیہ آپ کے بعد اچھا قول الرحیم
 ہے اور یہ اسم بھی آپ ہی پر صادق آتا ہے یعنی آپ رحمت و جو بیہ
 صفت سے بھی متصف ہیں اور مالک میں رحمت و جو بیہ کا کام اچھے
 اچھے اعمالوں پر نظر رکھنا اور ثواب مرتب کرنا ہے اور یہ تمام
 باتیں اپنے اپنی ذات پر واجب کر لی ہیں اسی وجہ سے آپ کی
 ذات کو رحمت و جو بیہ کہتے ہیں حق تو یہ ہے اور یہی
 صحیح ہے کہ عالم میں سوائے رحمت امتنانیہ کے
 دوسرے کا وجود نہیں ہے جیسا کہ اس معنی
 کو فص سلیمانی میں شری و اسرار کے ساتھ

اس پس وہ جیسا کہ علم واسطے اللہ تعالیٰ کے یہاں تک کہ اجرا پایا اور پر اُس کے قول اُس کا

در فص سلیمانی انشاء اللہ تعالیٰ | بیان کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز۔ اس کے بعد
 خواہ شد تصنیف میکنم ومی نویسم | کتاب فصوص الحکم کا لکھنا شروع کیا جاتا ہے۔
 این کتاب را قال البنی الامی | تمامی خلق سے افضل اور بزرگ ہستی اور سب
 افضل المخلوق واعرفهم باللہ کل | سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے جاننے والے نبی امی محمد رسول اللہ
 امر ذی بال لم بیدء فیہ باسم اللہ | صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ کے نام سے
 فهو ابراہی مقطوع الذنب فی نظر | شروع کیا جائے وہ دم بریدہ ہے یہ شرع شریف و معرفت
 الشرع والمعرفۃ چہ ہر کارے کہ آغاز | کے نظر سے کما گیا ہے کیونکہ ہر وہ کام جسکی ابتدا اللہ کے نام سے
 ان متلبس باسم حق نباشد شیطانی است | نہیں ہوتی شیطانی ہے اسبوجہ سے تمامی خلق سے افضل حضور
 ازینجا افضل المخلوق واعرفهم بالحق میگوید | پر نور صل اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں کہ جس
 در باب کسیکہ در ابتدا کل تسمیہ نگفت فاعل | نے کھانا کھانے کی ابتدا اللہ کے نام سے نہیں کی فرمایا
 معہ الشیطان | ہے کہ اس کے ساتھ شیطان نے کھایا۔

یعنی در ہر کارے حاضر باش و | یعنی ہر کام کو سمجھتے رہو اور ہوشیار رہو کہ کام
 دریاب کہ فعل چیست و فاعل | کیا ہے اور کرنے والا کون ہے جب کام کی ابتدا
 کیست و چوں آغاز کار مقرون | اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتی ہے تو کتنا چاہئے
 باسم حق باشد گوی فاعل در تمام کار | کہ کام کرنے والا تمامی کاموں میں حاضر اور
 حاضر است و خبر دار و این را لازم دار | خبر دار ہے اس کو لازم جانو نہیں تو بہتر یہی
 و گرنہ بہتر آنست کہ فعل تا پیدا باشد و فاعل | ہے کہ نہ تو فعل ہو اور نہ فاعل ہو۔
 ناہو یاد بیت ہر کہ نگویای تو خاموش | جس زبان سے آپ کی بات نہ نکلے تو خاموشی بہتر ہے اور
 بہ ہر چہ نہ یاد تو فراموشش بہ | جس چیز سے آپکی یاد نہ آدے اس کو بھول جانا اچھا ہے۔

و در حدیث مرعارف را اشارت | اس حدیث میں عارف کے لئے ایک دوسرا اشارہ
 دیگر است یعنی ہر کار را اسم حق | بھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سمجھے اور جانے کہ ہر کام اسم حق
 و اندر چہ ہر موجود از جوہر و اعراض | ہے کیونکہ ہر موجود خواہ وہ عرض ہو یا جوہر ہو عین اسکا
 عین او عین حق باشد پس ترک تسمیہ | عین حق ہے اسی وجہ سے ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے
 در آغاز ہر کارے مبنی از جب و غفلت | اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینا کام کرنے والے کے حجاب اور غفلت
 فاعل باشد پس مرآں کار را اینجا | کو ظاہر کرتا ہے ایسی صورت میں وہ کام پورا نہیں
 می نباشد و مرصاحب کار را سلامتی | ہوتا اور کام کرنے والے کیلئے سلامتی اور اچھائی نہیں ہے
 و اللہ یدعوا الی دار السلام | اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلامتی اور اچھائی کے گھر
 الحمد للہ یعنی پاس و تائیش | کی طرف بلاتا ہے یعنی توصیف و تعریف جو کہ زبان یا
 زبانی دار کالی و جنائی ثابت مرحق | دل یا اعضاء سے کی جاوے وہ صرف اللہ ہی کیلئے
 راست و بس کہ محیط بہر موجود است | ثابت ہے جو ہر موجود کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر
 و در ہر موجود بنمود و حمد در لغت | موجود میں ظاہر ہے حمد کے لغوی معنی زبان سے تعریف
 شنای زبانی است کہ در مقابل جہاں | کرنے کو کہتے ہیں جو کسی اچھے کام کے مقابلہ ہو اور یہ بھی
 اختیار می باشد و این نیز مختص | اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے جیسا کہ حرف تعریف الحمد
 بحضرة الحق است چنانکہ حرف تعریف | اور لام اختصا ص کا اللہ میں اسی معنی پر دلالت کرتا ہے
 در الحمد و لام اختصا ص در اللہ بریں | اللہ الملک و لا الحمد۔ اللہ تعالیٰ ہی کے
 معنی دال است اللہ الملک و لا الحمد | لئے ملک اور حمد ہے اور
 و بریں حکم اتفاق علماء اہل اسلام است | اس حکم پر جمیع علماء اسلام کا اتفاق ہے
 و عجب آنکہ میگویند کہ حمدت زیداً | مگر یہ عجیب بات ہے کہ کہتے ہیں ہم نے زید کی حمد کی

برحقیقت است و بیج وجہ
 درال کلام مجاز نیست و ہم چنین
 مراد الملک و لہ الحمد را برحقیقت میدانند
 و ازین اشکال تفصیح منصوص نیست
 مگر آنکہ نظر برحقیقت کنند و استقصا
 این مطلب در انفاص الخواص نمودہ شد
 قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل
 امر ذی بال لم ببدع بحمد اللہ فہوا
 قطع و بحسب ظاہر بین الحدیثین
 تدافع واقع است و فی الحقیقت
 مدفوع است چہ مرہر دو حدیث
 را مراد آنست کہ تا کہ تسمیہ و حمد
 نگوید شروع در کاری بزرگ
 نکند و تقدیم تسمیہ بر چند طریق مشہوک است
 و در کتاب مجید و کتب دیگر از کتب سماوی
 و غیر آن واقع است چنانکہ مراجعت
 بوضوح خواہد پیوست
 بدانکہ حمد بر دو نوع است حمد از حق و حمد از
 ما یطلق علیہ غیر الحق و حمد از حق تعالی
 زید کی حمد کرنا حقیقتاً ہے اور کسی طرح اس
 کلام میں مجاز نہیں ہے۔ اور اسی طرح
 لہ الملک و لہ الحمد کو اپنی اپنی حقیقت پر
 رکھنا چاہئے بجز حقیقت پر نظر رکھنے کے
 اس اشکال سے رہائی نہیں ہو سکتی یہ مضمون
 مکمل طریقہ سے انفاص الخواص میں لکھا گیا ہے۔
 حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 کل کام پر دار ہوتے ہیں اور جو کام اللہ تعالیٰ
 کے حمد سے شروع نہیں کیا جاتا وہ دم بریدہ
 ہے ظاہری اعتبار سے دونوں حدیثوں میں
 تدافع ہے حقیقت میں تدافع نہیں ہے
 بلکہ مدفوع ہے کیونکہ دونوں حدیثوں کا یہ
 مطلب ہے کہ جب تک بسم اللہ نہ کہے اور
 اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کرے کسی کام کی ابتداء نہ کرنا چاہئے
 اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے سے پہلے بسم اللہ کہنا
 قرآن اور حدیث اور جملہ کتب آسمانی سے ثابت
 اور سنون ہے جیسا کہ واضح طریقہ سے اُسکو آپ دیکھ سکتے ہیں
 حمد کی دو قسمیں ہیں۔ حمد از حق۔ حمد از ما یطلق علیہ
 غیر الحق اول حمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

برسہ قسم است قوی و فعلی و عالی قوی چنانکہ | دوئم حمد جس پر غیر حق تعالیٰ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں
در کتب الہیہ واقع شدہ۔ فعلی رخسار کمالات | جو حمد کہ اللہ تعالیٰ کے طرف سے ہے اسکی تین قسمیں ہیں
جمالیہ و جلالیہ را از عبار غیبویت مصفا | قوی۔ فعلی۔ حالی۔ حمد قوی۔ جیسا کہ کتب الہیہ میں
ساختن است و شاہد ممکن را بر منصفہ ظهور | واقع ہے۔ حمد فعلی۔ کمالات جمالیہ اور جلالیہ کے رخسار
وجود جلوہ دادن و از ممکن غیب بر حضرت الشہود | کو عبار غیبویت سے صاف کرنا اور شاہد ممکن کو منصفہ
آوردن و ہذا ہوا المراد بقول افضل الحق و | ظہور وجود پر جلوہ دینا اور غیب کے پردہ سے عالم شہادت
اعراضہم باحق لا احصی ثناء علیک انت کما | میں لاتا ہے حضرت افضل الخلق و اعراضہم باحق کے قول
اثبت علی نفسک چہ جلوہ دادن زید مر | سے یہی مراد ہے لا احصی ثناء علیک انت کما اثبت
حضرة السخا را از قبہ غیب بر منصفہ شہود باظهار | علی نفسک مثلاً زید سخاوت کے صفت سے مستعدون
آثار آل حمدی باشد مراد را کہ در جنب دے | ہو کر سخاوت کا اظہار کرے لویہ فعل زید کا اللہ تعالیٰ
حمد مراد ترا لاشی محض می لوال گفت در حدیث | کی ایسی حمد ہے کہ اس حمد کے مقابلہ میں ہماری اور آپ کی
مذکور را محلی دیگر ہم ہست یعنی حمد ہر ذرہ | حمد لاشی محض ہے۔ اس حدیث شریف کا
از کائنات و ما من شیء الا یسبح بحمدہ از حق | دوسرا محل بھی ہے یعنی کائنات کے ہر ذرہ کی حمد۔ حمد
تعالیٰ باشد چنانکہ عنقریب توضیح و تنقیح خواہد | حق تعالیٰ سے ہے یعنی کائنات کے ہر ذرہ کی زبان سے
یافت و حمد فرد واحد برابر محامد جملة موجودات | اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد کر رہا ہے و ما من شیء الا یسبح بحمدہ
وجودے ندارد و نمودے نیار و چنانکہ بریں | اسکی وضاحت عنقریب کی بنا دیگی ایک شخص کی حمد جلا
و جبہ صیغہ واحد منکلم شاہد است و قد ذکر تہ فی | موجودات کے حمد کے مقابلہ میں کوئی حقیقت اور وجود
ترجمہ الكتاب و عالی تجلیات حق تعالیٰ است | نہیں رکھتی اس بات کی شہادت صیغہ واحد منکلم دے رہا ہے

لہ نہیں احاطہ کر سکتی ثناء پر تیرے جیسا کہ حق تیرے ثنا کا ہے۔ ۱۷

بفیض اقدس و ظہور نور ازلی او حمد از ما یطلق
 علیہ غیر الحق تعالیٰ نیز برہم قسم مذکور است قوی
 چنانکہ میگوید پاس و تائیش ثابت است
 مرایز دے ہمتا را فعلی صرف جمیع ما خلق الی
 ما خلق لا اجله یعنی صرف کردن جمیع نعم بسوی کار
 کہ مناسب و ملائم آں باشد و حالی متخلق شدن
 بندہ است با خلاق اللہ و صفاتہ سوی صفتہ
 الوجوب الذاتی و اللہ تعین و این محض اگر چه
 فی الحقیقتہ واقع نیستند مگر از حضرت اللہ اولی
 الاحد چہ ہر چہ در عرصہ وجود آمد عین حق باشد
 کہ غیر حق محال محض است چنانکہ شریک
 باری تعالیٰ در وجوب ذاتی نزد علماء روایت
 اما بحسب ظاہر و تعین محامد منتسب اند
 بسوی عبد بر ما من محاربتہ علماء الروایتہ
 فوالحی مدوہو المحمود اجمالاً و تفصیلاً فالآن
 عرفت وجہ اختصاص الحمد بحنا بہ تعالیٰ و تقدس
 ق منزل الحکم علی قلوب الکلمل منزل صیغہ
 اسم فاعل است از تنزیل بمعنی پارہ پارہ
 فرود آوردن و حکم بکسر ہا رملہ و فتح
 ہے جیسا کہ ترجمتہ الکتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔
 حمد حالی۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اقدس سے اُسکی تجلیات
 ہیں اور اُس کے نور ازلی کا ظہور ہے۔ وہ حمد جس پر
 غیر حق اطلاق کیا جاتا ہے اُسکی ہی تین قسمیں ہیں۔
 قوی فعلی حالی۔ حمد قوی۔ جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ تعریف
 اور شکر ایزد بے ہمتا کیلئے ثابت ہیں۔
 حمد فعلی۔ ہر چیز کو جسکے لئے وہ چیز پیدا کی گئی ہے اُسی کے
 مطابق اُسکو صرف کرنا یعنی عام نعمتوں کا جس کے لئے
 وہ مناسب ہو صرف کرنا عطا کرنا اور دینا ہے۔
 حمد حالی۔ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے عادتوں اور صفتوں سے
 منصف ہونا اور عادی ہونا ہے سوائے وجوب ذاتی کے
 کہ یہ حق ہی کیلئے سزاوار ہے اور یہ محامد فی الحقیقت اگر چه
 اللہ واحد الاحد میں واقع ہیں اسلئے کہ جو چیز وجود میں
 ہے وہ عین حق ہے غیر حق محال محض ہے جس طرح سے
 علماء روایت کے نزدیک وجوب ذاتی میں شریک
 باری تعالیٰ محال ہے لیکن ظاہری حیثیت سے تمام
 تعریفیں بندہ کی طرف نسبت پاتی ہیں علماء روایت کے
 اس قول سے ہمیں اتفاق ہے ان معاملات میں ہم اُن سے
 محاربتہ نہیں کرتے پس اجمالاً و تفصیلاً وہی حامد ہے اور

کاف جمع حکمت است و حکمت انسان وہی محمود ہے فالان عرفت و جہ اختصاص الحمد جنابہ
 دانستن اشیا است کما ہی و شناختن تعالیٰ و تقدس انبیا اور ادلیا کے قلوب پر حکمتوں کا
 ماراز ماہی و کار کردن بمقتضای آن نازل کرنا منزل باب تنزیل سے ہے اسم فاعل کا سینہ
 چنانکہ بعضی از علماء روایت عمل ہے مگر اٹکڑا اتارنا اور حکم کبسر ح حکمت کی جمع ہے
 باحکام شرعیہ را داخل فقہ دانستہ اور حکمت انسان کا کل چیزوں کو جیسی وہ ہیں جاننا اور
 اندکخلاف معرفتہ و علم چہ معرفتہ و علم پہچاننا اور سمجھنا اور سانپ کو مچھلی سے تمیز کرنا اور اسی
 دانستن اشیا است کما ہی و پس اگر کے مطابق عمل کرنا ہے چنانچہ بعضی علماء روایت احکام
 کسے ماراز ماہی نشناسد و دانند کہ ہر دو شریعیہ پر عمل کر نیکی و فقہ میں داخل کرتے ہیں اور معرفت
 ذاتاً و صفاتاً یکے اند و ہمچنین باکی راز و علم کو فقہ میں داخل نہیں کرتے کیونکہ علم و معرفت
 ضاحک جدا نکند و گوید کہ باکی حیوان جو چیز جیسی ہے ویسے ہی اس کو جاننا اور پہچاننا
 ناطق است و پس ہمچنین ضاحک اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہے پس اگر کسی سانپ
 و قائم و قاعد انگس جاہل باشد اور مچھلی کو نہ پہچاننا اور یہ سمجھا کہ دونوں ذاتاً و صفاتاً
 لا یعلم البحر من البر و لا یسعر من البر و ایک ہیں اور ایسے ہی روٹی والے اور ہسنے والے کو
 و آنرا عالم با شیا و خوانند و اگر یکی جدا نہ کیا اور کہا کہ ہسنے والا روٹی والا کھڑا ہو تو والا
 راز دیگر می جدا کرد و فرج راز و میٹھنے والا حیوان ناطق ہے اور پس وہ شخص
 ترج در یافت و آب راز سراب و جاہل ہے سردی اور گرمی میں تمیز نہیں کرنا اور پہچاننا
 راحت راز غم جدا کرد و عمل را ایسے شخص کو اشیا کا جاننے والا اور پہچاننے والا
 رزم دانست و بمقتضای آن نہیں کہیں گے جس کسی نے ایک کو دوسرے سے

لے پس اب جاننا تم نے کہ اللہ تعالیٰ کے جناب میں الحمد کا پڑھنا کیوں خاص کرنا چاہیے

پرداخت و شاہد علم را بجلی عمل محلی نساخت
 چه آب را احترام نکلند و از اسباب غم
 احتراز بخوید و پاک ندارد که راحت و
 رنج یکی باشد و سم خورد و نیش جان
 ساخت و از غسل اعراض نمود و نوش
 جان نفرمود آنکس را حکیم نخواهند
 اگر چه عارف و عالم باشد بدائت حکمت
 و معرفت عاجز اید او مانع آزار نگردد
 چنانکه حق تعالی گفت یوذون اللہ
 و رسولہ و موسیٰ گفت یا قوم لم تو
 ذوننی و انتم تعلمون انی رسول اللہ
 الیکم من رب العالمین و افضل الخلق
 و اعرفہم بالحق گفت لعن اللہ العقرب
 لایدع مصلیاً و لا غیرہ و لا نبیاً مرسللاً
 و لا غیرہ و ازینجا دریاب کہ یوذون اللہ
 بچہ دلالت میکند و چہ راہ می نماید مگر
 در اں وقت کہ حکیم و عارف بچو شن
 اقصاف بصفۃ لایضہ شیئ متلبس
 شدہ باشد اں زمان تبرضت کاری

جد ایجا خوشی و غم میں پانی و شراب میں تکلیف
 و راحت میں شہد و زہر میں تمیز کیا اور اس مطابق عمل
 نہ کیا اور اپنے کو علم کے زیور سے آراستہ نہ کیا پانی کی
 عزت نہ کی غم کے اسباب سے پرہیز نہ کیا اور راحت
 و رنج کو ایک سمجھا زہر کھا لیا اور شہد سے منہ موڑا
 اسکو حکیم نہیں کہیں گے اگرچہ وہ عارف و عالم ہے
 اس بات کو سمجھ لیا اور ذہن نشین کر لو کہ حکمت و
 معرفت تکلیف کی روکنے والے اور آزار کو منع
 کرنے والی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کو ایزاد دیتے ہو۔
 اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو
 مجھ کو کیوں تکلیف دیتے ہو حالانکہ تم یہ جانتے ہو
 کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تم لوگوں کے ہدایت
 بھیجا گیا ہوں۔ اور افضل الخلق و اعرفہم بالحق
 نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے کہ
 نمازی و غیر نمازی اور انبیا و غیرہ کو ڈنک مارتی
 ہے۔ یہاں پر ایک بات سمجھنے کی ہے اللہ تعالیٰ
 کا یوذون اللہ کہنا کس بات پر دلالت کرتا ہے
 اور کونسا راستہ دکھلاتا ہے ہاں عارف و حکیم کا

نکند چنانکہ خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ بار نمود مردود متاذی نشد و این منصب بجایب سعی و قدم اختیار حاصل نتوان کرد و بی عنایت محض بدست نتوان آورد چنانکہ سلیمان علیہ السلام متصف شد بصفت سمع حق مطلق حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملة یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطنکم سلیمان و جنودہ و ہم لایشعرون فبسم ضاحکا من قولہا و قال رب اوزعنی ان الشکر نعمتک التی انعمت علی و علی و الدی و ان اعمل صالحا لخرضاہ و اذ قلنی برکتک فی عبادک الصالحین و بعضی فوائد این آیتہ در انفاص الخواص ذکر کردہ شدہ است و فلینہ ثانی متخلق شد بصفت صرحت مطلق اذ قال یا ساریۃ ابجل و ساریۃ متخلق شد بصفت سمع حق مطلق تعالی ثم اتلو علیک کلاما ان کذبت لہ نہیں ضرر پہنچاتی اس کو کوئی چیز۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہے کہ وہ لایضرہ من شیئی کی ذرہ پہنے ہو تو اسوقت حضرت کا حربہ اُسکے اوپر کارگر نہیں ہوتا حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ کا یہی مرتبہ تھا کہ آپ نے فرود و ود کی آگ سے ایذا نہیں پائی یہ منصب اور درجہ کوشش و سعی سے کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا محض اللہ تعالیٰ کے بخشش و مہربانی سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم و اہام و اکرام سے سمع مطلق حتی کے صفت سے متصف ہوئے یہاں تک کہ جب پینچے چیونٹیوں کے میدان میں کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹی چلی جا واپنے گھروں میں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر تم کو پیس ڈالیں اور ان کو خیر نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کے اس طرح کہنے سے مسکرا دئے اور فرمایا کہ اے رب میرے قسمت میں دے کہ میں شکر کروں تیرے احسانوں کا جو کہ تو نے مجھ

مومنا باللہ وانبیاءہ واولیاءہ ومنہم
 من یومن بہ ومنہم من لا یومن بہ وما
 کان لנفس ان تو من الا باذن اللہ
 وننزل من القرآن ما ہو شفاء و
 رحمة للو منین ولایزید الظالمین
 الا خسارا ویجعل الرحمن علی الذین
 لا یعقلون وانی یکون لهم الذکری
 وقد جا رہم رسول مبین ثم علوا عنہ
 بدانکہ چنانکہ بعضی جواہر و اجسام مثل
 میہ و دم و افعی و سم مریدن انسانی
 راد و نیابی آب گرداند و ناچیز و
 خراب سازد و بیقدر ہچنین بعضی
 اعراض از مقولہ افعال و کیف کہ
 مرقدم اختیار راد تحصیل آل راہ
 باشد لعل جسد راد رسوق آخرتہ
 کاسد گرداند و فاسد و بی آب
 سازد و بی وقار و چنانکہ بعضی از
 جواہر مریدن دینور انا نافع باشد
 و نصارت بخش و ہچنین بعضی از
 پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے اور یہ کہ کروں کام
 نیک جو تو پسند کرے اور ملائے مجھ کو اپنی رحمت
 سے اپنے نیک بندوں میں اور خلیفہ ثانی حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصر حق مطلق کے صفت
 سے متصف ہوئے جس وقت آپ نے فرمایا کہ
 اے سایہ پہاڑ سے بچو اس وقت حضرت ساریہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمع مطلق حق سے متصف
 تھے اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی۔
 اسکے بعد ہم تم کو حق تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سنا تے ہیں
 اگر تم مومن ہو گے اور اللہ اور انبیا اور اولیا پر
 ایمان رکھتے ہو گے تو سمجھو گے۔ ان میں سے بعض
 وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور بعض وہ ہیں جو
 ایمان نہیں لائے۔
 اور کسی نفس کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ
 اللہ پر ایمان لاوے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور
 قرآن کو ہم پر اوتارا ہے جو شفاء ہے اور مومنین
 کیلئے رحمت ہے اور جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے
 ہیں ان کے لئے نقصان و خسارہ ہے یا یوں سمجھو

اعراض مذکورہ جسد اخروی را انجلا بخشد
 و جلا و چنانکہ بعضے از جواہر مر بدن مذکور را
 نہ نافع باشد و نہ ضار ہمچنین بعضی از افعال
 جسد مذبورہ را نہ تیرہ گرداند و نہ صاف و
 کشف این حکم بی معونت مکاشفہ و بی حکم
 وحی ناموسی میسر نیست پس افعال ضارہ
 حرام شدہ اند و منہی عنہ و افعال نافع
 واجب شدہ اند و مامور بہ و افعال متوسط
 مباح شدہ اند لا مامور بہ و لا منہی عنہ
 پس چنانکہ حکمت و معرفت مانع و حاجز
 مضرت دنیوی نگردد و افعال اخروی
 نیز نگردد پس اقبال بر افعال طیبہ و ادبار
 از افعال خبیثہ مرہمکنان را از عارف و
 محبوب واجب آمد و ضروری ازینجا انبیا
 و اولیاد رتقب باشند و تاب و در بوتہ
 ریاضت محترق و گداز کہ تو گرد اپنے ایشان
 و راں باشند نتوانی گشت پس چنانکہ
 نجات دنیوی منوط است بفرق کردن
 میان ما و ماہی و عمل کردن بمقتضای
 کہ بناتاہے برائی اُن لوگوں کیلئے جو نہیں سمجھتے اور
 کیسے ہوگا اُن کیلئے ذکر حالانکہ آئے ہیں اُن کے پاس
 رسول اور اُن لوگوں نے رسول سے منہ پھیر لیا۔
 اس بات کو سمجھ لو کہ بعضے جواہر و اجسام مثل مردہ و
 خون و سانپ و زہر انسان کے بدن کو دنیا میں بے
 رونق و ناچیز و خراب و بقدر کر دیتے ہیں اسی طرح
 مقولہ کیف و فعل میں بعضے اعراض کہ جسکے حاصل
 کرنے کیلئے اختیار کے قدم کو راہ ہے۔ اصل جسد کو
 آخرت کے بازار میں کھوٹا و خراب و بے رونق و
 بے عزت کر دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بعضے اعراض
 بدن دنیوی کو نفع و تازگی پہنچانے والے اور خوش
 کر نیوالے ہوتے ہیں ایسے ہی بعضے اعراض مذکورہ
 اخروی جسم کو جلا بخشتے اور مصفا کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ
 بعضے جواہر بدن دنیوی کو نفع و نقصان نہیں پہنچاتے
 ہیں اسی طرح بعضے افعال جسم اخروی کو نہ تباہ اور
 نہ صاف کرتے ہیں۔ ان تمام امور کو ٹھیک ٹھیک اور
 تمام حکمتوں کو صحیح صحیح پہچاننا اور جاننا اور سمجھنا
 بغیر کشف الہی اور وحی ناموسی کے کسی پر کھل نہیں
 سکتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے۔

آل نجات اخروی نیز مربوط باشد | اب اس بات کو سمجھو اور جانو کہ نقصان اور ضرر پہنچانے والے
 بفرق کردن میان نماز و زنا و میان وضو | افعال حرام ہوئے اُن سے روکا گیا اور نفع و تازگی پہنچانے والے
 و شرب خمر و عمل کردن بمقتضای آل و اگر | افعال واجب ہوئے اُنکو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور
 نہ چنانکہ درد دنیا ہلاک گردد و در آخرت نیز | متوسط افعال جو کہ نہ تو نقصان کرتے ہیں اور نہ فائدہ
 خراب گردد و منالم مگر آنکہ ریح عنایت از | پہنچاتے ہیں وہ مباح کئے گئے یعنی اُن کے کرنے یا نہ کرنے
 مہب الطاف و زیدن گیرد و راحت بخشد | میں کوئی ہرج نہیں ہے جس طرح سے کہ حکمت و معرفت
 چنانکہ مرخلیل اللہ را در دنیا نارمزد بنور | دنیاوی نقصانات سے نہیں بچا سکتی اسی طرح اخروی
 مبدل شد و صارت بردا و سلاماً با عمرہ | آلام کو بھی روکنے والی نہیں ہوتی۔ اسوجہ سے
 تعالیٰ پس عنایت دیگر باشد و حساب دیگر | اچھے اچھے کاموں کی طرف مستعد اور متوجہ ہونا اور
 و عتاب دیگر و ما امر الساعة الا کلح البصر | برے کاموں سے پرہیز اور منہ پھیرنا اور بچنا سب
 پس اگر مصباح عنایت بر سر تیرہ روزگار | لوگوں پر خواہ وہ عادت و عالم و حکم ہو یا نہ ہو واجب
 کہ تمام عمر روز روشن را بمظلمہ معصیت | اور ضروری ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمامی انبیا اور اولیا
 سیاہ گردانیدہ شب کردہ است و شب | اور اچھے اچھے لوگ یعنی مردان کامل محنت و مشقت
 دراز را بمقراض غفلت و خواب کوتاہ | میں رہتے ہیں اور بہت زیادہ ریاضت و احکام
 ساختہ بروز آوردہ در وقت حاضر گردانند | او امر و نواہی کے پابندی کرتے ہیں کہ ہم لوگ اُن
 پس در چشم او صفار دیگر دادند و جلا دیگر | کے گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔ جیسا کہ نجات دنیوی
 فقد شاہد بالاعین رات و لا اذن سمعت | سانپ کو چھلی سے پہچاننے اور اُسکے مطابق عمل کرنے
 و لا خطر علی قلب بشر شب جلت ہم از بستر | پر موقوف و مختصر ہے اسی طرح نجات اخروی نماز
 روم برصحو العین + اگر در وقت جان دادن تو باشی | و زنا اور وضو اور شراب کے پینے میں فرق کرنا اور اُسکے

شمع بالینم۔ وقلوب جمع قلب است وقلب
بمعنی دل باشد و دل نزد عوام عضوی

صنوبری است کہ درون حیوان نمادہ اند
وزن و طائفہ صاحب دل چیز لیست کہ
صاحب وی بمعوت وے متقلب باشد

در جمیع چیزیکہ حق تعالی متصف باشد
بوی و متصور فان القلب صورۃ المرتبۃ الالہیہ

ازینجا است کہ گفته است حق تعالی ما و معنی
ارضی و لا سماوی و لکن و معنی قلب

عبدی المؤمن التقی النقی و ازینجا است
کہ سوامی انسان را کہ صاحب عضو

صنوبری باشد صاحب دل نخوانند
ان فی ذالک لذکری لمن کان له قلب

کلم جمع کلمہ است و کلمہ و اسم نزد
ایں طائفہ عین ہر موجود را گویند انا

نبشک بکلمتہ منہ اسمہ المسیح و ازینجا
مراد اعیان کمل باشند از انبیا

صلوۃ اللہ و سلامہ علیہم جمعین و کمل
اولیا کہ مطلع شاہد معارف بخال عمل

مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے نہیں تو جس طرح دنیا میں ہلاک
ہوا ہے آخرت میں بھی خراب و متالم ہوگا۔

مگر ایسا شخص مستثنیات میں سے ہے کہ جس کے اوپر اللہ تعالیٰ
کے مہربانی کی ہوا مہربانی کے ہوا کے چلنے کی جگہ سے چلنے لگے اور

اور اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم اُسکے حال میں شامل ہو جاوے
اور آرام پاوے وہ دوسری چیز ہے۔ کیا تم نے اسکو پڑھا

نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صوات اللہ سلامہ جمعین
کے واسطے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے

نمرد مردود کے آگ کو نور سے بدل دیا اور ان کیلئے وہ آگ
ٹھنڈک پہنچا نیوالی اور سلامت رکھنے والی ہو گئی۔

عنایت و حمایت و مہربانی اور ہی چیز ہے اور حساب و کتاب
و عقاب دوسری چیز ہے۔

قیمت کا معاملہ پلک جھپکانے کی طرح ہے اگر عنایت و مہربانی
کا چراغ کسی بد قسمت و بد بخت کے سر پہ کہ جس نے ساری

عمر روشن دن کو گناہ کے تاریکی سے سیاہ کر کے رات کر دیا ہے
اور لمبی راتوں کو غفلت اور نیند کے مقراض سے کوتاہ کر کے

دن کیا ہے روشن کریں اور اُسکی آنکھ میں جلا اور دل میں
معافی پیدا ہو جاوے اور ایسی نعمت سے اُسکو مستفید

کریں کہ جس کو اُسکی آنکھ نے نہ دیکھا ہو اور کان نے سنا ہو

مزمین ساخته باشند ازینجا است کہ حکم
گفت نہ معارف و قد عرفتما و نزول حکم
و معارف بر ارواح انبیاء و اولیاء
دفعی است و آنی فان الروح صورة
الحضرت الاحدیة و بر قلب ایشان
تدریجی و زمانی زیر اچہ قلب صورت
مرتبہ الہیة است چنانکہ گذشت
ازینجا است کہ منزل از تنزیل گرفتہ
شدہ از انزال و اگر میان تنزیل و
انزال فرق نکن پس از تنزیل باشد
یا از انزال یعنی خدائے کہ فرود آرندہ
علوم و معارف باشد کہ مستتبع و
مستصحب عمل باشد بر ذلہای انبیاء
اولیاء کمل و کلمہ ہر موجود را از انخوانند
کہ تحقق آن و ثبوت ہر چیز بوساطت
نفس رحمانی باشد چنانکہ حرف بوساطتہ
نفس رحمانی و نفس رحمانی عبارت
از انبساط حضرت الوجود و امتداد
آن و این را ہر کس نشاند و بسوی
لہ تل

اور نہ اُس کے دل پر کبھی اُس کا خطرہ گذرا ہو۔
مرنے کے بعد بھی بستر سے اٹھ کر حوروں کے محل میں پہنچ
جاؤنگا اگر آپ مرنیکے وقت میرے سر ہانے کی شمع ہوں۔
قلوب قلب کی جمع ہے جسکے معنی دل کے ہیں عام لوگوں کے
نزدیک دل ایک عضو صندوبری شکل کا ہے جو حیوان کے
اندر کہا گیا ہے اور صاحب دل کے نزدیک دل اُس کو
کہتے ہیں کہ صاحب دل اُسکے مرد و معونت سے ہر ان صفات
سے کہ حق تعالیٰ جن صفات سے متصف اور مقصور ہوتا ہے پلٹا
کھاتا اور متصف ہوتا رہتا ہے یہ اسلئے کہ قلب مرتبہ الہیہ کی
صورت ہے اسی نظر سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری
سمائی آسمان و زمین میں نہیں ہوئی لیکن مومن تقی و نقی کے
دل میں میری سمائی ہو گئی۔ اسلئے سوائے انسان کے قلب
کے کہ جو عضوری کا مالک ہے دل نہیں کہتے بیشک اُسکے
لئے کہ جسکے دل ہے نصیحت ہے۔ و کلم کلمہ کی جمع ہے اصحاب و
دوست نزدیک کلمہ و اسم عین موجود کو کہتے ہیں۔ ہم بشارت
دیتے ہیں تجھ کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی جن کا نام مسیح ہے یہاں پر
کلم سے مراد اعیان کمل یعنی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
اولیاء کاملین ہیں کہ جو شاہد معارف کے مطلع کو عمل کے
خال سے زینت دئے ہوئے اور راستہ کئے ہوئے ہیں اسوجہ

ایں ہر کس نردودالیہ یصعد الکلم الطیب
ای الا افراد الکمل والعمل الصالح یرفعہ
دیز وجود ہر چیز بی حرکت کہ لازم جرح است
ثابت نشود و کلم بمعنی جرح است ق
باعدیۃ الطریق الامم ل امم بفتح ہمزہ یعنی
راہ راست است و درست و بامتلقی
است بہ منزل یعنی طرق موصلہ بحق تعالیٰ
اگرچہ بسیار اند و پراگندہ چہ ہر راہی کہ
آزایکی از انبیا بدالت وحی ناموسی
یا الہامی طی کرد و بمردم نمود ہر کہ درال
راہ راست و درست رفت و اصل
شد و صفار دل حاصل کرد و اختلاف
راہ موجب غوایت و ضلالت باشد
چنانکہ گفت باری تعالیٰ ان ہذا صراطی
مستقیما فاتبعوہ ولا تتبع السبل
فتفرق بکم عن سبیلہ اما ہمہ راہماے
حق تعالیٰ فی الحقیقت یکی باشند چہ
ہمہ طرق خیر از وحدۃ الوجود میدہند
و حق بینمایند اگرچہ کو رد کر نشود و نہ بیند

سے کلم کما معارف نہیں کہا تحقیق انبیاء و اولیائے کاملین
نے پہچان لیا ہے۔ حکم اور معارف کا نزول انبیا اور اولیا
اور احوال پر دفعی اورانی ہوتا ہے اسلئے کہ روح حضرت
احد بہت کی صورت ہے اور ان لوگوں کے قلوب پر تبدیریگی
و زمانی ہوتا ہے اسواسطے کہ قلب مرتبہ الہیہ کی صورت ہے اسی
سے منزل باب تنزیل سے لیا گیا ہے انزال سے نہیں لیا گیا۔
اور اگر درمیان تنزیل اور انزال فرق نہ کریں تو بھی کوئی
ہرج نہیں ہے یعنی وہ خدا کہ ہر علوم و معارف کو جو کہ تابع اور
ہمراہ عمل کے ہیں انبیا اور اولیائے کاملین کے دلوں پر نازل
و اتارنے والا ہے یا نازل د اتارتا ہے تاکہ وہ لوگ اسکے
مطابق عمل کریں اور کلمہ ہر موجود کو اسلئے کہتے ہیں کہ اس کا
ثبوت نفس رحمانی کیواسطے سے ہے بسطرح سے کہ حروف کا
ثبوت نفس انسانی کے واسطے سے ہوتا ہے۔
نفس رحمانی حضرت الوجود کے انبساط اور امتداد کو
کہتے ہیں اور اسکو ہر شخص پہچانتا اور جانتا نہیں ہے۔ پاک
کلمے اسکو پہچانتے ہیں اور عمل صالح ان کو بلند کرتا ہے۔
اور کلم کے معنی حرج کے بھی ہیں کیونکہ ہر چیز کا وجود بغیر حرکت
کے جسکے لئے حرج لازم ہے ثابت نہیں ہے۔
امم بالفتح سیدھا اور درست راستہ اور بامنزل سے متعلق ہے

و تعدد و اختلاف طرق در بعضی احکام
 ارعارض است چنانکہ عنقریب تحقیق این
 مطلب خواهد شد انشاء اللہ تعالیٰ پس ہمہ
 راہہای انبیا مستقیم باشند و موصل
 چراکہ فی الحقیقت یکی اند پس راہ مستقیم
 یکی باشد و آل راہ توحید است و ہمیں
 مراد است از صراط در قول باری تعالیٰ
 ان ربی علی صراط مستقیم یعنی خدا ہے
 کہ فرود آرنده است مر علوم و معارف
 را کہ مستتب اعمال باشد بر دلہای انبیا
 صلوة اللہ و سلامہ علیہم اجمعین بہ یگانگی
 راہ است و مستقیم چہ اگر راہ مستقیم
 یکی نمی بود تنزیل حکم و معارف بوقوع
 نمی آمد کہ تعدد طرق موجب غوایت
 و ضلالت باشد چنانکہ گذشت و وحدت
 صراط در قول باری تعالیٰ صراط الذین
 انعمت علیہم شاہد است کہ راہ انبیا
 یکی بود چہ ہمہ انبیا علیہ السلام یسرون
 ایمان ایزدی مشرف شدہ اند

یعنی اگر چہ بادی النظر میں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے
 بہت سے ہیں اور پرآگندہ اور کبھرے ہوئے ہیں کیونکہ جس راستے
 کو کسی انبیانے وحی ناموسی اور الہام کے ذریعے طے کیا ہے اور
 لوگوں پر ظاہر کر کے اُس راستے پر چلایا ہے اور وہ لوگ اللہ
 تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں اور صفائی دل حاصل کی ہے یہ
 سمجھنا کہ راستے میں اختلاف و گمراہی کا سبب ہے
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک یہ میرا راستہ ہے اور
 ہے اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو ایسا نہ
 ہو کہ وہ دوسرے راستے تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور
 کر دیں حقیقت میں تمام انبیاءوں کے راستے ایک ہیں اور
 تمام راستے وحدت الوجود کی خبر دیتے ہیں اور حق کو ظاہر کرتے
 اگر بہرہ و اندھانہ دیکھے و نہ سمجھے تو راستوں کے ایک ہونے میں
 کوئی قباحت لازم نہیں آتی بلکہ یہ دیکھتے والوں اور چلنے
 والوں کا قصور ہے۔ راستوں کا متعدد ہونا اور طریقوں
 میں بعضے احکام میں اختلاف ہونا یہ عارضی ہے حقیقی نہیں
 ہے۔ جیسا کہ آگے منوگے انشاء اللہ تعالیٰ انبیا علیہم السلام
 کے تمام بتائے ہوئے راستے ایک ہیں سب مستقیم ہیں اور
 اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے ہیں راہ مستقیم ایک ہے
 اور وہ راہ توحید ہے اللہ تعالیٰ کے قول کا جو کہ ان ربی

قی من المقام الاقدم

ل این جار مجرور نیز متعلق است بہ منزل

یعنی تنزیل حکم و معارف از مقام اقدم باشد

و این مقام حضرت الاحدیۃ است کہ

مستتبع فیضان اعیان ثابتہ باشد

و استعدادات آن در حضرتہ العلیہ کہ

فیضان وجود اعیان و کمالات آن در

حضرتہ العینیہ بحسب اطوار روحانیہ و

و جسمانیہ مبتنی است بر فیضان اول و

اقدام از اں گفت کہ اسماء و صفات

مستند اند بآں مقام و اگر نہ ہمہ قدم

دارند و قدم و حدوث را در آنجا راہی

نیست

قی وان اختلفت الملل والنحل

لاختلاف الامم

ل یعنی تنزیل حکم و معارف بایگانگی راہ

راست است اگرچہ از مہم اختلاف و تنوع

امتہاء انبیاء و استعدادات الیشائ

ادیان و مذاہب انبیاء مختلف باشند

علی صراط المستقیم ہے یہی مطلب ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہی مستقیم راستے سے علوم و معارف

کو جو اعمال کے تابع ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

قلوب پر نازل کرتا ہوتا اور لاتا ہے۔

اسلئے کہ اگر راستہ ایک نہ ہوتا کلم و معارف انبیاء علیہم السلام

کے قلوب پر نازل نہ ہوتے کیونکہ راستہ کا اختلاف گمراہی

کا سبب ہوتا جیسا کہ کہا گیا۔ راستہ کا ایک ہونا خود اللہ

تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے اور قول حق تعالیٰ صراط الذین

النعیم علیہم اس بات کا گواہ ہے کہ انبیاء کے راستے ایک ہیں

اور تمامی انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے

مشرّف و مستفید ہوئے ہیں۔

یہ جار مجرور بھی منزل سے متعلق ہے یعنی انبیاء کے قلوب پر

علوم و معارف مقام اقدم سے نازل ہوتے ہیں اور یہ مقام

حضرت الاحدیۃ کا ہے۔ اب اسکو سمجھو کہ اعیان ثابتہ کے

استعدادات کے مطابق حضرت العلمہ سے جو کہ فیضان وجود

اعیان و کمالات کا اُس کے ہے بحسب اطوار روحانیہ و جسمانیہ

جسکی بنیاد فیضان اول پر رکھی گئی ہے حضرت العینہ میں

نزول فرماتے ہیں اقدام اسلئے کہا کہ اسماء و صفات اسی

مقام سے مستند ہیں ورنہ سب قدیم ہیں اور قدم و حدوث

چہ راہ انبیاء یک راہ ہست و آن راہ اُس میں راہ نہیں ہے۔
 توحید باشد اگرچہ شرائع و احکام ہر
 واحد متعدد و یوں نہ مختلف فاما شریعت
 ہر نبی بحسب استعداد امت دے
 باشد ازینجا است کہ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ
 والسلام چیزی آورد کہ ابطال سحر کند
 کہ در امت او سحر غالب بود و مسیح
 علیہ السلام ابرار آمد و ابرص و احمیاء
 موتی آورد کہ در امت او طب غالب
 بود و رسالت پناہی خاتم الانبیا محمد
 رسول اللہ صلعم قرآن فصیح بلیغ معجزہ
 آورد کہ غالب در وقت ادتفاخر
 بفصاحت و بلاغت بود و مل جمع
 ملت است و ملت بمعنی دین باشد
 و نخل جمع نخلتہ است بمعنی تنخل یعنی
 خود را بخدمت ہیستند و مراد اینجانب
 مذاہب اند و امم جمع امت باشد
 بمعنی گروہ
 ق و الصلوٰۃ علی محمد و آلہم

یعنی حکم و معارف ایک ہی مستقیم راستہ سے نازل ہوتے
 ہیں اگرچہ انبیاء کے امتوں کے تنوع و اختلاف اور ان کے
 استعدادات کی وجہ سے مذاہب اور ادیان مختلف ہیں
 حقیقت میں تمامی انبیاء کا راستہ ایک ہے اور وہ راستہ
 توحید کا ہے اگرچہ شریعتیں اور احکامات ہر نبی کے جدا
 جدا ہیں لیکن ہر نبی کی شریعت ان کے امتوں کے
 استعدادات کے مطابق ہوئی اسی وجہ سے حضرت موسیٰ
 علیہ السلام وہ چیز لائے جو سحر کو باطل کرے کیونکہ
 ان کے امت میں جادو کا زور و عقبہ تھا اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام اندھے اور کورھی کو اچھا کرنے اور
 مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ لائے کہ ان کے امت کے
 وقت میں طب و حکمت کا زور و عقبہ تھا اور رسالت پناہی
 خاتم الانبیا قرآن فصیح و بلیغ کا معجزہ لائے کہ آپ کے
 وقت میں فصاحت و بلاغت کا زور و عقبہ تھا۔
 مل ملت کی جمع ہے بمعنی دین و نخل جمع نخلتہ ہے بمعنی
 تنخل یعنی اپنے کو کسی گروہ کا پابند کرنا اس جگہ مذاہب
 مراد ہیں اور امم امت کی جمع ہے بمعنی گروہ۔
 مومن کا نبی پر صلوٰۃ و درود بھیجنادعا ہے۔

ل صلوة از مومن دعا است و از ملائکہ
 استغفار و ملائکہ عبارت اند از مظاهر
 اسمای باری تعالی کہ اقتدار و تبعیت
 باسم اعظم کہ رب محمد باشد علیہ الصلوٰۃ
 والسلام دارند ازینجا است کہ گفته است
 ان اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی و ہر
 موجود در تصرف اسمی باشد از اسماء حق
 تعالی و تحت حکم او و محفوظ است
 ہلکی از ملائکہ کہ مظاهر اسماء باشند پس
 گفت یا ایہا الدین آمنوا صلوا علیہ
 وسلموا تسلیما و صلوة از حق تعالی رحمت است
 و تعلق رحمت او بہر کس اندازہ طلب
 و تقاضای او باشد پس رحمت حق تعالی
 بر عاصی عنو باشد و مغفرت و جنت و
 حور و تصور و برصالح با وجود این نعم
 نقار اللہ باشد و غیر آن ممالا عین رات
 ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر
 و بر عارف با اینہم افاضہ علوم است
 لہ تحقیق اللہ و فرشتے نبی پروردگاریتے ہیں لہ اے وہ لوگ کہ جو ایمان لائے ہو تم بھی نبی پروردگاریتے ہو۔

ملائکہ کا نبی پر صلوة بھیجنا استغفار ہے ملائکہ
 اللہ تعالیٰ کے مظاهر ہیں اور پیروی و
 اقتدار اسم اعظم کی جو کہ رب محمد مصطفیٰ اصل اللہ
 علیہ وسلم ہے کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا ہے ان اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی۔

اور ہر موجود یعنی عالم میں جتنی چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ
 کے کسی نہ کسی اسم کے تحت و تصرف میں ہیں اور
 ملائکہ میں سے کوئی نہ کوئی ملائکہ جو کہ مظاهر انبیاء
 ہیں ان تمام چیزوں پر مقرر ہیں اور انکی حفاظت
 کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 یا ایہا الدین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

اللہ تعالیٰ کا نبی پر صلوة بھیجنا رحمت ہے اللہ تعالیٰ
 کے رحمت کا تعلق ہر شخص کے ساتھ اس کے
 استعداد و طلب و تقاضا کے انداز کے مطابق
 ہوتا ہے اس وجہ سے گنہگار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت
 اس کے گناہوں کو معاف کرنا اور جنت و حور
 تصور کا عطا فرماتا ہے اور صالح بندوں پر
 باوجود ان نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی نقار ہے اور

و معارف یقینہ و بر محقق کامل از انبیا و
 اولیاء کمل با اینہم متجلی بودن حق است
 تجلیات ذاتیہ صفاتیہ و اسمائیہ و حمد
 اسم فاعل است از امداد و ہم جمع ہمت است
 بمعنی قصد و تقدیمت بہ وہم بہا و در
 اصطلاح بمعنی توجہ دل است و قصد
 آن جمیع قوای روحانی بجناب حق تعالی
 و تقدس یعنی دعا و مومنان و استغفار
 ملائکہ و رحمت ایزد پاک توجہ نمودہ و نزول
 فرمودہ است یا نازل بادبراں کہ مدد
 و امداد نمودہ است ہمتہای مومنان
 و عارفان را باینکہ نمودہ است
 بایشان طریق موصل بحق و محقق می
 گرداند برایشان حقیقت حال کہ
 موجب کشف و شہود باشد و مورث
 ذوق و وجدان بریں تقدیر بعض
 ہم مراد باشند کہ منتفع بامداد بعض
 ہم اند و تواند بود کہ دار لہم براسے
 جنس مستغرق باشد چہ مدد و امداد

اُسکے علاوہ اور بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کو نہ
 آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ دل پر
 کسی بشر کے اُس کا خطرہ گذرا ہے۔ اور عارف پر
 باوجود ان تمام نعمتوں کے افاضہ علوم ہے اور معارف
 یقینہ سے فیضیاب ہوتا ہے اور محقق کامل انبیا و اولیا
 کمل کا باوجود ان تمام نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کا تجلیات
 ذاتیہ و صفاتیہ و اسمائیہ سے متجلی ہونا ہے۔ حمد اسم
 فاعل کا صیغہ ہے جو امداد سے ہے وہم ہمت کی جمع ہے
 جسکے معنی قصد کے ہیں تقدیمت بہ وہم بہا اور اصطلاح
 میں توجہ دل کو کہتے ہیں یعنی تمامی قوائے روحانی و
 جسمانی سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل کو متوجہ کرنا۔
 یعنی مومنوں کی دعا اور فرشتوں کی استغفار اور اللہ
 تعالیٰ کی رحمت نے توجہ کی ہے اور نزول فرمایا ہے۔
 یا نازل ہو اُس پر کہ جنہوں نے مدد اور امداد عارفوں
 مومنوں کی ہمتوں کی ہے اس لئے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ
 تک پہنچنے کا راستہ دکھایا ہے اور اُن پر حقیقت حال کو
 ظاہر کر دیا ہے جس سے کشف و شہود اُن کو حاصل ہوتا ہے
 جو کہ مورث ذوق و وجدان کا ہے۔ ایسی صورت میں
 بعض ہمتیں اُن کی امداد سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

ہر کس از صالح و طالح در چیزے از ایمان و کفر و صلاح و سفاح از جناب اوست علیہ السلام چہ اگر قدم مبارک او در میان نشنود ہر کس دست شفاعت خود بجناب مبداء بردارد و بیچ چیز از زندان عدم برد رہستی و شہود قدم نہند و ما ارسلناک الراحمة للعالمین پس حقیقت او واسطہ باشد در میان مبداء و جمیع موجودات و کمالات آل لولاک لما خلقت الافلاک ازینجا است کہ گفت حق تعالی اذا ذکر ت ذکر ت معی و گفت واسطہ مذکور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ و ازینجا واجب شد کہ احمد ایزدی مستتبع درود نبوی باشد و گرنہ مر حمد را جمال کجاست و مر صواب حمد را کماں کجا و در بعضی نسخہ و صلی اللہ واقع است بجای و الصلوٰۃ

اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں لام الہم میں جنس مستغرق کے لئے ہے کیونکہ مدد و امداد ہر شخص کی خواہ صالح ہو یا طالح ایمان ہو یا کفر اچھائی ہو یا برائی اُنھیں کے جناب سے ہے صل اللہ علیہ وسلم کیونکہ اگر قدم مبارک آپ کا در میان میں نہ ہو کوئی شخص اپنے شفاعت کا ہاتھ خدا کے درگاہ میں نہ اٹھاوے اور کوئی چیز عدم کے جیل خانہ سے ہستی اور شہود کے چبوترے پر قدم نہ رکھے یعنی عدم سے وجود میں نہ آوے ظاہر و پیدائہ ہو و ما ارسلناک الراحمة للعالمین پس حقیقت محمدی صل اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ و تمامی موجودات اور کمالات موجودات کے درمیان واسطہ ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک اسی مقام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذا ذکر ت ذکر ت معنی اور بھی واسطہ مذکور سے فرمایا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اسی وجہ سے واجب ہے کہ خدا کے حمد کے ساتھ نبی پر درود بھیجنا چاہئے نہیں تو حمد کیلئے جمال اور حمد کر نبیوالے کیلئے کمال نہیں ہے۔

۱۰ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت دونوں جہان کی ۱۰ اگر نہ ہوتے آپ نہ پیدا کرتا افلاک کو ۱۰ جب تو یاد اللہ کو تو مجھے بھی اُسکے ساتھ یاد کر ۱۰ جس نے نہ شکر کیا لوگوں کا اُس نے نہ شکر اللہ کا۔

ق من خزائن الجود والكرم

ل این متعلق است بجد و خزائن جمع

خزینہ است و خزائن جود و کرم حقائق

الکبیرہ اندکہ عبارت از اسماء و صفات

حق تعالیٰ باشند فہوید بر العالم بالعالم و

لتسمع شرح ہذا اشارت تعالیٰ وجود

صفت حق است کہ نظر بر مطلع استحقاق

کسی و بر جمال و کمال او از افعال حمیدہ

وصفات پسندیدہ ندارد و گوش خود

بر صدائے سوال مفتوح سازد سہ گہ

نوامی گل گوش بر آواز بلبل مسکینی پکار شکل

می شود بر بی زبانان چین و کرم صفتی است

بخلاف جود و جود فیض رحمانی است و کرم

فیض رحیمی و قول شیخ قدس سرہ کہ مہدی باشد

اشارات است بانیکہ موہبت ہر چیز از حق

جواد کریم است بجد و کرم حق از نیچا

اضافت خزائن بسوی جود و کرم واقع

شد یعنی امداد نبی علیہ السلام مرہم را از

خزائن جود و کرم حق تعالیٰ است پس

بعضی نسخوں میں صلوات کی جگہ صل اللہ ہے۔ یہ حمد سے

متعلق ہے خزائن خزینہ کی جمع ہے خزائن جود و کرم حقائق

الکبیرہ میں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں بس اللہ تعالیٰ

عالم کی تدبیر عالم سے کرتا ہے آگے اسکی شرح بیان کی جائیگی

اشارت تعالیٰ۔ جود حق کی صفت ہے جو کسی کے استحقاق

اور جمال و کمال اور اچھے اچھے کاموں اور فعلوں پر نظر

نہیں رکھتا اور اپنے کان کو اچھے اچھے لوگوں کے سوالوں

پر نہیں کھولتا ہر شخص پر رحمت اُس پر فرض ہے۔

لے گل اگر تو بلبل کے آواز پر کان لگا دیکھا تو غریب بیچارے

چین کے بے زبانوں پر سخت گریاں گذرے گا۔

کرم جود کے صفت سے برعکس ہے جود فیض رحمانی

ہے اور کرم فیض رحیمی ہے۔ شیخ کا یہ قول کہ مدد

پہنچانے والا ہے اشارا ہے کہ ہر شے کو ہستی عطا

کرنا جود کا کام ہے اسی وجہ سے خزائن کی اصناف

جود و کرم کی طرف واقع ہوئی۔

بنی صل اللہ علیہ وسلم کا ہمتوں کو مدد پہنچانا

اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کے خزانہ سے ہے ایسی

صورت میں بنی صل اللہ علیہ وسلم کا ہمتوں کو مدد

پہنچانا از روئے خلافت ہے اصالتاً نہیں ہے۔

امداد نبی علیہ السلام مرہم را از خزائن جود و بعضی نسخوں میں خزائن کی جگہ پر خزانہ ہے۔

کرم از روئے خلافت باشد نہ اصالت یہ بھی مد سے متعلق ہے یعنی ایسی بات اور ایسے چیز سے

و در بعضی نسخہ خزانہ واقع است بجائے امداد پہنچاتے ہیں جو بہت ہی مستحکم اور مستقیم ہے کہ قرآن

خزائن ہے یعنی ہمتوں کو قرآن کے ذریعہ مدد پہنچانے میں یہ دریا

ق بالقیل بالاقوم ہے جس کا پانی نہایت ہی خوشگوار ہے جس نے اس دریا

ل این نیز متعلق است بحد یعنی مہمراست کے میٹھے پانی کو پیا اُس کا حلق شیریں ہو جائے گا اور

بسختی کہ توام تمام دارد و مستقیم تر باشد حرماں اخروی کا زقوم اُس کے گلو گئے نہ ہوگا اور

کہ قرآن باشد کہ امداد و مرہم را از راہ اُس کے حلق شیریں کو کرے گا اور نہ اشد

قرآن است ہذا بحر فرات سیلغ شرابہ اسلام سے جو کہ آلام اخروی کا توڑنے والا اور چھینا گیا

ہر کہ ازین بحر مشرب ساخت ز قوم حرماں ہے مشرف ہوگا۔ اور جس نے کہ اس گمرے دریا میں

از سلامت اخروی مر اور اگلو گیر نشود و لگا یا حکمت اور معرفت کے موتیوں کو پالیا غنی ہو گیا

کام شیریں اور تلخ نگر داند و بشریہ اور طہارت حقیقی و سعادت سرمدی اس کو حاصل

اسلام کہ سائرہ کا سر آلام اخروی باشد مشرف ہوگی اور در بدر کی گداگری اور ذلت سے بچے گا۔

گردد و ہر کہ دریاں دریائے عمیق تعمق نمود و در پالیا عواص بحر حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علوم و معارف کہ موجب سعادت سرمدی باشد و سلم کے قول بجا نہیں ہے زکوٰۃ مگر یہ کہ

بہ اور دنیا یافت و از ذلت و در بدری خلاص شد زکوٰۃ کرنے کا اسی طرف اشارہ ہے اور جس

و طہارت حقیقی اور حاصل شد و قول کے پانی پینے سے روگردانی کی۔

عواص بحر حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ یعنی نہ زیادہ مگر یہی ہے سورج و چاند اور

علیہ وسلم الزکوٰۃ الا عن ظہر عنی بکنین اور یہ دریا کھاری ہے اور تم سب کو منت تازہ ہوا ہے

چیز اشارت تو اندہ بود و ہر کہ ازاں دریا سے

شیریں اعراض نمود در لجه فضالت و تلاطم

غوايت اقتاد و ہذا بجر اجاج و من کل تا کلون

لحما طریا چہ بیچلس از رزق تر و تازہ جسمانی

او محروم نیست کہ رحمن صفت عام اوست

ع بریں خواں یغما چہ دشمن چہ دوست

و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا

پس ایں اکرام و تکریم مختص بفریدی نباشد

و لقد کرنا بنی آدم و تو اندہ بود کہ مراد از

قیل اقوم قول مطلق نبی باشد علیہ السلام

کہ قول ادبیچ وجہ انحراف داعو جاج ندارد

کہ مظہر اسم جامع است و اسم ہادی چراغ

ہدایت فرارہ او دارد و آل قول بلسان

استعداد مرتبہ دست کہ در غایت کمال

و اعتدال واقع شدہ کہ بدال استعداد

استفادہ و استفاضہ و افادہ و افاضہ

ہو کیونکہ کوئی شخص اُس کے تر و تازہ رزق سے محروم

نہیں ہے اس لئے کہ عام صفت اُن کی رحمن ہے۔

بریں خواں یغما چہ دشمن چہ دوست

و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ پس یہ اکرام و تکریم

کسی فرد کیلئے خاص نہیں ہے و لقد کرنا بنی آدم تحقیق ہم نے

آدم (علیہ السلام) کے بیٹوں کو عزت دار بنایا اور یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ قیل اقوم سے مراد قول مطلق نبی صل اللہ

علیہ وسلم ہو اس وجہ سے کہ آپ کے قول میں کسی طرح سے

انحراف داعو جاج نہیں ہے کیونکہ آپ مظہر اسم جامع

ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اسم ہادی۔ ہدایت کا چراغ

آپ کے راستہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ بات

حضور پر نور کے استعداد و مرتبہ کے لحاظ سے ہے

کیونکہ آپ کی استعداد اور آپ کا مرتبہ غایت مرتبہ

و کمال رکھتا ہے کہ اُس استعدادات و کمالات

سے ہر شخص جیسی اُس کی استعداد ہوتی ہے استفادہ

و استفاضہ و افادہ و افاضہ حاصل کرتا ہے۔

۱۔ اور نہیں ہے کوئی دابہ زمین میں مگر رزق اُس کا اوپر اللہ کے ہے لہ تحقیق عزت دیا ہم نے آدم کے بیٹوں کو

۲۔ روگردانی کرنا ہے ٹیرہ صا ہونا ہے فائدہ حاصل کرنا ہے فیض حاصل کرنا ہے فائدہ اٹھانا

۳۔ فیض اٹھانا۔

میکند بحسب استعداد مردم و انما الموقوم | و انما الموقوم غیر منقوص قال اور حال کی زبانی
 نصیبیم غیر منقوص و لسان قال و حال | استعداد کے زبان کے تابع ہے اس لئے جب کہ
 تابع لسان استعداد است پس چوں | استعداد کسی کی انتہائی کمال پر ہوتی ہے اُس کا
 استعداد کس درغایت کمال باشد | قال اور حال بے حد صدق و صفا رکھتا ہے اسلئے
 قال و حال اور نہایت صدق و | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تمام قولوں سے مضبوط
 صفا است پس قول نبی علیہ السلام | اور حال اُن کا تمام احوال سے سچا ہے یہ حمد کیلئے
 اقوام اقوال باشد و حال او اصدق احوال | عطف بیان ہے۔

ق محمد ل عطف بیان است | یعنی مدد پہونچانے والے محمد عربی مکی ہاشمی ہیں
 مر محمد را یعنی آن محمد محمد عربی مکی ہاشمی | اور وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم
 است و آل محمد بن عبد اللہ بن | بن عبد مناف ہیں صل اللہ علیہ وسلم یہ محمد پر
 عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف | عطف ہے یعنی آل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 است ق و آلہ | پر درود و صلوٰۃ نازل ہو اس بات کو سمجھو

ل این عطف است بر محمد یعنی درود | اور ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی حمد پوری نہیں
 نازل بر آل نبی علیہ السلام بدانکہ حمد | ہوتی جب تک کہ حمد کے ساتھ نبی علیہ السلام پر
 بر حق تعالیٰ تمام نیست مگر بہ تشفیج آل | درود نہ بھیجی جاوے اسی طرح درود بھیجنا
 بر درود آل او چنانکہ میدانی کہ در حالت | اُس اشرف الموجودات پر پورا نہیں ہوتا جب
 خاص کہ در آل حالت بجز توجیح حق تعالیٰ | تک کہ آپ کے آل پر درود نہ بھیجی جاوے
 محبوب و مرضی نیست کہ نماز باشد | جیسا کہ تم جانتے ہو کہ حالت خاص یعنی نماز

لہ ان کے اعمال کی جزا جو ان کو ملنا ہے پورا پورا دیں گے بغیر کچھ کمی کے

درود فرستادن بر نبی و آل او محبوب
 و مرضی آمد بلکه نماز بدون آل تمام نشود
 پس انوں در یاب که شان نبوت او
 چون است و محبت اہل بیت تا بر کجا
 بر کشید پستربش نو کہ گفتہ است حق
 تعالیٰ بطریق حکایت از بندہ خاص
 خود و اما الجدار فکان تغلامین مہمین
 فی المدینہ و کان تحتہ کنز لہما و کان
 ابوہما صالحاً فاراد ربک ان یبلغان
 اشد ہما و یستخرجا کنز ہما رحمۃ من
 ربک و ما فعلتہ عن امری ذالک
 تاویل مالم تستطع علیہ صبر ایس قول
 او کہ ابوہما صالحا باشد تنبیہ است
 برینکہ اولاد آن کہ عزیز صالح و اجاب لرعلتہ
 و الحما یبتہ باشند و بمفاصل بسبباً منظور
 شوند کہ در میان آل عزیز صالح مرد و
 یتیم مذکور ہفت آبا بودند و آل عزیز
 صالح سباح بود فما ظنک بحسب اہل بیت

میں کہ اُس حالت میں تو جسوئے حق تعالیٰ کے
 محبوب و پسندیدہ نہیں ہے درود بھیجنا نبی پر
 اور اس کے آل پر اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ
 ہے بلکہ نماز بغیر درود کے پوری نہیں ہوتی اب تم
 سمجھو کہ اُسکے نبوت کی شان بہت بڑی ہے اور محبت
 اہل بیت کی ہم کو اور آپ کو کہاں تک لیگی اب تم سنو
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور وہ دیوار و یتیم لڑکوں
 کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اور اس دیوار کے نیچے
 خزانہ تھا اور وہ خزانہ انھیں دونوں یتیم لڑکوں کا
 تھا جو نابالغ تھے اور ان دونوں یتیم لڑکوں کا
 باپ نیک بخت تھا پھر چاہتیرے رب نے کہ
 وہ دونوں یتیم لڑکے جوان ہوں اور اپنے زور و
 قوت کو پہنچیں مہربانی سے تیرے رب کے دیوار
 کے نیچے سے گڑے ہوئے خزانہ کو نکال لیں اور یہ
 جو کچھ کیا ہے میں نے اپنے سے نہیں کیا ہے بلکہ
 اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ اصل حقیقت
 ہے ان چیزوں کی جس پر تو ٹھہر و صبر نہ سکا۔
 اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ عزیز صالح کا ہمارے

اشرف موجودات و رعایت و حمایت
 ایشاں بلکہ اگر عنایت ایزدی دستگیری
 نماید و قول مذکور واقعی بر تو متجلی شود
 پس رعایت و حمایت ہر مومن بر خود
 لازم گیری کہ صلاح آدم و نوح علیہما الصلوٰۃ
 والسلام محرک بریں معنی تو اند شد و ترا
 جنبش بسوی محبت و رعایت ہر مومن
 تو اند و اد لیکن او تفاخر و رعونت در میان
 نیار و گفتہ است حق تعالیٰ ادلی الناس
 بار اہم للذین اتبعوه و ہذا النبی والذین
 آمنوا و اللہ ولی المؤمنین یعنی قریب و
 و اسل تر بار اہم علیہ السلام ہر آئینہ آل
 طائفہ باشند کہ آئینہ خود را بصیقل تعبت
 ابراہیم علیہ السلام مصقل ساختہ باشند
 د آل محمد است و طائفہ کہ ایماں آوردہ
 اند بوسے قل بل نتیج ملت ابراہیم حنیفا
 بصیغہ متکلم مع الغیر فالمراد بالذین اتبعوه
 کہ لیا ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آوردہ کردہ کہ
 سب آدمیوں میں زیادہ قربت والے حضرت ابراہیم کے ساتھ وہ لوگ تھے یا ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور
 یہی ہیں صل اللہ علیہ وسلم آوردہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

سمجھانے کیلئے ذکر کیا ہے اور ہمارے لئے اس امر کی تہنہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس عزیز صالح کی اولاد
 واجب الرعایت و الحمایت ہیں حالانکہ اُس عزیز صالح
 اور اس کے اولاد دونوں یتیم لڑکوں کے درمیان سات
 پشت کا فرق تھا اور اُس عزیز صالح کا نام صباغ
 اب تم سوچو اور سمجھو کہ محبت اہل بیت کی تم پر کمانتک
 فرض ہے بلکہ اگر عنایت ایزدی و خداوندی ہماری دستگیری
 کرے اور آیت مذکور صحیح طور پر تم پر متجلی ہو تو تم ہر
 مومن کی رعایت و حمایت اپنے او پر لازم و ضروری
 سمجھو گے کہ آدم و نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدا
 اسی معنی کی محرک ہو سکتی ہے اور ہر مومن کی رعایت
 و محبت کی طرف تم کو راغب کر سکتی ہے لیکن فخر و رعونت
 درمیان میں نہ لانا چاہئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
 قریب تر اور داصل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے ساتھ وہ گروہ ہیں جنہوں نے اپنے آئینہ عین کو
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروی کے صیقل سے صاف

ہذا لنبی والذین آمنوا اکتفا بہمیں نکر دیا تبنیہ جو آپ پر ایمان لایا ہے۔ قل بل یتبعوا ملت ابراہیم حنیفا
 کند کہ وجہ قرب نبی و مومنان بابراہیم تبیت بصیغہ منکلم مع الغیر فرمایا ہے یعنی کہو کہ اتباع کرتے ہیں ہم
 او باشندہ قرابت پس تفاخر یہود و نصاریٰ ملت ابراہیم حنیف کی۔ پس مراد یہ ہے کہ اتباع کریں
 بنہ بلال و امثال وی بقرب ابراہیم سودے اس نبی کی اور ایمان لائیں ان پر اسی کہنے پر اکتفا نہیں
 نکند و اعتبار سے ندارد پس دریں کریمہ کیا اسلئے کہ متنبہ کرے کہ قربت کی وجہ نبی اور مومنوں
 رد تفاخر یہود و نصاریٰ است و این حجت کی ابراہیم علیہ السلام سے ان کے لئے ہوئے احکام کی
 قاطع است بر ترک فخر نسب از ہر کس پیروی کرنا ہے قرابت نہیں ہے اسوجہ سے یہود و نصاریٰ
 کہ باشد قاطع سوار السبیل و در عنک کا نسب و حسب کے اعتبار سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ
 القال و القیل بعد ازاں گفت واللہ یا مثل ان کے دوسروں پر فخر کرنا کوئی فائدہ اور کوئی
 ولی المؤمنین با آنکہ گفت است الحمد اعتبار نہیں رکھتا۔
 للذرب العالمین بلکہ در قرب خود بہر آیت کریمہ یہود و نصاریٰ کے تفاخر نسب کے اور تردید
 مومن و کافر نیز گفتمہ است نحن اقرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ دلیل ترک فخر نسب
 الیہ من جبل الوریذ یعنی بسوی انسان پر جس شخص سے بھی ہو دلیل قاطع ہے پس انھیں راستہ
 مطلق چنانکہ در نص ہودی خواہد آمد کی اتباع کرو اور قیل و قال کو چھوڑ دو بعد اس کے
 انشاء اللہ العزیز اما این قرب سودے فرمایا ہے واللہ ولی المؤمنین باوجود اس کے کہ اللہ
 ندارد و اعتبار سے ندارد از نیجا گفت واللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الحمد للذرب العالمین یہاں تک کہ
 ولی المؤمنین چون لوای عظمت و شفاقت ہر مومن و کافر کے متعلق فرمایا ہے ونحن اقرب الیہ من
 ید الاولین والآخرین بس عریض است جبل الوریذ یہ انسان مطلق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ
 لہ اللہ مومنوں کا دوست ہے، لہ تامی حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے کہ ہم بہت قریب ہیں تمہارے رگ گردن سے

گفت صلی اللہ علیہ وسلم تحت لوائی آدم | فص ہودی میں یہ بیان آدیگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ
ومن دونہ پس گنجائش دارد کہ اولاد اجماد | نزدیکی اور یہ قرب کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور نہ کوئی
واحفا و اکباد او صد گونہ تفاخر در میان | اعتبار رکھتا ہے اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
کنند الصالحین للہ والطالحین لی رز نیست | اللہ مومنوں کو دوست رکھتا ہے چونکہ سید الاولین
بسوی این معنی بلکہ میرسد کہ باقی امت | والآخرین کے عظمت و شفاعت کا جھنڈا بہت چوڑا
کہ از شرف قرابت صوری این سرور | ہے اسلئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
محروم شدہ اند مباحات در میان کنند | تحت لوائی آدم ومن دونہ یعنی میرے جھنڈے کے
کہ اللہ تعالیٰ ایشان را امت آں | نیچے آدم اور علاوہ اُس کے ہیں۔

سید المرسلین والآخرین گردانید | پس اس بات کی گنجائش ہے کہ آپ کے آل و اولاد
چنانکہ موسیٰ و عیسیٰ و غیر ایشان غبطہ | سیکرہ اول تفاخر کریں الصالحین للہ والطالحین لی
این معنی کردہ اند چنانکہ فقر ذکر کردہ است | میں ایک رمز ہے جو اسی معنی کی طرف دلالت کرتا ہے۔
در ترجمتہ الكتاب پس بر صاحب اہل بیت | یہاں تک کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی امت بھی جو کہ حضور
در عایت و حمایت ایشان واجب باشد | کے قرابت صوری کے شرف سے محروم ہیں فخر کریں کہ
و بر ایشان شفقت و رحم بر امت خود | اللہ تعالیٰ نے اُن کو سید الاولین والآخرین کا امتی بنایا
لازم کہ رسول چنیں بود لیکن تا بجائے | جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے
سرنکشی کہ در بارہ بزرگان از تو نامناسب | اور علاوہ اُن کے دوسرے پیغامبران نے اس کی آرزو
گفتہ شود یا ظن نامناسب بحال ایشان | کی ہے جیسا کہ ترجمتہ الكتاب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے
در تو راہ یا بد و مرکز خاطر شود | پس ہم پر اہل بیت کی محبت اور ان کی حمایت و رعایت
لہ نیک اور صالح بندے اللہ تعالیٰ کے لئے اور گنہگار بندے میرے لئے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیر من الظن
ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا الغیب
بعضکم بعضا یحب احدکم ان یا کل لحم اخیہ
میتا فکرہتمواہ والقوالیہ ان اللہ لو ابالحرم
ان اگر کم عند اللہ اتقام و مراد داشتن از
آل بحسب فہم عوام است و گرنہ بر تحقیق
شیخ علماء عرفان دق وسلم
ل دریں قول مر ج است نسوہ صلی اللہ
را اگر چہ اسمیہ بودن جملہ کہ معطوف
علیہ است مر جملہ صلواتیہ را مر ج است
کہ جملہ صلواتیہ جملہ اسمیہ باشد پس مر جملہ
صلواتیہ را دو وجہ است وجہی و نظری
سابق خود را دو وجہی و نظری دیگر
بلا حق خود یعنی تسلیم حق تعالی و غیر او
بر نبی باد و آل و س علیہ السلام و تسلیم
از حق تعالی متجلی شدن حق است
باسم سلام کہ مورت سلامتی است از
منقصت حجب غفلت و معدومہ
تجلیات جمال حق بود و منجی از سطوات
واجب ہے اور ان لوگوں پر ترجم اور مہربانی اپنے
امت پر لازم ہے کہ رسول ایسے ہی تھے لیکن اس حد
تک سرکشی نہ کرو کہ بزرگوں کے بارے میں اقوال نامناسب
سرزد ہوں یا گمان نامناسب ان کے حالات میں
لے جاؤ ورنہ گنہگار ہو گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو بچو بڑے گمان
سے کہ تحقیق بعض بڑے گمان گناہ ہیں اور مت تلاش
کرو اور مت غیبت کرو بعضوں کی بعضوں سے کیونکہ
دوست رکھتے ہو کسی کو اور کھاتے ہو گوشت اپنے مرے
ہوئے بھائی کا پس کراہیت کرو اور اللہ تعالیٰ سے
تحقیق اللہ تعالیٰ تو بہ کر نیوالوں پر رحم کرتا ہے تحقیق تم میں
سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت دار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ
سے ڈرتا ہے آل سے اولاد مراد لینا عوام کے سمجھ کے
مطابق ہے ورنہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیق کے
مطابق آل سے مراد علماء و عرفا ہیں۔
یہ قول راجح ہے صلی اللہ سے اگر چہ دونوں جملے اسمیہ ہیں جو کہ
جملہ صلواتیہ کیلئے معطوف علیہ ہے اور راجح ہے کہ جملہ
صلواتیہ جملہ اسمیہ ہے پس جملہ صلواتیہ کیلئے دو وجہ ہے
ایک وجہ سابق میں اپنے رکھتا ہے اور دوسری وجہ اپنے

جلال و از مومنان دعاست بزبان
استسلام و انقیاد بچارح بطوع و رغبت
نہ بنفاں و کراہت ۔

ق اما بعد فانی راایت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی مبشرۃ اریتمہا
فی العشرۃ الاخیر فی المحرم سنہ سبع
و عشرین و ستاتین ہجر و ستہ دمشق
و بیدہ کتاب فقال لی ہذا الكتاب
فصوص الحکم

خذہ و اخرج بہ الی الناس یتفقون بہ
ل این شروع است در سبب تالیف
کتاب و اشارات بسوی اعتقاد در
اظهار اسرار الہی یعنی عارف امین حق است
اسرار حقانی را واجب الستر اند اگر نہ
امانت مانند و حیانت روی نکند پس
فائز نگردد اند آل اسرار را اگر آنکہ مامور
شود آن زمان معذور بود و تشبیح
مردم بر اظهار اسرار تشبیح تر بود و کلمہ بعد
بضم وال باشد و مبشرہ صیغہ اسم

سے ملی ہوئی رکھتا ہے۔ یعنی سلام حق تعالیٰ کا
اور اُس کے غیر کا نبی پر اور آل نبی پر ہو۔ اللہ تعالیٰ
نبی پر سلام اللہ تعالیٰ کا اسم سلام سے متجلی ہوتا ہے
جو کہ حجاب و غفلت کے نقصان سے سلامتی کا
موجب و سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے جمالی تجلیات کا
مدد پہنچانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سطوت و جلال
سے نجات دینے والا ہے اور رسولوں کا سلام
استسلام کے زبان سے دعا ہے نقصان و کراہت
سے نہیں بلکہ رغبت و محبت سے انصار کو چھبکاتا ہے
حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ نے
تالیف و تصنیف کرنے کے اسباب اور اسرار الہی
کے ظاہر کرنے کے عذر سے اس کتاب فصوص الحکم
کو لکھنا شروع کیا ہے کہ عارف باللہ اسرار حقانی
کا امانت رکھنے والا ہے اس لئے ان اسرار کا چھپانا
اُس پر واجب ہے اسرار حقانی کے ظاہر کرنے سے
عارف باللہ کا گریز کرنا لازمی ہے ورنہ حیانت
ہوگی اور امین کے شان کے خلاف ہے یہی وجہ ہے
کہ عارف باللہ اسرار حقانی کو ظاہر نہیں کرتا اگر
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن سببوں کے ظاہر کرنے کا

فاعل است از تبشیر و موصوف آں
 محذوف است کہ رویا باشد و موصوف
 مذکور واجب الحذف است در کلام
 عرب و اریتمہ صیغہ ماضی مجهول است
 اذ ارادت فاعل وی اللہ است و قول
 شیخ کہ فی العشرۃ الاخیرہ رایت یا
 اریتمہ چین بحر و سہ دمشق متعلق است
 بیکلی از دو فعل مذکور ای بخطہ محررہ
 من الآفات وہی دمشق بیدہ رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کتاب حاست
 از رسول اللہ اخرج صیغہ امر است
 از باب نصر و بادربہ برای تعدیہ باشد
 و ینتفعون حال است از ناس یعنی
 ہر چیزیکہ باشد وقوع شی در دنیا
 پس میگویم کہ تحقیق دیدم من رسول خدا را
 صلی اللہ علیہ وسلم در خواب صادق و
 موجب بشارت و سرور و عالی از
 رشوائبہم اختلاط بشوائب شیطانی کہ
 نمودہ شدہ است بمن و آل خواب
 حکم ہوتا ہے اُس وقت وہ اسرار حقانی کے ظاہر کرنے
 سے معذور ہوتا ہے اسرار الہی کے ظاہر کرنے پر لوگوں
 کا برا بھلا کہنا بہت ہی خواب ہے۔
 کلمہ بعد میں دال پر پیش ہے اور بشرہ اسم فاعل کا صیغہ
 ہے تبشیر سے ہے اور موصوف اُس کا محذوف ہے جو کہ
 رویا ہے کلام عرب میں موصوف واجب الحذف ہے
 اریتمہ صیغہ ماضی مجهول ہے ارادت سے ہے اُس کا فاعل
 اللہ ہے اور قول شیخ قدس سرہ جو کہ فی العشرۃ الاخیرہ
 رایت سے متعلق ہے۔ اسی طرح ایک دو وجہ مذکور سے
 محررہ و سہ دمشق متعلق ہے۔ اے خطہ دمشق آفات سے
 محفوظ ہو و بیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ہے اور بابہ میں
 برائے تعدیہ ہے اور ینتفعون ناس سے حال ہے
 یعنی ہر وہ چیز جو کہ دنیا میں واقع ہے۔ ابن عربی قدس
 سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کو خواب میں دیکھا اُس خواب میں خطرات شیطانی کا ذرا
 بھی دخل نہیں تھا وہ خواب بشارت دینے والا خوشی
 پہنچانے والا تھا وہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر
 کسی رنج و مشقت و کسب و کتاب کے عشرہ اخیر

از قبل حق تعالیٰ از غیر تجتم کسب و کتاب
 و از غیر شائبہ اختلاط بشوائب نفسانی و
 و اغراض شیطانی در عشرہ اخیر از عشرت
 حرم احرام سنہ ششصد و بیست
 و ہفت در خطہ دمشق محروس باد و محفوظ
 بحالیکہ بدست مبارک ادعلیہ السلام
 کتابی بود پس فرمود بمن کہ این کتاب
 فصوص الحکم است بگیر معنی این کتاب
 را در باطن و سر تا ترا کمال و جمال رو
 نماید و برون آرا ترا بسوی مردم و عالم
 شہادت بعبارات واثق و اشارات
 موافق بحالیکہ کہ منتفع شوند مردم بودے
 و مقنعہ حجاب از عین باطن ایشان بر
 برخیزد فانہ لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب
 التي فی الصدور و حرارت دوری و سوز
 مجوری از ایشان تسکین یابد و بزلال
 وصال شیریں کام و صاحب آرام شوند
 و ترا مرتبہ کمال و تکمیل ہویدہ آرد و
 پوراشت انبیا علیہم السلام مشرف شوی

محرم سنہ ۶۲۷ھ فخری خطہ دمشق میں ایسے حال میں کہ حضور
 پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کتاب تھی
 دکھایا گیا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کتاب
 فصوص الحکم ہے اس کے معنی کو اپنے سر و باطن میں لے
 تاکہ تجھ کو کمال و جمال حاصل ہو اور اُس معنی کو عمدہ لباس
 اور اچھے اشارات سے آراستہ کر کے لوگوں میں بیان
 دظاہر کرتا کہ وہ لوگ اُس اسرار حقانی سے قائدہ پاویں
 اور اُن کے باطن کے آنکھ سے حجاب کا پردہ اٹھ جاوے
 اس لئے کہ اُن کی آنکھیں اندھی بین ہیں بلکہ اُن کی باطنی
 آنکھ جو اُن کے دلوں میں ہے اندھی اور اُن کو حرارت
 دوری اور سوز مجوری سے تسکین اور شربت وصل
 سے اُن کا حلق شیریں ہو جاوے اور سکون و آرام
 پائیو اے ہوں اور تجھے تکمیل و کمال کا مرتبہ حاصل
 ہو اور تو انبیا علیہم السلام کے وراثت سے
 مشرف ہو۔

وجہ تسمیہ اس کتاب کی آگے ظاہر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جو بیدہ
 کتاب ہے۔

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علوم و معارف

ووجہ تسمیہ اس کتاب بیشتر ظاہر نخواهد شد انشاء اللہ العزیز و قول او بیدہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارت است کہ حکم و معارف اس کتاب در تحت و تصرف آن معدن الحکم و المعارف باشد صلی اللہ علیہ وسلم باخذ و العام چنانکہ میگونی کہ این ملک در دست فلاں بادشاہ است یعنی در تحت و تصرف اوست و کسی از آن چیزی نرسیدہ مگر از قبل و اذن او بدانکہ حال امر مومن صالح را نیست مگر بشارات چنانکہ گفته است رسالت پناہی صلعم لم یبق من بعدی من النبوت الا المبشرات فقالوا اما المبشرات یا رسول اللہ قال الرویا الصادقة التي یراہا المؤمن

اس امر کو ذہن نشین کر لو کہ مومن کے لئے اجزاء نبوت میں سے کوئی چیز سوائے بشارات کے باقی نہیں ہے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یعنی باقی نہیں ہے میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز لیکن خواب صادق جب کہ دریافت کیا۔ کیا ہے خواب صادق یا رسول اللہ۔ فرمایا سچے خواب ہیں جو مومن دیکھتا ہے۔ اسمع و الطاعة مبتدا ہے اور اس کی خبر ہے اور مناد اولی الامر کے متعلق ہے۔

ق فقلت اسمع و اطاعة لہ و لرسولہ و اولی الامر منا کما امرنا ل اسمع و الطاعة مبتدا است

کما امرنا شیخ قدس سرہ کے کہنے کی وجہ ہے۔ پس کہا میں نے کہ جان و دل سے سنا اور

ولد خبر آن و مناسبت است باولی
 الامر و کما امرنا گویا وجه است بر اے
 گفتن شیخ قدس سرہ مرقول مذکور را
 یعنی پس گفتیم کہ بجان و دل شنودن
 دبر رغبت و طاعت نمودن مرام خدا
 راست و مرام رسول خدا را و مرام
 صاحبان امر و حکم را از ما کہ سلاطین
 باطن باشند یا سلاطین مملکت
 کہ امر بمعروف و ناهی عن المنکر باشند
 از اہل دین مالمعنی ہر چہ خدا و رسول
 خدا و صاحب امر بامی ما فرماید آنرا
 باید شنود و واجب الاتثال و الاطاعت
 باید دانست چنانکہ ماموریم باین حکم
 گفته است باری تعالی اطیعوا اللہ
 و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم
 فی تحقیق الامنیۃ و اخلصت النیۃ
 و جردۃ القصد و الممتہ لا یرزئہ الكتاب
 کما عدہ لی رسول اللہ صلعم من غیر
 اس کے اطاعت کیلئے رغبت کرنا خدا اور
 رسول اور صاحب امر کے حکم سے ہے اور
 صاحب ہم میں سے سلاطین ظاہر اور باطن ہیں
 جو کہ اچھے کاموں کے کرنے کا اور بُرے کاموں
 سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔
 یا یوں کہنے کہ کہا میں نے کہ جو کچھ خدا اور رسول
 خدا اور صاحب امر ہمارے لئے حکم کریں اُس کا
 سنا اور بجا لانا اور فرماں برداری کرنا ہمارے
 اوپر لازم و واجب و فرض ہے جیسا کہ اللہ
 تعالیٰ نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
 و اولی الامر منکم تحقیق سے تمکلم واحد
 کے لئے صیغہ ماضی معلوم ہے اور قلت پر عطف
 سے اور اینیۃ تحقیق کا مفعول ہے اور بضم
 ہمزہ تمنی سے ہے بمعنی متمنی و مطلوب اس
 اردت ان اجعل الامنیۃ حقاً ثابتاً فی الخارج
 اور اخلصت اخلاص سے ہے اور تحقیق
 پر عطف ہے مثل اُس کے از روئے صیغہ کے
 و بنا و نیۃ اخلصت کا مفعول ہے اسے
 لہ اطاعت کرنا اللہ کی اور رسول کی اور بادشاہ وقت کی۔

اخلصت النیۃ حققت الامیۃ من اغراض
النفسانیۃ اور جردت تجرید سے ہے اور دو
میں سے ایک فعل پر عطف ہے از روئے صیغہ
کے مثل اُس کے اور بنا اور قصد جردت کا
مفعول ہے اور ہمت۔

عطف تفسیری سے قصد پر عطف ہے ولا براز
ہذا الكتاب متعلق ہے اے جردت القصد
الی اظہار ہذا الكتاب من القادات شیطانیہ اور
کما حدہ باہرا ہذا الكتاب سے متعلق ہے اے
ابرازا مفردنا موافقا کما حدہ لی وعینہ رسول اللہ
یعنی اُس میں اپنا دخل نہ ہو و قول شیخ قدس سرہ
کا جو کہ من غیر زیادہ ہے اے فی المعنی ولا نقصا
اے فی المراد بیان ہے شیخ کے اس قول کا
جو کہ کما حدہ ہے اور شیخ کے اُس قول سے
جو کچھ مفہوم ہوتا ہے اور لازم ہوا ہے اُس کی
تصریح ہے۔

یعنی پس چاہیں گے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کے خواہش و تمنا کو جو کچھ وہ چاہتے ہیں عالم
شہود و نمود میں ثابت و ظاہر کروں جیسا کہ حضرت

زیادۃ ولا نقصان

لحققت از تحقق صیغہ ماضی معلوم است
مر متکلم واحد او عطف است بر قلت
وانیۃ مفعول حققت است از تمنی
بضم ہمزہ بمعنی متمنی و مطلوب ای

اردت ان اجعل الامیۃ حقاً ثابتاً
فی الخارج و اخلصت از اخلص است
و معطوف بر حققت مثل وے از روئے
صیغہ و بنا و نیۃ مفعول اخلصت
باشد ای اخلصت النیۃ حققت الا

میۃ من الاغراض النفسانیۃ و جردت
از تجرید عطف است بر یکی از دو فعل
مذکور و مثل آن از روئے صیغہ و بنا
و قصد مفعول جردت و ہمت عطف
باشد بر قصد لعطف تفسیری ولا براز
ہذا الكتاب متعلق است ای جردت

القصد الی اظہار ہذا الكتاب من
القادات الشیطانیۃ و کما حدہ متعلق
است باہرا ہذا الكتاب ای ابراز

امقر و ناموافقا کما حدہ لی و عینہ رسول اللہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تحقیق کر دیا میرے
یعنی من غیر تصرف منی و قول شیخ من غیر پروردگار نے سچ یعنی حسن میں ظاہر کر دیا اور اس کا
زیادۃ ای فی المعنی و الانقصان ای فی المراد یہی میں اللہ تعالیٰ سے خواستگار ہوا کہ کتاب
بیان است مر قول شیخ را کہ کما حدہ باشد فصوص الحکم کے علوم و معارف کو عالم شہادت
و تصریح است بامری کہ لازم آمدہ بود میں لانے اور ظاہر کرنے کے لئے اغراض نفسانی
و مفہوم شدہ از آن قول یعنی پس خواستم سے اپنے قصد اور نیت کو خالص کر دوں یعنی میری
کہ بگردانم مطلوب و متمنا می رسول خدا را نیت اس شائبہ سے پاک و منزہ ہو کہ لوگ
صلی اللہ علیہ وسلم حق و ثابت در عالم شہود کتاب فصوص الحکم کی تعریف و توصیف کریں
و نمود چنانکہ گفت یوسف علیہ السلام اور مجھ کو بزرگ سمجھیں۔

قد جعلہا ربی حقایم اخرجہا و اظہر ہا اس کتاب فصوص الحکم کے معارف و اسرار کو
فی المحس و خالص گردانم نیت احوال عالم شہود و نمود میں لانے اور ظاہر کرنے میں میری
کتاب را بسوی عالم شہادت از اغراض نیت اور میرا قصد اور میری ہمت پاک و صاف
و مطالب نفسانی یعنی از شائبہ اینکہ مردم ہو یعنی آمیزش طمع اور توقع بادشاہان اور امرا
تحسین کنند آن کتاب را و مرا بزرگ سے میری نیت مبرا و پاک و صاف ہو۔

خوانند منزہ باشد و پاک و خالص و صاف یہ اس لئے کہ عارف باللہ کو اللہ تعالیٰ کے لور
گردانم قصد و ہمت را باظہار این کتاب سے تائید ہوئی ہے کہ وہ اغراض نفسانی و شیطانی
در عالم شہود و نمود از خطرات شیطانی کو خطرات روحانی واردات سے بچا سکے اور اللہ
یعنی از آمیزش طمع و توقع از سلاطین کر سکتا ہے اور پہچان سکتا ہے کہ وہ اس کتاب
و امرا مبرا باشد و صاف چہ عارف را فصوص الحکم کے معارف و اسرار کو ظاہر کرے

از جناب حق تعالی امدادی باشند و از نور او تائیدی کہ اغراض نفسانی و خطرات سلطانی را از خواطر رحمانی و واردات سبحانی تو اند شناخت و قصد من بر آنست کہ ظاہر کتب مذکور ابووعی کہ تلفیق و تشخیص فرمودہ است مرار رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم در اظہار آن یعنی چیزی در بیان معانی احکام صوفیہ و مطالب فقہر کہ رسالت پناہی صلعم باظہار آن امر نمودہ است و حکم فرمودہ زیادہ نکتہ و در شرح مراد نقصان نیارم

یعنی جن جن باتوں کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی بیان معانی اور احکام صوفیہ اور مطالب فقہر کے اظہار کے لئے حکم دیا ہے ظاہر کر دیا اور جو کچھ اُن کی مراد ہے اس کے شرح میں کوتاہی دیکھی نہ کر دیا اور جیسا کہ مجھ کو شرح کرنے کے لئے حکم دیا ہے اُس میں کمی و زیادتی نہ کروں۔

قول شیخ قدس سرہ یجعلنی فیہ بتقدیر من ہے ای من ان یجعلنی اللہ فیہ اے فی ابراز الکتاب اور فی جمیع احوالی من عبادہ یجعلنی کے لئے مفعول ثانی ہے اور من تبعضیہ ہے اور اُس کا قول الذین باصلہ عبادہ کے لئے صفت ہے

من است ای من ان یجعلنی اللہ فیہ ای فی ابراز الکتاب و فی جمیع احوالی من عبادہ مفعول ثانی است مر یجعلنی را و من تبعضیہ است و قول او الذین

جالو اور سمجھو کہ عارف کامل ذرا بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہیں رکھتا اور اپنے نفس کو برائی سے بری اور پاک نہیں سمجھتا بلکہ نفس امارا تو برائی سکھاتی ہے اُس کی

باصلا صفت است مرعباده را بدانکہ
عارف کامل ہرگز بر نفس خود اعتماد نکند
ما بری نفسی ان النفس لا مارت بالسور
مطرح نظر او ہمیشہ فضل حق باشد و رحمت
دلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم
من احد ابداد لکن اللہ یزکی من یشاء
چنانکہ گفت قائلی و ما بری نفسی الا ما
رحم ربی و گفت دیگر می لا عاصم ایوم الا
من رحمہ پس چوں شیخ قدس سرہ گفت
فحقت الامنیۃ من غیر زیادۃ ولا نقصان
لازم است کہ طلب امداد طہارت و زہادت
خود از جناب مقدس حق تعالی و تقدس
کنند پس گفت و سالت اللہ و اقتصار
سوال در باب اظہار کتاب مذکور نکرد
کہ این نیز از شان عارف دور باشد
پس گفت و فی جمیع احوالی یعنی پس سوال

نظر ہمیشہ فضل حق اور اللہ تعالیٰ کے رحمت پر رہتی ہے
دلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابداد لکن
اللہ یزکی من یشاء جیسا کہ فرمایا ہے و ما بری نفسی
الا ما رحم ربی۔ دوسرے نے فرمایا ہے لا عاصم ایوم
الا من امر اللہ۔

پس اس کو سمجھو جب کہ شیخ قدس سرہ نے فرمایا فحقت
الامنیۃ من غیر زیادۃ ولا نقصان تو ان کے لئے لازمی
اور ضروری ہوا کہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے طہارت و زہادت
و امداد طلب کریں اسی لئے شیخ قدس سرہ نے و سالت
اللہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے کتاب فصوص الحکم کے
اظہار کے لئے اپنی محتاجی ظاہر نہیں کی کہ یہ عارف کے
شان کے خلاف ہے اس لئے فرمایا فی جمیع احوالی۔
یعنی میں نے اللہ تعالیٰ سے جو کہ جامع جمیع اسماء و صفات
و موجودات ہے سوال کیا اور پا گیا کہ اے اللہ مجھ کو
کتاب فصوص الحکم کے اسرار علوم و معارف کے اظہار
و ظاہر کرے اور تمام احوال میں مثل قیام و رکوع و سجود

۱۔ اگر اللہ کا فضل اور رحمت ان پر نہ ہوتی تو کوئی پاک ہمیشہ ہمیشہ نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔

۲۔ میں اپنے نفس کو بلائی سے بری اور پاک نہیں کہتا میں اس نیت سے بچ گیا کہ میرے رب نے مجھ پر رحم کیا۔

۳۔ آج کے دن کوئی بچا نیوالا نہیں ہے مگر وہی محفوظ رہے گا جس پر اللہ کا حکم اور رحم ہوگا۔

کردم و خواستم از اللہ تعالیٰ کہ جامع جمیع
 اسماء و صفات و موجودات است اینکہ
 بگردانم در اظہار کتاب و در جمیع احوال
 از قیام و قعود و رکوع و سجود و غیر آن
 از عباد خویش یعنی مرا از عباد اللہ گردانم
 نہ از عباد المنعم و الرزاق و غیر آن از اسمائے
 جزئیہ ارباب متفرقون خیرام اللہ
 الواعد القہار کہ نظر بر لذت دنیوی و
 و اخروی دارند از اولاد و اموال بہشت
 و حور و قصور و عباد اللہ ہم العارفون
 الذین لایرون غیر اللہ موجوداً لاجوزون
 الامرائی و تعلمون الاسم المادی من
 الاسم المفصل و یعرفون مداخل الشیطان
 ازینجا گفت الذین لیس للشیطان علیہم
 سلطان یعنی آن بندگانیکہ نباشد مر
 شیطان و نفس را برایشان تسلط و
 تغلب و کان کی الشیطان ضعیفاً ضعف
 الطالب و المطلوب چنانکہ گفت حق
 تعالیٰ مر شیطان را ان عبادی لیس لک

وغیرہ میں اپنا بندہ بنائے یا بنادے اور مجھ کو اپنے
 گروہ میں شامل کرے تاکہ میں منعم اور رزاق وغیرہ
 کا بندہ نہ رہوں اسوجہ سے کہ آپ کے بندوں کے
 علاوہ جو اسماء جزئیہ کے بندے ہیں ان کی نظر
 ہمیشہ لذات دنیوی و اخروی مثل جنت و حور و قصور
 و اولاد و اموال پر رہتی ہے۔ اور آپ کے بندے
 آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں دیکھتے اسلئے
 کہ غیر کا وجود محال ہے اور جو کچھ اللہ کا حکم ہے
 اُس سے آگے نہیں بڑھتے اسم ہادی اور اسم مفصل
 کو جانتے ہیں اور شیطان کے مداخلت کو بھی پہچانتے
 ہیں ایسے ہی موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 یعنی میرے ان بندوں پر جن کو کہ میں نے اپنا بندہ
 کہا ہے شیطان اور نفس کا غلبہ و تصرف ہوتا ہے۔
 شیطان کا مکر و فریب ان بندگان کے سامنے کچھ
 بھی حقیقت نہیں رکھتا شیطان کا مکر ضعیف ہے
 ان بندگان کے سامنے شیطان ضعیف ہے جیسا
 کہ شیطان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
 نہیں ہے واسطے تیرے ان پر غلبہ اور یہی اللہ
 تعالیٰ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور

علیہم سلطان و حال آنکہ گفتہ است و لقد خلقنا الانسان و لعلم ما تو سوس بہ نفسہ
 و گفتہ است در باب جماعہ دیگر اولئک حزب الشیطان
 حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الاخر دن پس معلوم شد کہ از عبادی
 جماعہ دیگر مراد اند کہ انہا حزب اند کہ انہا حزب اللہ اند کہ حرکت و سکنا ت
 ایستال از خدا بخد برای خدا بسوی خدا باشد و مر شیطان و اسم مفصل را بر ایستال
 تسلط و غلبہ نیت فان حزب اللہ ہم الغالبون و چون سوال و طلب
 کرد از حق تعالی حفظ خود را در جمیع احوال و اظہار کتاب فصوص الحکم
 خواست کہ طلب کند از حق تعالی اینکہ مخصوص گرواند اورا بخواطر رحمانی و ارادت
 سبحانی چنانکہ می شنوی فی وان یخصنی فی جمیع ما یرقبہ بنانی
 و ینطق بہ لسانی و ینطوی علیہ جنانی باللقاء السبوحی و النفث الروحی
 ان کو بھی ہم جانتے ہیں جو برائی اُس کے نفس میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ شیطان
 کے گروہ کے ہیں بیشک شیطان کا گروہ خسارہ پائیہ اول میں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عبادی سے مراد ایک دوسری جماعت ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ
 اللہ تعالیٰ کے حفاظت میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کے حرکات و سکنا ت کا محافظ ہے ان لوگوں کے
 حرکات و سکنا ت خدا سے خدا پر خدا کے لئے خدا کی طرف ہوتے ہیں شیطان اور اسم مفصل
 کا ان کے اوپر غلبہ نہیں ہے۔ سب پر غالب ہیں اور جب میں نے اللہ تعالیٰ سے کتاب
 فصوص الحکم کے اسرار و معارف ظاہر کرنے کے لئے خواستگار ہوا کہ میرے تمام احوال
 و افعال میں اللہ تعالیٰ میرا محافظ ہو جاوے۔ تو اُس کے بعد میں اس امر کا بھی طلبگار ہوا کہ
 اللہ تعالیٰ میرے لئے خواطر رحمانی و ارادت سبحانی کو مخصوص کر دے جیسا کہ سنو گے۔
 شیخ قدس سرہ العزیز کا قول جو کہ ان یخصنی ہے

ان بجعلنی پر عطف ہے اور بنانی بضم اول بائے متکلم
 واحد کی طرف مضاف ہے اور بنانہ کی جمع ہے
 جسکے معنی سرانگشت کے ہیں اور جنانی بھی بفتح
 اول مضاف ہے جس طرح سے کہ بنانی ہے اور جنان
 دل کو کہتے ہیں اور نبطوی الطوی سے ہے جس کے
 معنی اشتمال کے ہیں اور بالقار و اسبوحی ان یخصنی
 سے متعلق ہے اور القاہا والنفث القار سبوحی
 پر عطف ہے جس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ پھونکنا
 اور یہ نفث روح القدس کی طرف منسوب ہے
 اور خاص کی گئی ہے یعنی القار خواطر رحمانی کے
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ روح القدس کے
 روح کامل میں پہنچنا ہے۔

جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ بیشک جبرئیل نے میرے دل میں
 پھونک دیا ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک
 نہیں مرتا جب تک روزی پوری نہیں کر لیتا۔
 اسی وجہ سے اس مقام پر فی روح النفسی
 فرمایا اور روح بضم رائے مہملہ جس کے معنی
 عقل کے ہیں اور دل نفث کے ساتھ متعلق

فی الروح النفسی بالتأیید الاعتصامی
 ل قول شیخ قدس سرہ ایخصنی عطف است
 براں بجعلنی و بنانی بضم اول مضاف
 باشد سبوی یا ی متکلم واحد و آل جمع
 بنانہ است بمعنی سرانگشت و جنان بفتح
 اول نیز مضاف است چنانکہ بنانی و
 و جنان دل را گویند و نبطوی از طوی
 است بمعنی اشتمال و بالقار سبوحی
 متعلق است بان یخصنی ای یخصنی
 بالقار الخاطر الرحمانی بلا واسطہ المنزہ
 و عما یقتضیہ اسم المفضل من الخواطر
 الباطلۃ الغیر المطابقتہ نفس الامر و
 القاہا و النفث عطف است بالقار
 السبوحی یعنی و میدن نفس بزمی ای
 ایخصنی بالنفث المنسوب الی روح
 القدس یعنی بالقار الخواطر الرحمانی
 الذی تفیضہ الحق تعالیٰ بواسطہ
 روح القدس فی روح الکامل
 چنانکہ نفث رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ان جبریل نَفث فی روعی ان
 نفسا لن تموت حتی تستوی فی رزقها
 ازینجا گفت فی الروع النفسی روع
 بضم را و مہملہ بمعنی عقل است و دل
 متعلق است بالنفث و النفسی
 اشارت است باینکہ معانی حاصل
 می شوند مر نفس منطبعہ را بنفث
 روحی و القاء ملکی بواسطہ نفس
 ناطقہ چہ ہیچ چیزے فالض نمی شود
 از جناب اعلیٰ بر اسفل از غیر طریق
 خاص مگر بواسطہ نفس شریف و
 لطیف پس فالض نفس ناطقہ نیز
 نمی شود مگر بواسطہ روح انسانی یا
 غیر او از مجردات و قول او بالتائید
 الاعتصامی متعلق است بان یخصنی
 ای سالت اللہ من ان یخصنی باللقاء
 السبوحی و النفث الروحی حال متلبسا
 متمسکا بالتائید الاعتصامی مویدا
 باسمیہ العاصم و الحفیظ لا عاصم الیوم
 ہے اور نفسی سے یہ اشارہ ہے کہ معانی نفس
 منطبعہ کو بذریعہ نفس ناطقہ کے
 و القاء ملکی سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ جو چیز
 کہ جناب اعلیٰ سے اسفل پر آتی ہے وہ بذریعہ
 نفس شریف و لطیف آتی ہے اس کے علاوہ
 دوسرے طریقے سے نہیں آتی ہے پس نفس ناطقہ
 پر بھی بذریعہ روح انسانی یا علاوہ اُس کے مجردات
 سے معنی فالض ہوتے ہیں۔
 اور شیخ قدس سرہ کا قول ہو کہ بالتائید
 الاعتصامی ہے ان یخصنی سے متعلق ہے۔
 اے سالت اللہ من یخصنی باللقاء السبوحی
 و نفث الروحی حال متلبسا متمسکا بالتائید
 الاعتصامی مویداً باسمیہ العاصم و الحفیظ
 لا عاصم الیوم الذین رحمہم و اعتصموا بحبل اللہ
 و من یعصم باللہ فقد ہدی الی صراط المستقیم
 یعنی اللہ تعالیٰ سے میں نے سوال کیا اور
 خواہش کی کہ اے اللہ تو مجھ کو منفرد اور
 مخصوص کر دے ان تمام چیزوں میں کہ لکھنے
 ہیں انگشتان میری اور پڑھنی اور بات کرتی ہے

الذین رحمہ واعترضوا بحبل اللہ من
یعنصم باللہ فقد ہدی الی صراط المستقیم
یعنی خوشنم و سوال کردم کہ منفرد و
مخصوص گرداند حق تعالیٰ مراد جمیع چیزیں
کہ حی نولید انگلستان من و نطق میکند
و میخواند زبان من و مشتمل و در گرفتار است
آزاد من بالقار و اضافہ کہ منسوب
باشد بسوی سبوح یعنی در من نباشد
مگر القار معانی و حکم کہ منسوب باشد
بجناب سبوح و منزہ از شوائب
شیطانی کی دست نباشد بر آن حکم و القار
معانی مگر حضرت رحمانی را و مر واسطہ
را در ایصال آن حکم راہ نباشد بلکہ
مراد را نہ اسم باشد و نہ رسم و مخصوص
گرداند حق تعالیٰ مراد ببدن نفس
رحمانی کہ بواسطہ روح منفوت باشد
در دل کہ نصیبی رسد بنفس منطبعہ سے
فیض روح القدس از بازمد فرماید
دیگر اہم بکنند آنچه مسیحا میگرد
زبان میری ہر وہ اسرار حکم و علوم و معارف کہ جس کو
جناب سبوح کے القار و اضافہ سے میرے دل نے
لے لیا ہے اور احاطہ کر لیا ہے یعنی مجھ سے ظاہر نہ ہو
مگر القار معانی اور حکم جو شوائب شیطانی سے پاک
اور جناب سبوح کی طرف منسوب ہیں اور اُس
حکم و معانی پر سوائے حضرت رحمن کے اور کسی کا
غلبہ نہ ہو اور واسطہ کا قدم بھی درمیان میں نہ ہو
بلکہ اس کے لئے نہ اسم ہو نہ رسم۔
اور یہ کہ مخصوص کرے اللہ تعالیٰ مجھ کو نفس رحمانی
سے دم کرنے سے جو کہ نفس منطبعہ سے بذریعہ نفوت
کے دل کو حصہ ملتا ہے فیض روح القدس از باز
مد فرماید۔ دیگر اہم بکنند آنچه مسیحا میگرد۔
یعنی مجھ میں حضرت رحمن سے بلا واسطہ القار و
افاضہ ہو جو خطرات شیطانی سے محفوظ ہو اور
اُس حکم و القار کے پہنچانے میں سوائے حضرت
رحمن کے درمیان میں کسی کا قدم نہ ہو بلکہ اُس
کے لئے نہ اسم ہو نہ رسم۔
اور یہ کہ مخصوص کرے اللہ تعالیٰ مجھ کو نفس رحمانی
کے چھونکنے میں یعنی جو معارف اور علوم اور کھید

یعنی درمن افاضہ نکلند مگر القاد خواطر رحمانی کی باتیں لوگوں میں ظاہر و بیان کروں اُس وقت بلا واسطہ از شاہہ خطرات شیطانی کہ میں ایسے حال میں رہوں اور مبری یہ حالت ہو کہ دست نباشد برآں حکم و القاء مگر حضرت رحمانی را و مر و واسطہ را در ایصال آن حکم قدم نباشد بلکہ مر اور انہ اسم باشد و نہ رسم و مخصوص گرداند حق تعالیٰ مرا بد میدان نفس رحمانی کہ منزہ باشد در حالیکہ متلبس باشم بتائید اعتصامی و و چنگ زدہ بدامن اسم او کہ عاصم باشد و حفیظ از رفتن در باد یہ ضلالت و غوایت و از انکشاف یافتن امور باطلہ کہ مطابق نفس الامر نباشد

ق حقی اکون مترجماً متحکماً لتحقق من وقف علیہ من اہل اللہ اصحاب القلوب ان من مقام التقدیس المنزہ من الاعراض النفسیۃ اللنی یدخلها التلبیس ل اکون متعلق است بقول شیخ قدس سرہ کہ سالت اللہ ان یجعلنی باشد الی آخرہ مترجماً بکسر جمیم صیغہ اسم فاعل است

تا بید اعتصامی سے متلبس ہوں اور اسم عاصم و حفیظ کا دامن پکڑے ہوئے ہوں تاکہ گمراہی کے بیابان و جنگل سے دور رہوں اور میں امور باطلہ کا جو دراصل مطابق نفس الامر نہیں ہے اُن کا ظاہر کرنے والا اور کھولنے والا ہوں۔

ا کون سالت اللہ ای جعلنی اس آخرہ سے متعلق ہے اور مترجماً بکسر جمیم ترجمہ سے ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی معانی کو بیان کرنا عبارت میں لانا اور متحکماً حکم سے ہے اور صیغہ اسم فاعل ہے جس کے معنی اپنی زور و قہر و نفس سے حکم کرنا ہے یہ قول دلالت کرتا ہے کہ عبارت فصوص الحکم کی عالم باطن سے نہیں ہے اور جس چیز کے افہام کرنے کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے وہ معنی تھے جیسا کہ قبل اس کے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

آنکس است اہل بشارت لا تمارت دان نکتہا ہست بسی خرم اسرار فاست

از ترجمہ بمعنی بیان معانی است یعنی در اور قول شیخ قدس سرہ جو کہ تحقق ہے تحقق سے ہے
 عبادت آوردن معانی و متحکمانہ صیغہ اور صیغہ مضارع معروف ہے فاعل کے لئے مبنی
 اسم فاعل است از تحکم بمعنی حکم کردن ہے اور من وقف اُس کا فاعل ہے اور وقف وقف
 بزور و بتصرف نفس دایں قول دلالت سے ہے جسکے معنی اطلاع کے ہیں اور بعض نسخوں میں
 میکند کہ عبارت کتاب فیوض الحکم از بجائے وقف کے یقف واقع ہے اور من اہل اللہ من
 عالم باطن نباشد و آنچه رسالت پناہی وقف کا بیان ہے اصحاب القلوب صفت اہل اللہ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام باخذ آن امر کی ہے در نہ مقام تقدیس لتحقق کا مفعول ہے
 فرمودہ معانی بودند چنانکہ قبل ازین دمن مقام تقدیس انہ کی خبر ہے اور المنزہ الاغراض
 اشارت کردہ شد چہ در عالم باطن عبارت النفسیتہ انہ کیلئے خبر دوم ہے۔
 مفقود است ہ انکس است اہل ید خلما التلبیس اغراض کے لئے صفت ہے۔
 بشارت کہ اشارت داند : نکتہ ہست یعنی میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور چاہا کہ مجھ کو
 بسی محرم اسرار کجا است : وقول او شیطان اور اسم مضل سے دور رکھئے تاکہ میں ان
 لتحقق صیغہ مضارع معروف از تحقق علوم و معارف کا جو کہ مجھ کو رسول مقبول صلی اللہ
 مبنی است مر فاعل را دمن وقف علیہ وسلم کے دست مبارک سے ملا ہے اور مجھے
 فاعل دے و وقف از وقوف است ان کے اظہار کا حکم دیا ہے اُس کو عمدہ عبارات
 بمعنی اطلاع و در بعضی نسخہ یقف اور اچھے اشارات میں ظاہر کروں اور اپنے نفس
 واقع است بجائے وقف دمن اہل اللہ کے تصرف سے علوم و معارف کو نہ بیان کروں
 بیان من وقف است و اصحاب القلوب اور اُلٹ پھیر کر اُس کو عالم شہادت میں نہ لاؤں
 صفت اہل اللہ و انہ من مقام تقدیس یعنی میں ترجمہ کر نیوالا ہوں اور بس۔

مفعول بتحقیق ومن مقام تقدیس
 خبرانہ والمنزہ من الاغراض النفسیتہ
 خبر دوم مرانہ رایا صفت مر مقام تقدیس
 را والتی ید فلما التلبیس صفت مر
 اغراض رایعنی سوال کردم از حق تعالی
 کہ مرا از شیطان واسم مفضل دور دار
 و مخصوص گردانہ بالقارت سبوحی
 نفث روحی بتایید اعتصامی تا با شتم
 مترجم در بیان حکم و مطالب کہ دادہ است
 حق تعالی بوساطت دست مبارک
 رسول خود صلی اللہ علیہ وسلم و امر
 کردہ بانظار آن بزبان مبارک
 دے نہ متحکم کہ حکم کردہ با شتم تبصرون
 نفس و تغیر در مطالب و معارف
 یعنی از من ترجمہ باشد و بس نہ حکم
 بحکم و معارف بلکہ حکم خاصہ حق است
 تا تلبیس واقع نشود تا کسیکہ واقف
 بود بر کتاب از اہل اللہ بدانند بیقین
 کہ کتاب مذکور از مقام تقدیس است

اور حکم و معارف کے بیان کرنے میں اپنے
 خواہش نفس سے حکم کرنے والا نہ ہوں جس
 سے کہ تلبیس واقع ہو حکم چلانا اے میرے اللہ
 آپ ہی کیلئے ہے۔ اور اہل اللہ میں سے جو بھی اس
 کتاب فصوص الحکم سے آگاہ ہو وہ یقین سے
 جائے اور سمجھے کہ یہ کتاب مقام تقدیس سے
 ہے کیونکہ اہل اللہ صاحب کشف و شہود میں
 اور یقین کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں اور وجود
 کے جاننے والے ہیں تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ
 کے ذات کی طرف دیکھنے والے ہیں ہمیشہ و ہر
 اپنے دل کی طرف رجوع ہیں اسی وجہ سے
 اصحاب القلوب کہا ہے اور جو اہل اللہ کہ
 صاحب دل نہیں ہے وہ اہل اللہ نہیں ہے۔
 صاحب دل ہونا بھی دلالت ثانی ہے حضرت
 مسیح علیہ السلام کے قول کا یہی مطلب ہے
 ہرگز آسمان و زمین کی بادشاہت اس سے
 زیادہ نہ بڑھے گی اور نہ دوبارہ پیدا ہوگی پس
 اہل اللہ یقین سے جانتے ہیں کہ یہ کتاب
 مقام تقدیس سے ہے جو کہ باطن کا باطن ہے

چہ اہل اللہ صاحب کشف است
 و شہود و اصل بمرتبہ یقین و وجود ناظر
 بسوئے وجہ اللہ در ہمہ چیز راجع
 علی الدوام بجناب دل ازینجا گفت
 اصحاب القلوب چہ تا آنکہ کسی صاحب
 دل نباشد اہل اللہ نیست و بودن
 کس صاحب دل ہمیں ولادت ثانی است
 و مراد از قول مسیح علیہ السلام لن یلج
 ملکوت السموات والارض من لم یولد
 مرتین پس اہل اللہ میدانند بیقین کہ
 این کتاب نہ مقام تقدیس است کہ باطن
 الباطن باشد و دران مقام شیطان
 و نفس را راہ نیست یعنی بدانند اہل اللہ
 کہ این کتاب کہ از مقام اقدس است
 کہ برابر از در آنجا راہ نیست
 اگر یک سرسوی برتر پریم: فروع تجلی
 بسوزد پریم: چہ جائے نفس و شیطان
 چنانکہ گفت قدس سرہ المنزہ من الاعراض
 النفسیتہ یعنی پاک است کتاب مقام تقدیس
 اور اُس مقام پر نفس و شیطان کا گزر نہیں ہے۔
 یعنی اہل اللہ یقین سے جانتے ہیں کہ یہ کتاب مقام
 اقدس سے ہے اور برابر از کو اُس میں راستہ نہیں
 ہے اگر یک سرسوی برتر پریم: فروع تجلی
 بسوزد پریم۔
 یعنی مقام تقدیس و اقدس وہ بلند مقام ہے
 کہ جہاں فرشتوں کا گزر نہیں ہے نفس و شیطان
 کا گزر کیسے ہو سکتا ہے اسی وجہ سے شیخ قدس
 سرہ نے فرمایا ہے کہ کتاب فصوص الحکم اغراض
 نفسانی سے پاک و منزہ ہے یعنی ہماری کتاب
 فصوص الحکم پاک ہے اور مقام تقدیس سے
 ہے مقام تقدیس وہ مقام ہے کہ جہاں اغراض
 نفسانی اور دوسوہ شیطانی کا ذرا بھی گزر نہیں
 ہے اور ابلیس کے آنے کے تمام راستے بند ہیں
 کیونکہ اغراض نفسانی و ثواب شیطانی جس
 مقام پر گزر کرتے ہیں حق کو باطل کا لباس پہنا دیتے
 ہیں اور حقیقت چھپا دیتے ہیں اور خلاف نفس
 الامر ظاہر کرتے ہیں۔
 یعنی میں اللہ تعالیٰ سے امید دار ہوں کہ حقیقت

از شائبہ اغراض نفسانی و شوائب شیطانی اللہ تعالیٰ میرے طلب و رغبت کو سنے اس لئے کہ
کہ واقعہ در آمد تلبیس حق بباطل اند و وہی سننے والا دیکھنے جاننے والا ہے اور جو کچھ
موجب استتار و حقیقت حال و ظہور خلافت میں نے طلب کیا ہے ازراہ بخشش و مہربانی
نفس الامر انعام و مرحمت فرمائے۔

ق و ارجوان یکن الحق لما سمع دعایٰ شیخ قدس سرہ نے جو ارجو فرمایا ہے اس
قد اجاب ندایٰ کہنے میں جناب حق تعالیٰ کے دربار میں ادب ہے

ل یعنی امید وارم کہ ہر گاہ بشنود حق اور عارف کے منظور نظر تمام احوال میں ادب
تعالیٰ طلب و رغبت من در امور مذکور ہی مد نظر رہتا ہے ادب الخدمۃ اعز من الخدمۃ۔

فانہ ہو السميع العليم بتحقیق اجابت کند عارف اللہ تعالیٰ سے وہی خیر طلب کرتا ہے
و فریاد مرا یعنی مسؤل را بمن مرحمت نماید جس کے واقع ہونے میں مشیت ایزدی متعلق

والانعام فرماید و کلمہ ارجو از شیخ قدس ہوتی ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام
سرہ ادب است بجناب حق تعالیٰ کہ کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ اور ہر نبی سے اُس

منظور نظر عارف در ہمہ حال ادب باشد چیز کے طلب کرنے پر کہ اُس کے واقع ہونے
و خدمت و عبادت مطمح نظر عارف است میں مشیت ایزدی متعلق نہیں ہے تعریض

از نیجا است کہ میگویند ادب الخدمۃ اعز اور تعریض واقع ہوا ہے جیسا کہ حضرت نوح
من الخدمۃ و اگر نہ عارف ہماں چیز طلب علیہ السلام کے قول کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے

کند کہ مشیت ایزدی بوقوع آن تعلق فرمایا ہے کہ یہ تمہارا اہل نہیں ہے اس وجہ سے
گرفتہ باشد و از نیجا است کہ میگویند کہ کہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔

دعای انبیاء علیہ السلام مقبول است اور جس چیز کا تجھ کو علم نہیں ہے اُس کو مجھ سے

وہر انبیا بطلب چیزے کہ مشیت حق تعالیٰ | مت طلب کرو نہیں تو میں تمہارا نام جاہلوں کے فہرت
بوقوع آن تعلق نگرنتہ باشد تعریف و تعرض | میں لکھ دوں گا۔

واقع می شود چنانکہ گفت حق تعالیٰ در | عارف کے شان میں اللہ تعالیٰ کا جاہل کننا بہت بڑی
رد قول نوح علیہ السلام کہ ان ابی من اہلی | سرزنش اور بہت بڑا عتاب ہے اس قسم کے سوال
باشد انہ لبس من اہلک انہ عمل غیر صالح ما | پر توبہ و استغفار واجب و لازم ہے جیسا کہ حضرت
لبس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من | نوح علیہ السلام نے بعد میں فرمایا ہے اے رب میرے
الجاہلین وہ مر عارف را این عتاب و | پتاہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں تجھ سے سوال کروں یا
و جاہل خواندن سرزنش تمام است و | مانگوں اس چیز کو کہ جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر توبہ
توبہ و استغفار را چنین سوال و جواب | مجھے نہ بخشنے گا اور نہ رحم کرے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں
واجب و لازم باشد چنانکہ گفت نوح | میں سے ہو جاؤں گا۔

علیہ السلام رب انی اعوذ بک ان اسالک | اس آیت کے بعضے نکات و تاریکیاں انفاس النحواص
مالبیس لی بہ علم ولا تغفر لی و ترجمنی اکن | میں ظاہر کی گئی ہیں۔

من النحاسرین و استقصا این مطلب | القی القار سے ہے صیغہ مضارع متکلم واحد ہے
و شرح بعضی نکات آیات مذکورہ در | اور فاعل کیلئے مبنی ہے اور بقی بھی القار سے ہے۔
انفاس النحواص نمودہ شد | صیغہ مضارع واحد مذکر غائب کا ہے اور مفعول

ق فما القی الا ما یبقی الی ولا انزل فی | کیلئے مبنی ہے و انزل ینزل تنزیل سے ہے الاول
ہذا المسطور الا ما ینزل بہ علی | کا الاول و ثانی کہ ثانی اور بابہ میں زائد ہے

ل القی از القار است صیغہ مضارع | اور بامفعول میں مالم لیم ینزل کے لئے فاعل ہے
ممتکلم واحد مبنی است مرفاعل را و یبقی | اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انزل نزول سے ہو اور

نیز از القار صیغہ مضارع است مرواحد مذکر غائب را مبنی است مرفعول را و نزول وینزل از تنزیل الاول کالاول والثانی کالثانی و بادر بہ زائد باشد و مدخول بامفعول مالم لیسیم فاعلہ است مریزل را و تواند بود کہ نيزل از نزول باشد مبنی مرفاعل را یعنی چون امیدوارم کہ دعائے و سوال مرا استجابت نماید پس القار و افاضہ نمیکم بر تو ای برادر مگر چیزیکہ القار و افاضہ نموده شد بسوی من یعنی ہر چہ از حضرت الاحدیثہ کہ مفصل شدہ است در اعیان انبیاء مذکورہ دریں کتاب بر من فایض و نازل شدہ باشد بوساطت منظر اسم جامع کہ رسول ما باشد علیہ السلام من افاضہ میکنم بر تو ای طالب و القار میکنم آزاد کتاب و فرود نمی آرم از عرش قلب خود سے نہیں کرتا ہوں۔

قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ دریں مسطور ایسی صورت میں حضرت شیخ قدس سرہ پر معترض مگر چیزیکہ فرود آوردہ شد بر من از حضرت الاحدیثہ در صورت رسول ما علیہ السلام یا فاعل کیلئے مبنی ہو۔ یعنی میں امید رکھتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے سوال و دعا کو قبول فرمایا تو اے برادران من و طالبان حق جو کچھ کہ بذریعہ اسم جامع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت الاحدیثہ سے جو انبیاء علیہم السلام کے اعیان میں تھا اور تفصیل کے ساتھ مجھ پر قابض و نازل ہوا ہے۔

بجسہ وہی خبر تم پر میں القار و افاضہ کرتا ہوں اور اور اس کتاب نصوص الحکم میں اپنے عرش قلب سے وہی خبر لکھتا اور بیان کرتا ہوں جو چیز کہ بذریعہ منظر اسم جامع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت الاحدیثہ سے مجھ پر القار و نازل ہوا ہے۔

یا جو کچھ کہ خواب صادق میں مجھ پر وارد ہوا ہے مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اسی کو عبارت کے لباس سے آراستہ و پیراستہ کر کے ظاہر و بیان کرتا ہوں اور اُس میں کوئی تغیر و تبدل اپنے حکم سے نہیں کرتا ہوں۔

ایسی صورت میں حضرت شیخ قدس سرہ پر معترض کا اعتراض کرنا اُن کے محبوب ہونے اور صحیح صحیح نہ سمجھنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ شیخ قدس سرہ کوئی

بگویم کہ ہرچہ در مشرہ بر من نازل شد ہمان را
 در لباس عبارت جلوہ میدہم و تغیری واقع
 نشود پس اعتراض بر شیخ قدس سرہ ارجح
 و ناریدگی معترض باشد چہ شیخ قدس سرہ
 بیج مسئلہ در فصوص الحکم از خود نہ گفتہ است
 و از خلاف شریعت نیاوردہ چنانکہ گذشت
 از قول شیخ و بیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب
 فقال لی ہذا الكتاب فصوص الحکم فہذہ چہ
 ایں قول اشارت است کہ ہرچہ در کتاب
 مسطور است از نبی باشد ہرچہ از نبی
 باشد خلاف شریعت نیست یا گفتہ شود کہ
 امیدوار استجابت سوال خود ام کہ تا القار
 نلکم الی آخرہ
 ق دست نبی و لار رسول و لکنی وارث والا
 خرتی حارث
 ل ایں قول برای دفع توہم متوہم پیدا
 یعنی نیست من نبی از انبیاء و نہ در سولے از
 رسل و رسول خاص است از نبی نبی بمعنی
 پیغامبر باشد و خبردار در سول و آنکہ
 مسئلہ کتاب فصوص الحکم میں اپنے طرف سے خلاف
 شریعت نہیں لائے اور نہ لکھا ہے جیسا کہ شیخ قدس
 سرہ کے قول سے ظاہر ہے اور وہ قول (بیدہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کتاب فقال لی ہذا الكتاب فصوص الحکم فہذہ)
 یہ قول اس بات اور اس امر کی طرف اشارہ کرتا اور
 راستہ دکھلاتا ہے کہ جو کچھ اس کتاب فصوص الحکم میں
 رکھا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور جو کچھ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا وہ ہرگز خلاف شریعت
 نہ ہو گا اور نہ ہے۔
 شیخ قدس سرہ نے جو دست بی و لار رسول الا آخرہ
 فرمایا ہے وہ بھدے۔ موٹے۔ کج فہم سمجھ والوں کی
 نظر سے کہا ہے یعنی میں نبی ہوں اور نہ رسول ہوں
 لیکن میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں
 اس لئے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم النبیین
 ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے
 آج کے دن پورا کر دیا ہم نے تمہارے لئے دین تمہارا
 اور پورا کر دیا اور تمہارے اپنی نعمت کو اور رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔
 میں اس لئے پیدا ہوا ہوں کہ مکارم اخلاق کو

صاحب کتاب باشد اور پیغامبران و بعضی
 فرق نکلند و لیکن وارث مرسول را
 علیہ السلام چہ محمد رسول اللہ علیہ السلام
 خاتم النبیین آمد چنانکہ در قرآن مذکور است
 و نیز لفظہ است ایوم اکملت لکم دینکم
 و اتممت علیکم نعمتی و گفت رسول علیہ السلام
 بعثت لاتم مکارم الاخلاق و از دیاد بر
 کمال نقصان باشد الشی اذا جا ز حدہ
 جالس ضدہ ختم شد بر کمال لطف
 سخن : ہر چہ بعد از کمال نقصان است
 پس امر و زعارف وارث نبی باشد
 چنانکہ گفت علیہ السلام العلماء ورثتہ
 الانبیاء و علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل
 و الانبیاء ما ورتوا دیناراً و اولادہما و انما
 ورتوا العلم فمن اخذہ اخذ حظہ و افرغ غنایہ
 وارث بحسب غنایہ مورث باشد پس
 رسول ما علیہ السلام چوں غنی ترین مورثان
 و اعرف ایشان باشد پس رسول علیہ السلام
 غنی ترین وارثان باشد از ورثہ انبیاء دیگر
 پورا کردوں اب اس کے بعد اور کچھ لکھنا اور پڑھانا
 اور زیادہ کرنا نقصان کا باعث ہے۔
 ختم شد بر کمال لطف سخن + ہر چہ بعد از کمال
 نقصان است جو شے اپنے حد سے تجاوز کرتی
 ہے تو وہ ضد کی طرف جاتی ہے اس لئے عارف
 آج کے دن نبی کا وارث ہے جیسا کہ خود حضور
 پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امت
 کے علماء انبیاء کے وارث ہیں اور میرے امت
 کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں۔
 اور انبیاء کا ورثہ درہم و دینار نہیں ہے ان کا ورثہ علم
 ہے وہ تم کو وراثت میں ملا ہے اس کو پورا پورا
 حاصل کرو اور یہ بھی یقین کرو کہ وارث کی غنا
 مورث کے غنا کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لئے جب
 کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غنی ترین
 مورثوں میں ہیں اور سب لوگوں میں اعرف ہیں
 ایسی صورت میں ان کے ورثہ بمقتا اب و اس
 انبیاء علیہم السلام کے ورثہ کے غنی ترین وارثان
 میں ہیں۔ شیخ قدس سرہ العزیز کا یہ کہنا کہ میں رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں اس بات کی

علیہ السلام و قول او وارث تنبیہ است کہ
 گنجینہ علوم و معارف بزور و قہر بدست
 اددادہ اند چہ ارث تملیک قہری است
 پس علوم مکتسبہ برای علماء روایت از راہ
 ارث نباشد و از علماء در قول رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم العلماء و وراثۃ الانبیاء
 و غیر ان علماء درایت و عرفاء اہل کشف
 کہ اولیاء اند مراد باشد چہ اخذ ایشان
 مرالی علوم و جواہر معارف را از صندوق
 باشد کہ اخذ مورثان کہ انبیاء باشند از
 آں بود و چنگ در زدن اولیاء اللہ
 در کشف بعضی مطالب با حدیث و
 قرآن نظر بتائیس مجویبان است و
 دفع وہم ایشان کہ اثبات مطالب
 از قرآن و احادیث میکنند و گرنہ عارف
 مکاشف نیست چہ نزد آں ہر چہ ہست
 از دولت شہود و امداد باطن و وجدانست
 و تواند بود کہ مراد از علماء کہ در قول
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم است ہر دو فریق
 تنبیہ ہے کہ علوم و معارف کا خزانہ بزور و جبر سے ان کے
 قبضہ میں دیا گیا ہے اس لئے کہ ارث تملیک قہری ہے
 اس وجہ سے علوم مکتسبہ علماء روایت کیلئے از راہ ارث
 نہیں ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں
 علماء سے مراد علماء روایت و عرفاء اہل کشف جو کہ
 اولیاء میں مراد ہیں کیونکہ علوم و معارف کے جواہرات
 اور موتی کو اولیاء اللہ اسی صندوق سے لیتے ہیں جس
 صندوق سے انبیاء علیہم السلام لیتے ہیں۔ اولیاء اللہ
 کا کشف کے ذریعہ چنگل مارنا قرآن و حدیث کے بعضے
 مطالب بیان کرنا اور اثبات مجویب لوگوں کے انس و
 محبت پیدا کرنے کے نظر سے کہا گیا ہے اور ان لوگوں
 کے وہم اور شبہہ کو دفع کرنے کے لئے ہے در نہ
 عارف صاحب کشف اور اولیاء کے پاس جو کچھ ہے
 وہ اُس کے شہود و امداد باطن اور وجدانی کی دولت
 ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علماء سے مراد جیسا کہ رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دونوں فریق ہیں
 علماء ظاہر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم
 ظاہر کے وارث ہیں اور علماء باطن رسول مقبول
 صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم باطن کے وارث ہیں اور

باشند کہ علماء ظاہر و رشتہ علوم ظاہر رسول | جو علماء کہ علوم ظاہر و باطن کے جامع ہیں کامل ترین
 اند و علماء باطن و رشتہ علوم باطن رسول و آنکہ | اور غنی ترین تمام درتار میں سے ہیں اور ایسا ہی کامل
 جامع باشند میان علوم ظاہر و علوم باطن | مقتدا کیلئے لائق ہے اور لوگوں کو راستہ بتانے کے
 او کا ملترین و معنی ترین جمیع و رشتہ اند و ہماں | قابل ہے جیسا کہ نفحات الانس میں ہے خلاصہ یہ کہ
 کامل مر مقتدا بودن را شاید و مر راہ نمودن | علماء ظاہر کو وارث اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ علم مقولہ
 را ب مردم زیباست چنانکہ در نفحات الانس | کیفیت سے ہے اور کیفیت کے دربار میں اختیار کے
 مذکور است غایتہ الامر علماء ظاہر را و رشتہ | قدم کا گذر نہیں ہے لیکن پہنچنے کا طریقہ علوم اختیاری
 ازان می تو اں گفت کہ علم از مقولہ کیفیت است | پر ہے اور یہ در رشتہ کے منافی نہیں ہے نہیں تو
 و مر قدم اختیار را بر جناب کیفیت گزینست | علماء باطن کی بھی وارث ثابت نہیں ہوتی کیونکہ
 آری طریق وصول بہ علوم اختیاری است | عرفاء کا شہود و کشف بھی مجاہدہ و ریاضت
 و ایں منافی ارث نیست و گرنہ وارث | سے ہے پس تحقیق مجاہدہ مشاہدہ میں اثر کر نیوالا
 علماء باطن نیز ثابت نشود چہ کشود و شہود | ہوتا ہے اس لئے میں نبی و رسول نہیں ہوں لیکن
 عرفاء نیز ریاضت و مجاہدہ است فان | نبی کا وارث ہوں اور اپنے آخرت کے لئے
 المجاہدت تورت المشاہدت پس من بنی | کھیتی کرنے والا ہوں۔
 در رسول نیم یسکن وارث ویم و مر آخرتہ | جو کچھ اس جگہ ہم کریں گے وہی چیز آخرت میں ہم
 خود را حارت و کشت و کار میکنم چہ در آخرت | پر ظاہر ہوگی یعنی جو چیز ہیاں ہم بوئیں گے آخرت میں
 ہمان ظاہر گردد کہ در اینجا بکارند چنانکہ | اسی کا پھل ہم پائیں گے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ
 گفت رسول علیہ السلام الدنيا مزرعة الآخرة | علیہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
 و یکی از محرکات فقیر بر نوشتن الفاس الخواص | اور الفاس الخواص لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے

اینست ازینجا است کہ در اکثر انفس این مطلب ذکر یافته است و آیتہ چند بر تو بخوانم اگر مومن بایہما فرقانی ادغان و قبول بر تو لازم گردد و گرنہ جزرہ و ورودی در میان نیاید و از میان مردود گردی و القوا یوم ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت و وفیت کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محض و ما عملت من سوء لود لوان بینہا و بینہ امداد ابیعدا و امثال این آیات در قرآن بسیار اند و لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و جدوا ما عملوا حاضر و لا یظلم ربک احداً آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ و المؤمنون کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ پس بہشتت در پہلوئے راست تست و دوزخ در پہلوئے چپ فمن لعیل مثقال ذرۃ

کہ جو کچھ ہم کریں گے آخرت میں اُس کا پھل پاویں گے اس مطلب کو ظاہر کیا گیا ہے اب اس کے بعد چند آیتیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اگر آپ لوگ آیتوں اور فرقان پر ایمان رکھتے ہیں تو اُس کا قبول کرنا آپ لوگوں پر لازم و فرض ہے ورنہ سوائے رو اور تردید کے درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ اور مردودوں کے زمرہ میں شامل ہو جائینا اندیشہ ہے ای لوگو اُس دن سے ڈرو جب اُس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو ہر شخص اپنے کمائی کا پورا پورا بدلہ پاوے گا اور اس کے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔ ہر شخص نے جو کچھ کمایا ہے اُس کا نفع اُس کے لئے ہے اور جس نے برائی کمائی ہے اُس کا ضرر یا نقصان اُس کیلئے ہے ہر شخص نے جو کچھ کمائی کی ہے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا اُس دن جس شخص نے نیک اعمال کئے ہوں گے وہ اس کے سامنے ہوگا اور جس نے بُرے اعمال کئے ہوں گے وہ بھی اُس کے سامنے ہوگا بُرے افعال کو نیا لاکھے گا کہ کاش میرے اعمال اور میرے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوتا

خیرایرہ ومن لعل مثقال ذرۃ شرایرہ آری اور میں اُس کو دیکھ نہ سکتا مثل ان آستوں کے
در بعضی آیات کلمہ جزا و اجر واقع شدہ است قرآن میں بے شمار آستیں ہیں اُن لوگوں کی اتباع
وآں نظر بتغیر لباس و صورت اعمال نہ کر و جن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا
واقع است چنانکہ صبّاع بگوید کہ ہر کہ بر ہے جو کچھ تم نے عمل کیا ہو گا اُس کو دیکھو گے تمہارا
من پارہ طلا بیار و اجرا و پارہ طلا باشد رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔
وہم چنین نقرہ دمس و جزآن و اگر بافندہ ایمان لائے رسول جو کچھ او ترا اُن کو ان کے رب
بگوید کہ اگر بر من رسیمان حریر بیاری جزا کی طرف سے اور سب ایمان لائے اللہ پر اور اُس
آن جامہ حریر باشد و اگر رسیمان پنہ کے فرشتوں پر اور اُس کے کتابوں پر اور اُس کے
آری جزا آن جامہ پنہ باشد و صبّاع رسولوں پر نہیں فرق کرتے ہم در میان رسولوں کے
و بافندہ را از خود بیرون گیر و غیر خود مدار کسی میں۔ اسلئے تمہارے داہنے پہلو میں بہشت
بلکہ او عین تست و تو عین اوئی و با وجود اور بائیں پہلو میں دوزخ ہے۔
آن ہر چہ رسول علیہ السلام آوردہ است سو جس نے ذرہ برابر بھلائی کی وہ دیکھ لے گا اور جس نے
از احکام دنیا و آخرت ہمہ بر حق اند و متحقق ذرہ بھر برائی کی اُس کو بھی دیکھ لے گا
و ما تنفقوا من خیر لویں الیکم و انتم لا تظلمون ہاں بعضی آیات میں کلمات جزا و اجر کا بیان ہے وہ
و تواند بود کہ معنی قول شیخ قدس سرہ العزیز تغیر لباس اور اعمال کے صورت کی نفی سے ہے
و الاخرتے حادثہ این باشد کہ برای آخرت جیسا کہ سونا کہتا ہے کہ جو شخص میرے پاس سونے کا
خود یعنی برای چیزی کہ آخر کار و انجام کردار لکھو الا دے گا اُس کا اجر سونے کا ٹکڑا ہی ہو گا
رجوع بان است و آن فنا فی اللہ است اسی طرح چاندی اور تانبہ اور کساکھ اور پیتل اور
و بقایا اللہ حادثہ ام و حر لیں چہ از عارف علاو اُس کے جو بھی ہو اس کا اجر وہی ہو گا۔

طلب آخرت از جنت و حور و قصور نقصان اور بننے والا کتا ہے کہ جو شخص میرے پاس ریشمی سوت
است و قصور و قول رسول علیہ السلام اللہ لاویگا جزا اُس کا رسمی کپڑا ہوگا اور اگر سوت لاویگا
مزرعة الآخرة نیز اشارت باشد بایں حکم جزا اس کا سوتی کپڑا ہوگا زیورات بنا نیوالا اور کپڑا
ای الامور السابقه اسباب للامور الآخرة بننے والا اپنے سے علاوہ دوسرا نہیں ہے۔ یعنی اپنے
و للاحقنة ای ما کان آخر الامر من الفناء سے علاوہ اُس کو موت سمجھو بلکہ وہ تمہارا عین ہے اور
فی اللہ والبقا بہ و در بعضی نسخہ و لاخوانی تم اُس کے عین ہو اور کبھی بھی اُس کو اپنے سے دور
واقع است بجای و الآخرة یعنی برای نہ سمجھو باوجود اس کے کہ جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ
برادران خود کہ طالبان حق باشند عارث و سلم دنیا و آخرت کے احکام لائے ہیں وہ سب برحق
ام و المنبت ہو اللہ انبئہ اللہ نبأ احسن ہیں اور ثابت ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ شیخ قدس سرہ
قی فمن اللہ فاسمعوا و الی اللہ فارجعوا کے قول عارث کے یہ معنی ہوں کہ میں اپنے آخرت
ل یعنی چوں معارف و اسرار میں کتاب کے ایسی چیز کیلئے کھیتی کر نیوالا اور حریت ہوں کہ جس کا
از حق اند نہ از من و من ما مور نشدہ ام آخر کار و انجام اُسی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور
مگر باظہار معارف و اخراج اسرار سے وہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اسلئے کہ عارف کا
کہ دریں کتاب مذکور اند بسوی مردم از آخرت کیلئے جنت و حور و قصور۔
غیر تصرف بزیادتی و نقصان پس از خدا و مثل اُس کے طلب کرنا نقصان و خسارہ ہے اور رسول
تعالیٰ کی جامع جمیع اسماء و صفات باشد مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا جو الدنیا
و محیط ہمہ کائنات بشنوید اسرار و معارف مزرعة الآخرة ہے اسی طرف اشارہ ہے یعنی یہ امور
کتاب را ای برادران نہ از من و یکی از سابقہ اسباب امور آخرت کے ہیں اور انجام کار
دو فائز اندہ است یا لگفتہ شود کہ تقدیر فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ اور بعضے نسخوں

میں لائحہ عمل کے بجائے والا آخرتی واقعہ ہے یعنی اپنے
 بھائیوں کیلئے جو کہ طالبان حق میں کھڑے ہوئے ہیں
 اگائیوں والا وہی اللہ ہے۔ اگادے اللہ اگانا اچھا
 یعنی جب کہ علوم و معارف اس کتاب فصوح حکم
 کے حق سے ہیں مجھ سے نہیں ہیں اور میں صرف اسلئے
 مقرر کیا گیا ہوں کہ کتاب کے اسرار و معارف کو
 جو لوگوں کی طرف ذکر کئے گئے ہیں بغیر کسی کمی و
 زیادتی کے اظہار و اخراج کر دایسی صورت میں
 اے میرے بھائیوں اللہ تعالیٰ سے جو کہ جامع جمیع
 اسماء و صفات اور تمام کائنات کا محیط ہے
 اسرار و معارف کو سنو اور سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ
 ہی اسرار و معارف کا اظہار کرنے والا اور
 اخراج کرنے والا ہے اور بس اور دوت میں سے
 ایک وقت زائد ہے یا یہ کہا جائے کہ تقدیر کلام یہ ہے
 فاقول اذا كان الامر ما مضى و عرف فاسمعوا
 فاني الكتاب من اسرار و المعارف من اللہ المانی
 یعنی اے برادران من دگر ویدہ اسرار و معارف
 جب کوئی اسرار و معارف اس کتاب فصوح حکم
 کے سنو اور تمہارے فہم میں نہ آوے تو اسرار

کلام اینست فاقول اذا كان الامر على ما
 مضى و عرف فاسمعوا فاني الكتاب من
 الاسرار و المعارف من اللہ المانی و لسوی
 خدا تعالیٰ رجوع کنید چون بشنوید چیزی
 از کتاب کہ در فہم ناقص شما نیاید نہ لسوی
 من کہ القاد و افاضہ معانی کتاب از حق است
 نہ از من و ہوا میسر لکل عیسر و ہوا علم آدم
 الاسرار کلہا لانا فلعلیہ لطلعکم علی ما نیہ
 کہا ہی بالوار و جہہ و در قول مذکور تبتیہ است
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منظر
 اسم اللہ است چہ امر برای شیخ قدس سرہ
 باخراج این اسرار و معارف از جناب
 ادبود علیہ السلام
 ق فاذا سمعتم ما ایت بہ فعوا
 ل عوا کہ در فعوا است از وعی یعنی است
 بمعنی حفظ یعنی پس وقتیکہ بشنوید چیزی
 کہ آوردہ ام دریں کتاب پس یادگیرید
 آنرا کہ از حق است نہ از من چنانکہ گذشت
 ق ثم بالفہم فصلوا مجمل القول و اجمعوا

ل فصلوا صیغہ امر است از تفصیل یعنی
 بعد از فہم معانی و دریافت مراد کتاب
 تفصیل بکنید و شرح و بسط بدہید قول
 مجمل کتاب را یعنی مراد کتاب فہمیدہ
 و بمعانی آن چنانکہ باشد و ارسیدہ
 کلام مجمل مرا شرح و بسط بدہید نہ از
 تخمین وطن و اگر نہ راہ گم شود و مطلوب
 فوت گردد و جمع کنید میان قول مجمل و
 و مفصل و توفیق بدہید میان ہر دو
 قول کہ آن کلام حق است چنانکہ گذشت
 و در کلام حق تعالی تدافع نیست و لو
 کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلاف
 کثیر او لو اند بود کہ مراد آن باشد کہ جمع
 بکنید و توفیق بدہید میان قول مجمل اس
 کتاب و میان آیات قرآن و احادیث
 نبوی کہ فی الحقیقت در میان ہر دو تدافع
 نیست ق ثم منوا بہ علی طالبیہ لا تمنعوا
 ہذہ الرحمۃ الہی و سخطکم فوسعوا
 ل منوا صیغہ امر است از من بین منا

و معارف سمجھنے کیلئے اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف
 رجوع کرو اسلئے کہ معانی کا انقار و افاضہ اللہ
 تعالیٰ سے ہے میرے طرف سے نہیں ہے وہی آسان
 کر نیوالا کل سختیوں کا ہے اور اُس نے آدم کو کل
 اسما سکھلا دئے پس شاید نہ ہو اطلاع پانے
 والے او پر معانی کے جیسا کہ اُس کے چہرہ کی
 روشنی ہے۔ قول مذکور میں تنبیہ یہ ہے کہ رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسم اللہ کے مظہر ہیں کیونکہ
 شیخ قدس پر حکم چلانا اور اسرار و معارف کے
 رواج کا حکم دینا اور مقرر کرنا رسول مقبول
 صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب سے ہے اور بس
 عواد کہ فعوا میں ہے دعی سے ہے بمعنی حفظ
 کرنا یعنی اس کتاب میں جو اسرار و معارف ظاہر
 کئے ہیں وہ تمہارے نظر سے گذریں اور تم
 لوگ اُس کو سنو تو اس بات کو یاد کرو کہ وہ
 اللہ تعالیٰ سے ہے مجھ سے نہیں ہے جیسا کہ
 بیان کیا گیا۔ فصلوا تفصیل سے ہے اور امر کا
 صیغہ ہے۔ یعنی کتاب فصوص الحکم کے مطالب
 سمجھنے اور حاصل کرنے کے بعد معنی مجمل کو شرح

وَلَا تَمْنَعُوا صِيغَةً
 نَهَى اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 كَوَيْلًا تَمْنَعُوا بَيَانًا اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 رَاوِذَةُ الرَّحْمَةِ مَنْصُوبٌ اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 مَرَلًا تَمْنَعُوا رَاوِذَةَ الرَّحْمَةِ مَنْصُوبٌ اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 تَوْسِيعٌ لِعَيْنِي لِيَسْتَرْتَمْتَ نَهَيْدُ بِحِزْبِي كَمَا
 شَتْنِي دِيدًا زَكَاةً وَفَهْمِي دِيدًا بِرِطَالِبَانَ
 كِتَابٌ وَبَيَانٌ بَلْ كُنَيْدًا سِرَارًا وَمَعَانِي بَر
 اَيْشَانُ كَمَا خُودُ قُوْتٍ اَخْرَاجُ اَنْ نَدَارُنْدُ
 وَبَارِزُنْدَارِي دَا زَطَالِبَانَ چُنِيں رَحْمَتِي كَمَا
 ثَالِثٌ وَمُحِيْطٌ اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 مَحْتَضٌ بِكِي نَيْسَتْ دَا لِيَدِ عَوَالِي دَا رَا لِسْلَامًا
 چَه اسْلَامٌ وَشَارُفٌ بُو دَا عَامٌ نَبَا شَد
 اَفَانَتْ تَكْرَهُ النَّاسِ حَتَّى يَكُوْنُوْا مَوْمِنِيْنَ
 وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُوْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
 كَمَا نَسْتِ نَا مَجْمُوْدًا اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 زَرْدِيْكَ فَقِيْرًا تَمْنَعُوا صِيغَةً مَضَارِعٌ
 مَجْمُوْلٌ اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا
 مَرْمُوَابَهُ رَاوِذَةَ الرَّحْمَةِ مَنْصُوبٌ اسْتِزْمَانًا مِمَّنْ مَعْنَى بَارِدًا شَتْنًا

و بسط دیکر تفصیل سے بیان کر و یعنی کتاب کے
 معارف و اسرار اور اس کے مراد و معنی کو
 جیسا کہ چاہئے سمجھنے اور حاصل کرنے کے
 بعد کلام مجمل کی شرح و بسط کر و قیاس اور
 گمان سے اپنی طرف سے کچھ نہ کہو نہیں تو
 راستہ بھول جاؤ گے اور مطلب کو نہ پاؤ گے
 اور مطلوب فوت ہو جاویگا اور قول مجمل
 و مفصل کے درمیان موافقت پیدا کرو
 اور جمع کرو اسوجہ سے کہ یہ کلام حق ہے اور
 کلام حق میں تدافع نہیں ہے۔ اور اگر ہوتا
 نزدیک سے غیر اللہ کے پاتے اس میں اختلاف
 بہت اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو یعنی
 درمیان قول مجمل اس کتاب کے اور قرآن
 و حدیث نبوی کے جمع کرو اور مقابلہ کرو کیونکہ
 فی الحقیقت ان دونوں کے درمیان تدافع
 نہیں ہے۔ منو امر کا صیغہ ہے مناد و منت سے
 ہے جسکے معنی لغت دینے کے ہیں وَلَا تَمْنَعُوا اِنہی
 کا صیغہ ہے منع و یمنع سے ہے جس کے معنی
 باز رکھتا ہے گویا لَا تَمْنَعُوا قَوْلَ مَنْوَابِهِ كَيْلًا

ای ان تمنعوا به علی طالبیہ لا تمنعوا رحمتہ اللہ بیان اور تاکید ہے۔ اور ہذہ الرحمۃ تمنعوا کیلئے
 و نعمتہ الی وسعتکم فوسعوا ولا تبخلوا یعنی پس مفعول اور منسوب ہے اور وسعوا تو وسیع سے
 وسیع کنید ان رحمت را کہ شامل حال تمام ہے امر کا صیغہ ہے۔ یعنی جب کہ کتاب فصوص الحکم
 مردم گرد دچہ ہر کہ ضمنت و بخل و رزد بہ کو تم نے پڑھا اور سمجھا تو اُس کے معارف
 نعمت و رحمت حق تعالیٰ آن نعمت و رحمت را کہ شامل حال اوست از وی سلب جو اُس کے طالب اور اہل ہیں اُن پر کسی قسم کا
 گردانند و نزد اوان رحمت و نعمت احسان مت رکھو اور معافی و مطالب کے
 نسیا منسیا گردان رحمتہ اللہ قریب سمجھانے میں کوتاہی و دریغ نہ کرو کیونکہ وہ
 من المحسنین الدین لا یبخلون مما رزقہم اللہ لوگ کتاب کے معنی کو سمجھتے اور اخذ کر نیکی
 پس تو از بیان معنی دریغ مدارے قوت نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے اُس رحمت
 زبان بکشا با سر را الہی: بگو شرح معانی کو جو تمہارے اور اُن کے شامل حال ہے
 را کہا ہی: و ایں وہم ترا ز رحمت نہ ہد کہ طالبوں کو باز نہ رکھو یعنی اُس رحمت سے محروم
 بمواعظ الہی ہی کسی منتفع و نید پذیر نہ کرو کیونکہ اسلام کا طلب کرنا کسی ایک کے لئے
 نمی شوند کہ ارتفاع و العاظ موقوف مخصوص نہیں ہے واللہ یدعوا الی دار السلام
 بر امر تکوینی است و این امر بدست اوست اس وجہ سے اسلام اور اُس سے مشرف ہونا عام
 و بس چنانکہ گفت و ما کان لنفس ان نہیں ہے۔ پس کیا تم اُن کو بڑی نگاہ سے دیکھتے
 تو من الالبان اللہ و مرعین ترا این ہو یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں کوئی شخص
 استعداد نیست کار عین تو تبلیغ احکام بغیر حکم اللہ کے ایمان نہیں لاتا۔ بخل کرنا اچھا
 است بمردم انک لا اتدی من اجبت نہیں ہے اور خدا اور رسول کے مرضی کی خلاف ہے

ولكن التذبيدي من يشاء وهو اعلم
 بالمتدين وما عليكم الا البلاغ
 ق ولا تضنوا الطالبية فيمنعوا
 ل ولا تضنوا صيغة نهى است ازضن
 يضمن ضنا بالكسر وضنانته بالفتح بمعنى
 بخيلي كردن از باب ضرب يضرب و تمنعوا
 صيغة مضارع مجهولست از منع مردكور
 حاضر را يعنى ضنت نكيد شما يان بدان
 رحمت در حق طالبان تا باز داشته
 نشويد از آن رحمت و اين قول مويد
 توجيه اخير در لا تمنعوا است و اين قول
 در بعضى نسخه يافته نعى شود بدانكه منع
 اسرار الهى از اهل التذبيح تر باشد از
 اظهار آن بر نا اهل و وجه اين در انفاص
 الخواص ذكر يافته
 ق و من التذار جوا ان اكون ممن
 ايد فتايد و ايد و قيد بالشرع المحمدى
 المظهر فقيد و قيد و ان يكثر نافي زمرة
 كما جعلنا من امته
 اس مقام پر صاحب شارح لکھتے ہیں کہ میرے
 نزدیک لا تمنعوا صيغة مضارع مجهول ہے ذکور
 حاضر کیلئے منوا بہ کا جواب ہے اس جگہ نون اعرابی
 سا قظ ہو گیا اے تمنعوا بہ نلی طالبیہ لا تمنعوا
 رحمة اللہ و نعمتہ اللتی وسعتکم فوسعوا ولا تجلوا
 یعنی اُس عام رحمت کو وسیع کر دو اور وہ رحمت
 تمہارے اور سب کے شامل حال ہے۔
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رحمت میں جو شخص ضنت
 اور بخل کرنا ہے حالانکہ وہ رحمت اُس کے بھی
 شامل حال ہے تو اللہ تعالیٰ اُس رحمت و نعمت
 کو اُس سے سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے لئے وہ
 رحمت نسیا منسیا ہو جاتی ہے۔ تحقیق اللہ
 تعالیٰ کی رحمت اچھے لوگوں کے قریب ہے وہ
 لوگ جو اللہ کے رزق میں بخل کرتے۔ پس تم اسرار
 و معارف کے اظہار کرنے اور بیان کرنے میں جیسا کہ
 صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک تم جان چکے ہو اور سمجھ چکے
 ہو کہ تاہی و در یغ نہ کرو سہ
 زبان بکشا باسرار الہی : بگو شرح معانی را کہا ہی
 اس بات سے تم بے دل نہ ہو اور یہ وہم تجھے زحمت

ل اید صیغہ ماضی مجہولست از باب
 تفعیل ای من ایدہ اللہ تعالیٰ توفیقہ
 وتاید الاعتصامی لا من رده اللہ تعالیٰ
 من جنابہ محمد امرہ وایاہ وتاید صیغہ
 ماضی معلوم است از باب تفعیل و
 اید نیز صیغہ ماضی معلوم است از
 باب تفعیل ای تاید بتایدہ الاعتصامی
 و ایدہ غیرہ بان جعلہ مستعد اللتاید
 الالہی بالارشاد والتلقین وچون
 سعادت عظمیٰ در متابعت محمد رسول اللہ
 است صلی اللہ علیہ وسلم واز اینجاست
 کہ او گفت لوکان موسیٰ جیالما وسعہ
 الا اتباعی ویکی گفت اللهم اجعلنی من
 امۃ محمد و دیگر ی گفت اللهم اجعلنی
 من محلیہ وعلیٰ ہذا القیاس گفت شیخ
 قدس سرہ دقید بالشرع الحمدی المظہر
 ای عن ادناس الطبیعۃ وخبث الہوی
 تا صاحب مقامات گرد واز
 اہل الدرجات وقید صیغہ ماضی مجہولست
 نہ دے کہ مواعظ آئی سے ہر شخص منتفع نہیں ہوتا اور
 نفع نہیں پاتا اور نصیحت اُس کے کارگر نہیں
 ہوتی تو اب اسکو اس طرح سمجھو اور جانو کہ فائدہ
 اٹھانا اور نصیحت پانا امر تکوینی پر موقوف اور
 یہ حکم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور بس۔
 جیسا کہ کہا گیا کہ کوئی شخص ایمان نہیں لاتا بغیر
 حکم اللہ کے تمہارے عین کی یہ استعداد نہیں ہے
 کہ تمہارے وعظ سے ہر شخص مستفید ہو ہاں تمہارے
 عین کی یہ استعداد ہے کہ لوگوں میں تبلیغ احکام
 کرو حضور کے شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ
 ہدایت کے راہ پر نہیں لاسکتے لیکن اللہ جس کو
 چاہتا ہے راہ ہدایت دیتا ہے آپکا کام ہدایت
 دینا نہیں ہے آپ تو صرف مبلغ ہیں ہدایت دینا
 اللہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت پانیا لوں
 کو خوب جانتا ہے۔ تمہارا کام تبلیغ احکام ہے
 ولا تضنوا انہی کا صیغہ ہے ضنن یضنن سے ہے ضنا
 بالکسر ہے وضنانتہ بالفتح ہے جس کے معنی بخیلی کرنے
 کے ہیں۔ جو باب ضرب یضرب سے ہے و تمنعوا صیغہ
 مضارع مجہول ہے ذکر حاضر کیلئے منع سے ہے۔

از باب تفعیل عطف است بر آید
 اول ای من اللہ ارجو ان اکون
 ممن قید اللہ بالشرع المذكور و تقيده
 صیغہ ماضی معلوم چون تاید و قید
 صیغہ ماضی معلوم چون آید بعد تاید
 ای تقيده بالقبول والا نقياد والسمع
 والطاعت و قید غیرہ باعلامہ جلال
 قدرہ و کمال امرہ علیہ السلام و ان
 یحشرنا عطف است بر ان اکون
 ای من اللہ ارجو ان یحشرنا فی الدار
 الآخرة فی زمرة ای فی اہل اللہ التاجین
 لہ علیہ السلام الفایزین بالسعادت
 العظمی والدرجۃ العلیا کما جعلنا فی
 الدار الدنیا من امتہ علیہ السلام یعنی
 از خدای تعالی امیدوارم کہ باشم از
 آن کسانے کہ موید ساختہ است حق
 تعالی آنہارا بتوفیق و عنایت خود
 و متاید شدند و قبول نمودند اوامر
 و نواہی اورا و تاید بخشیدہ اند

یعنی طالبوں کے حق میں تم اُس رحمت کو وسیع کرنے
 میں بخیلی و کوتاہی نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو تم سے وہ
 رحمت واپس لے لی جائیگی اور تمہارے لئے وہ
 رحمت نسیا منسیا ہو جائیگی اور یہ قول بعض نسخوں
 میں نہیں پایا گیا۔ جانو اور سمجھو کہ اسرار و معارف
 الہی کار و کنا اور نہ بیان کرنا جو کہ اُس کا اہل ہے اور
 جو کہ نااہل ہے اُس سے بیان کرنا بہت ہی برا ہے
 اسکی وجہ انفاس الخواص میں لکھی گئی ہے۔
 آید باب تفعیل سے صیغہ ماضی مجہول ہے اے ممن
 ہذہ اللہ تعالیٰ بتوفیقہ و تائید الاعتصامی لا ممن ایہ
 اللہ تعالیٰ من جنابہ مجد امرہ و ایاء۔ و تاید باب
 تفعیل سے ہے اور صیغہ ماضی معلوم ہے و آید
 بھی باب تفعیل سے ہے اور ماضی معلوم کا صیغہ ہے
 اے تاید بتائید الاعتصامی۔ و آید غیرہ بان جعلہ
 مستعد اللتائید الالہی بالارشاد و تلقین۔ جب کہ سعادت
 عظمیٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا نہیں ہے
 اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے
 تو ان کو میرے اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور بھی
 کسی نے کہا ہے کہ اے اللہ مجھ کو امت محمد میں کر دے

دیگر ان را مستعد ساخته اند برای طلب حق و محبت او تعلقین و ارشاد راہ حق تعالی و امید دارم کہ با شتم از آن کسانی کہ مقید ساخته است حق تعالی آنها را بشرع محمدی کہ طہارت یافتہ است و پاک شدہ از چرک طبیعت و نجاست ہوا فانہ ما یزعم عن الموی ان ہوا الا وحی یوحی یعنی با شتم از ان جماعت کہ پای ایشان را حق تعالی بسلاسل امواج شریعت مطہر محمدی مقید ساخته باشد کہ ہرگز قدم از دائرہ شریعت بیرون نمی تواند نہاد و دریں قول بیان است کہ شیخ قدس سرہ خلاف شریعت نمی کند و نمی گوید خاص دریں کتاب اگرچہ محجوب و اقف نباشد و محروم باز محجوب راز بیج چراغی نصیب نیست پس مقید شدند آن کسان بقبول

اور بھی کہا ہے کہ اے اللہ مجھ کو محبت اُن کی عطا فرما اور اور علی ہذا القیاس شیخ قدس سرہ نے فرمایا ہے وقید بالشرع المحمدی المطہر اے عن ادناس الطبیعۃ و حنت اموی یہ اس لئے کہا ہے کہ شرائع محمدی پر چلنے والا صاحب مقامات اور اہل الدرجات ہو۔ وقید صیغہ ماضی مجہول باب تفعیل سے ہے اید اول کے اوپر عطف ہے اے من اللہ ارجو ان اکون ممن قید اللہ بالشرع المذكور و تقید ماضی معلوم کا صیغہ ہے مثل تاید و قید صیغہ ماضی معلوم کے ہے اے تقید بالقبول والاقتیاد والسمع والطاعات و قید غیرہ باعلامہ و جلال قدرہ و کمال امرہ علیہ السلام وان یحشرنا اور ان یكون کے عطف ہے اے من اللہ ارجو یحشرنا فی الدار الآخرة فی زمرہ اے فی اہل اللہ تعالین لہ علیہ السلام فالضین بالسعادت العظمیٰ و درجۃ العلیا کما جعلنا فی الدار الدنیا من امة علیہ السلام یعنی اللہ تعالیٰ سے میں امید دار و خواستگار ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں میں سے کر دے اور اُس گروہ میں شامل کرے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت و توفیق سے مضبوط کیا ہے اور اوامر و نواہی کے قبول کرنے میں اُن کی مدد کی ہے اور تائید بخشتا ہے اور اُن لوگوں نے

والتقیاد شریعت و لسمع و طاعت
آن و در قید شریعت آورند دیگران
را به بیان جلال قدر رسول علیہ السلام
و کمال امر او علیہ السلام و طهارت و
و پاک شریعت او از خبث طبیعت
و ہوامی نفس و امیدوارم کہ بر انگیزد
مرا و مقتدیاں مرا در آخرت در میان
زمرہ رسول و دوستان او علیہ السلام
کہ کمر متابعت بر میان دارند تا بسعادۃ
العظمی و درجۃ العلیا مشرف شوند
چنانکہ گردانیدہ است ما را در دنیا
زامتہ و گردہ رسول علیہ السلام و درین
تعلیم است و ادب و حفظ آن پہ شیخ
قدس سرہ عالم و متیقن است کہ او از
جماعہ مذکور باشد پس اکنون شروع
در مقصود آمد چنانکہ می شنوی
ق فاول ما لقاہ الممالک علی العبد
من ذلک فص حکمۃ الہیۃ فی کلمۃ آدمینہ
ل اول مبتدأ مضاف است بسوی

دوسروں کو مدد پہنچائی ہے اور طلب حق کیلئے انکو
مستعد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت و راستے پر
چلنے کی تلقین کی ہے۔ اور میں امیدوار ہوں کہ میں
ان لوگوں میں سے ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں
کو شرح محمدی سے مضبوط کیا ہے اور وہ لوگ
طبیعت دناست اور نجاست سے پاک ہو گئے
ہیں تحقیق ان لوگوں نے اپنی خواہش نفس سے
کوئی کلام نہیں کیا تو بے شک شبہ ان کا اس طرح
کلام کرنا وحی الہی کے علاوہ دوسری چیز نہیں ہے
اور میں یہ ہی اللہ تعالیٰ سے امیدوار خواہش رکھتا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں میں شامل کر لے
کہ جن کے قدم کو اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی
سے وابستہ و مقید کر دیا ہے کہ وہ لوگ کسی حالت
میں بھی دائرہ شریعت سے قدم نکال نہیں سکتے۔
حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کے اس قول میں اس
امر کا بیان ہے کہ شیخ قدس سرہ خلاف شریعت
نہیں کہتے اور نہیں جانتے خصوصاً اس کتاب
فصوص الحکم میں کوئی مسئلہ اور نہ کوئی حکم اور نہ
کوئی اسرار و معارف نہ تو لکھتے ہیں اور نہ بیان

ماموصولہ یا موصوفہ و مالک فاعل القاء
 و علی العبد من ذلک متعلق بالقاہ و
 فص حکمتہ الہیۃ خبر مبتدأ و فی کلمۃ آدمیۃ
 صفتہ مرفوضہ را و اضافہ اول بسوی ما
 بیانہ باشد یا من ذالک بیان ما باشد
 یعنی پس اول چیزیکہ القار و افاضہ کرد
 آزا مالک خاص و معہ و بر بندہ خویش
 ازان کتابی کہ دادہ بود آزا و امر کردہ باخذ
 آن رسول اللہ صلعم فص حکمتہ الہیۃ است
 کہ واقع است در کلمہ آدمیہ یعنی در عینی
 و روحی کہ منسوب باشد بآدم صفی اللہ
 کہ اول فرد نوع انسانی باشد علیہ الصلوٰۃ
 و السلام ازینجا است کہ فص حکمتہ الہیۃ منسوب
 بآدم شد و اگر نہ حکم الہیہ در روح ہر نبی
 دعین او واقع اند خاص رسول ماصلی اللہ
 علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء و افضل العرفا
 است و مظهر اسم جامع باصالت بلکہ
 معارف الہیہ در عین ہر فرد انسانی کل
 باشد اگر چہ بظہور نیاید۔
 لوستا ہے تو ہم کہیں گے کہ
 محبوب راز ہیج چراغے نصیب نیست
 اور ان لوگوں نے سمعاً و طاعتاً شریعت مطہرہ محمدی کو
 قبول کر لیا ہے اور اسکے تابع ہو گئے اور دوسروں کو بھی
 رسول علیہ السلام کے مرتبہ اور جلال و بزرگی و کمال سے
 آگاہ کر کے شریعت کی پاکیزگی سے آگاہ کیا اور ان کو
 خست نفس اور خواہشات نفسانی سے نجات دلایا
 اور میں یہ بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور
 امید دار ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے مقتدیوں
 کو دار آخرت میں درمیان زمرہ رسول اور ان کے
 دوستوں کے گروہ میں اٹھا دے کہ پتکا پیروی کا کر
 پر اپنے رکھتے ہیں تاکہ بڑے بڑے سعادت کے درجوں
 سے مشرف ہوں جیسے کہ اس دار دنیا میں ہم لوگ رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے امت میں ہیں اس تعلیم
 میں اس بات کے سمجھنے کیلئے حفظ ادب ہے کہ شیخ قدس
 سرہ جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اور ان مقتدیان
 اسی جماعت میں سے ہیں۔
 اول مبتدأ و مضاف ماموصولہ یا موصوفہ کی طرف ہے

مصرع۔ وصف جبریلی در انسان بود وقت
پس ہر فرد انسان کل باشد چنانکہ گفت
باری تعالیٰ من قتل نفسا بغير نفس او
فساد فی الارض فکانا قتل الناس جميعا
ومن اجباہا فکانا احیا الناس جميعا یا
بگوئی کہ اول باب از آن کتابی کہ القا
کرد مالک بر بندہ خویش تا آخر مالک
و بعد گفت تا تنبیہ کند کہ گنجینہ معارف
و حکم ملک حق است و بندہ مالک
آن نیست پس تصرف بندہ در آن
گنجینہ روا نباشد مگر وقتیکہ ماذون
باشد چنانکہ شیخ قدس سرہ ماذون
شد و ماورشد باخراج این اسرار
و نص ہر حکمت کہ درین کتاب است
کلمہ است کہ منسوب باشد آن نص
بسوی آن چنانکہ در آخر این نص شیخ
قدس سرہ خود خواہد گفت یعنی
محل نفوس حکمتہ الہیہ است کہ عین
ثابتہ یا روح آدم صغی باشد یعنی

و مالک فاعل القاہ ہے و علی العبد من
ذلک متعلق القاہ کے ہے و نص حکمتہ الہیہ خبر
مبتدا ہے و فی کلمتہ آدمیہ نص کی صفت اور اضافہ
اول طرف ما بیانہ کے ہے یا من ذلک بیان ما کا
ہے۔ یعنی سب سے پہلے اول چیز جسکو کہ مالک
خاص و معمود نے اپنے بندہ پر القار و افاضہ کیا
اُس کتاب سے کہ جو کتاب رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کے دست مبارک میں تھی اور جس کیلئے
لینے کیلئے مجھے حکم دیا تھا وہ حکمت الہیہ ہے جو کلمہ
آدمیہ میں ہے۔ چونکہ اول فرد نوع انسانی حضرت
آدم صغی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اسوجہ
سے یہ نص حکمت الہیہ حضرت آدم صغی اللہ کی طرف
منسوب ہے جو عین یا روح حضرت آدم صغی اللہ
ہے حقیقت میں حکمت نص الہیہ ہر نبی کے روح
و عین میں واقع ہے خصوصاً ہمارے سردار
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روح و عین
میں جو کہ خاتم الانبیاء و مظہر اسم جامع اصالتنا ہیں
واقع ہے۔

بلکہ معارف الہیہ ہر فرد انسانی کی روح و عین

اول چیزیکہ القار کرد آنرا حق تعالیٰ بر بندہ خویش فص حکمتہ الہیہ است کہ واقع شدہ است در کلمہ آدمیہ و ازینجا ظاہر شد وجہ تسمیہ این کتاب باین اسم و الہیہ اسم مرتبہ است کہ جامع جمیع اسما و حقایق است

ق لما اشار الحق تعالیٰ من حیث اسماہ الحسنیٰ التی لا یبلغنا الا حصارہ ان یری اعیانہا

ل لما اشار بامتعلقات شرط است و جزا شرط محذوف باشد یعنی او جد آدم چنانکہ ظاہر کردہ خواهد شد اشار اللہ تعالیٰ یعنی ہر گاہ خواست حق تعالیٰ و تعلق گرفت مشیت او باینکہ بہ بند حق تعالیٰ اعیان اسماہ خود لیکن مشیت مذکور نظر باسمائیہ جزئیہ باشد کہ در شمار نیاید ہر واحد جنس اند و مراد از اعیان اسماہ الہیہ صور حقایق آن اسما اند یا مراد دیرنجا

میں واقع ہیں اگرچہ اُس کا ظہور نہ ہو۔ وصف جبرئیلی در انسان بود و رفت۔ پس ہر فرد انسان کل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یا کہو کہ اول باب اس کتاب سے مالک نے اپنے بندہ پر القار و قاضی فرمایا وہ حکمت الہیہ ہے۔ مالک معبود نے اپنے کو مالک اور جس پر حکم و معارف القار فرمایا اُس کو عبد کہا اس کہنے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ گنجینہ معارف و حکم اللہ تعالیٰ کی ملک ہے بندہ اُسکا مالک نہیں ہے اور اُس گنجینہ معارف و حکم میں تصرف یا اُس کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اُس کے ظاہر کر نیک حکم دے تو وہ ظاہر کر سکتا ہے اور اُس کے ظاہر کرنے میں وہ بندہ مامور و معذور ہوتا ہے جس طرح ابن عربی قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں تصرف کرنے میں منجانب اللہ مقرر کئے گئے ہیں اور اسرار و معارف کو ظاہر کرنے میں وہ معذور ہیں۔ اور فص ہر حکمت کی جو کہ اس کتاب میں ہے وہ کلمہ ہے اور وہ فص اُسی کلمہ کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ اخیر میں خود شیخ قدس سرہ اسکی تشریح کریں گے۔ یعنی محل نقوش حکمتہ الہیہ ہے جو کہ

ذوات اسماء باشند کہ ارباب اعیان
 و ماہیات کو نہ اند
 ق و ان شت قلت ان یری عینہ
 ل یعنی اگر نخواستہ ہی بگوی بجای ان یری
 اعیانہا ان یری عینہ - یعنی ہر گاہ خواست
 حق تعالیٰ بحسب اسماء غیر متناہی خود کہ
 بہ بیند عین خود را مال ہر دو عبارت
 یکے ہست پہ صور حقائق و اعیان اسماء
 حق تعالیٰ عین حق اند فی جامع کون
 یحصر الامر یعنی بہ بیند حق تعالیٰ اسماء
 حقائق صور و اعیان خود در کون مختصراً
 کہ جامع باشد جامع حقائق کو نہ
 مفردات و مرکبات را کہ حاضر و جمیع
 اسماء باشند و کون عبارت است
 از وجود خلق ازین رو کہ خلق باشند
 نہ حق و مراد این جا کون و موجود است
 و کون جامع حاضر انسان کامل باشد
 یا بگویی کہ انسان مطلق ق لکونہ منفعاً
 بالوجود ل این قول لعلیل است مرقول
 اور نتیجہ دونوں عبارتوں کا ایک ہے۔

عین ثابتہ یا روح حضرت آدم صغی اللہ کی ہے۔ یعنی سب سے
 پہلے جو چیز کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندہ پر القار فرمایا وہ
 فص حکمت الہیہ ہے جو کلمہ آدمیہ میں واقع ہے اور اس
 مقام پر وجہ تسمیہ اس کتاب فصوص الحکم کی اس اسم
 کے ساتھ ظاہر ہوئی اور اسم الہیہ اُس مرتبہ کا نام ہے
 جو کہ تمام اسماء و حقائق کا جامع ہے۔

لما اشار متعلقات کے ساتھ شرط ہے اور شرط کی جزا
 محذوف ہے یعنی او جد آدم جیسا کہ ظاہر کیا جائیگا
 انشاء اللہ تعالیٰ یعنی جب کہ چاہا اللہ تعالیٰ نے اور
 اُس کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اپنے اسماء
 جزئیہ کے اعیان کو جس کی کوئی حدود اتنا نہیں اور
 ہر ایک دوسرے کے جنس میں ملاحظہ کرے اعیان
 اسماء سے مراد ان اسماء کے حقائق کی صورتیں ہیں یا
 ان اسماء کی ذات میں ارباب اعیان و ماہیات کو نہ ہیں
 یعنی اگر چاہوں تو ان یری اعیانہا کے بجائے ان یری
 عینہ کہو یعنی جب کہ چاہا اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء غیر
 متناہی کے لحاظ سے اپنے عین کو دیکھے اسلئے کہ حقائق
 کی صورتیں اور اعیان اسماء حق تعالیٰ عین حق ہیں
 اور نتیجہ دونوں عبارتوں کا ایک ہے۔

شیخ را کہ بصر الامر باشد یعنی حاضر لودن کون جامع مرجمیع اسماء النظر باین باشد کہ کون جامع مسقف است بوجود اگر چه بذات خود معدوم باشد یعنی کون جامع نظر باینکہ موجود است بوجود حق و قابل تکون جمیع اسرار وجود حصر کردہ است مرامر جمیع اسماء الہیہ را در بعضی نسخہ متصفاً بالوجوه واقع است بجای متصفاً بالوجود یعنی ساریں کو کون جامع متصف است بوجوه اسماء حق پس ہر موجود اسم او باشد کہ حق تعالی عین خود را بوجہ دران موجود و اسم می بیند در کامل یا مطلق انسان می بیند وجوہ او بجمیع اسماء حق و لیطہر بہ سرہ ال این قول عطف است بر بصر یعنی کونے کہ ظاہر شد گردد بدان سر حق تعالی بسوئے حق تعالی چہ انسان سر او از اسماء و صفات ظاہر میگردد بسوئے او کہ انسان منظر

یعنی ملاحظہ کرے حق تعالی اپنے اسماء و اپنے عین اور حق تعالی کی صورتوں کو ایسے کون جامع و مختصر میں کہ جو اپنے استعداد و قابلیت سے تمامی حقائق کو نہ مفردات و مرکبات کا جمع کر نیوالا اور تمامی اسماء کا حصر کر نیوالا ہو اور کون سے مراد خلق کا وجود ہے اس اعتبار سے کہ خلق ہے حق نہیں ہے اور اس جگہ کیوں اور وجود مراد ہے و کون جامع حاضر انسان کامل ہے یا کہو کہ انسان مطلق ق لکونہ منفعاً بالوجود۔ یہ قول شیخ کے اس قول کا جو کہ بصر الامر ہے تعلیل ہے یعنی گھیر لینا اور احاطہ کر لینا کون جامع یعنی انسان کامل کا تمامی اسماء الہی و نامتناہی اس نظر سے ہے کہ کون جامع حاضر۔ وجود حق سے مسقف ہے اگر چه ذات کے اعتبار سے معدوم ہے یعنی کون جامع جو کہ انسان کامل ہے اور وجود حق سے مسقف ہے اور موجود ہے اپنے اندر وجود کے تمام اسرار و معارف کے پیدا ہونے اور ظاہر ہونے کی استعداد و قابلیت رکھتا ہے اور اسماء الہیہ کے کل احکامات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بعضی نسخوں میں مسعفاً بالوجود کی جگہ پر مسعفاً بالوجوه واقع ہے یعنی کون جامع جو کہ انسان کامل ہے اور وجوہ حق سے

جمیع اسماء و صفات و کمالات حق تعالیٰ باشند متصف ہے اس لئے ہر موجود حق تعالیٰ کی اور اسم میں
 پس تا آنکہ انسان در عرصہ ظہور نیامدہ حق تعالیٰ اپنی ہی وجہ اور اسم میں اپنے عین کو دیکھتا ہے
 بود سرا و در سرا و قات غیب مستور یا یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عین و جمیع اسماء و وجوہ کو
 بود الا انسان سری و انا سرہ و جارات انسان کامل یا انسان مطلق میں دیکھتا ہے یہ قول محصر
 کہ قول مذکور معطوف باشد بر سری یعنی ر عطف ہے یعنی وہ کون جامع جس سے کہ اللہ تعالیٰ
 ہر گاہ خواست حق تعالیٰ بحسب اسماء کا سر اللہ تعالیٰ کی طرف ظاہر ہو اوہ انسان کامل یا
 کہ غیر تنہا ہی اندامکہ بہ بیند حق تعالیٰ انسان مطلق ہے اسلئے کہ انسان کامل یا انسان مطلق
 اعیان اسماء یا عین خود را در کون سے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات ظاہر ہوتے
 جامع و خواست کہ ظاہر شود یدان ہیں اور تمام اسماء و صفات و کمالات کا مظہر ہے
 کون سر حق بسوئے حق و تو اند بود جب تک انسان کامل پیدا نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ
 کہ معطوف باشد بر متصفا بتاویل کا سر پردہ غیب میں پوشیدہ تھا اللہ تعالیٰ نے
 یتصف با بلاتاویل و برین تقدیر خود ہی فرمایا ہے کہ انسان میرا سر ہے اور میں اُس کا
 قول او مکونہ تعلیل باشد مر و بیت سر ہوں۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قول مذکور
 حق تعالیٰ را کہ متعلق است باعیان بری بر معطوف ہے۔ یعنی جس وقت چاہا اللہ
 اسماء و عین حق در کون جامع۔ یعنی تعالیٰ نے اپنے اسماء لا متناہی کے ظہور کے تقاضا سے
 رویت حق تعالیٰ مر عین خود را و اعیان کہ دیکھے اپنے عین کو یا اپنے اسماء کے عین کو ایسے
 اسماء را در کون جامع کہ حاضر باشد کون جامع میں کہ اُس کون جامع سے اللہ تعالیٰ
 مرا جمیع اسماء را بنا بران است کہ کا سر اللہ تعالیٰ ہی کے طرف ظاہر ہو اور یہ بھی
 کون جامع متصف می شود بوجود ہو سکتا ہے کہ متصفاً پر یتصف بتاویل با بلاتاویل

ظاہر میگردد بوسے سرحق تعالیٰ بسوئے
 حق تعالیٰ۔ بدانکہ شیخ قدس سرہ اسم
 حق گفت کہ اسم ذات باشد تا شنیہ کنید
 کہ مشیت مذکور مقتضائے ذات حق
 تعالیٰ است نہ مقتضائے صفیہ اوصاف
 او و فرق کردن میان اسم ذاتیہ و
 اسم صفاتیہ کار عارف باللہ باشد
 و فقیر آنرا در انفاس الخواص گفتم است
 و مشیت باری تعالیٰ مرہر چیز ازلی است
 چہ مشیت او عبارت است از تجلی ذاتی
 و عنایت سابق بایجاد و اعلام پس
 مراد این جا تعلق مشیت باشد و این
 حادث باشد پس کلمہ لما بجائے خود
 واقع است و من حیث اسم الحسنی
 گفت تا تمبیہ کند کہ مشیت حق تعالیٰ
 بدین عین حق و اعیان اسماء حق
 در کون جامع نظر با اسماء باشد چہ
 ذات او بہ بیچ چیز محتاج نیست
 ان اللہ غنی عن العالمین۔

معطوف ہو۔ ایسی صورت میں قول لکونہ اللہ
 تعالیٰ کے رویت کیلئے جو کون جامع میں اعیان
 اسماء و عین حق کے دیکھنے کے متعلق ہے تعلیل ہے
 یعنی دیکھنا اللہ تعالیٰ کا اپنے عین کو یا اپنے اسماء
 کے اعیان کو ایسے کون جامع میں جو اس کے تمام
 اسماء و صفات کا احاطہ کر نیوالا اور گھرنے والا ہو
 اسلئے ہے کہ کون جامع اللہ تعالیٰ کے وجود سے
 منصف ہے اور اس کون جامع سے اللہ تعالیٰ کا
 سر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ظاہر ہو رہا ہے جانو کہ
 شیخ قدس سرہ نے اسم حق کہا ہے کہ اسم ذات ہے تاکہ
 متنبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ذات کے تقاضا کرنے
 سے مشیت مذکور اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ
 اللہ تعالیٰ اپنے عین کو ملاحظہ کرے اور اللہ تعالیٰ
 کے کسی صفات کے تقاضا سے مشیت مذکور امر
 مذکور کی مقتضی نہیں ہوتی اور در میان اسماء ذاتیہ
 اور اسماء صفاتیہ کے فرق کرنا عارف باللہ کا کام
 ہے اور انفاس الخواص میں اس کا ذکر کیا گیا ہے
 اور مشیت حق تعالیٰ کی ہر چیز کو ظاہر کرنے کیلئے ازلی
 ہے۔ اب سمجھو کہ مشیت اللہ تعالیٰ کی تجلی ذات اور

بخلاف اسماء پر غفار صاحب و تب را
خواہاں و منعم نعمت را قرآن را کہ نعمت
بد ہد طالب است چنانکہ سلطان بذات
بیج حرا ز لباس فاخرہ و تخت و قیل و
اسپ و لشکر محتاج نباشد و نظر با اسماء
کہ آمرشد و ناہی و عادل و غیر آن بہ لبا
چیز محتاج باشد و اسم عبارت است
از ذاتے کہ متصف باشد بصفیۃ از صفات
مثلاً ذاتے کہ متصف باشد رحمت اتنانیہ
رحمن است و ذاتے کہ متصف باشد
برحمت و جوہیہ رحیم باشد و ذاتے کہ
متصف باشد بمغفرت غفار است
و ذاتے کہ متصف باشد با تمام منتہیہ
و علی ہذا القیاس چنانکہ انسان ذاتے
است و بس۔ و ذات با صفت کتابت
و فضیلت و ضحک و تعجب و حس الوجہ
و قبیح الطلعۃ اسماء انسان باشد
پس ذات انسان واحد باشد و اسماء
آں متکبر پس زید اسم باشد و عمر خالد

غایت ازلی کی پہلے سے موجودات عالم کے اعلام و
ایجاد کیلئے ہے اور اس جگہ مراد تعلق مشیت کا ہے
اور یہ حادث ہے پس کلمہ لما بجائے خود واقع ہے
اور من حیث اسماء اکسئی کہا تا متنبہ کرے کہ مشیت
اللہ تعالیٰ کی کون جامع یعنی انسان کامل میں اپنے
اسماء کے اعیان کو یا اپنے عین کو دیکھنا اسماء کے
نظر سے ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم سے غنی
اور بے پروا ہے اور کسی چیز کی محتاج نہیں ہے ان اللہ
غنی عن العالمین۔ خلاف اسماء کے۔ کیونکہ اسم غفار
گنہگار کا اور اسم منعم نعمت کا اور حسب کو نعمت دیجائے
اس کا طالب و خواہاں ہے جیسے کہ بادشاہ ذات کی
نظر و اعتبار سے کسی چیز کا مثل لباس فاخرہ اور
تخت و ہاتھی و گھوڑا و لشکر وغیرہ کا محتاج نہیں ہے
لیکن اسماء کے نظر سے روکنے والا حکم چلائیوا الا انصاف
کہ نیوالا اور علاوہ اس کے بہت ہی چیزوں کا محتاج
ہے اسم عبارت ہے ایسے ذات کی جو اپنے اسماء کے
کسی نہ کسی اسم سے متصف ہو مثلاً جو ذات کہ رحمت
اتنانیہ کے صفت سے موصون ہو وہ رحمن ہے اور
جو ذات کہ رحمت و جوہیہ کے صفت سے موصون ہو

وہ رحیم ہے اور جو ذات کہ انتقام کے صفت سے
 موصوف ہو وہ منتقم ہے اور اسی طرح اُس کے کل
 اسماء کو قیاس کر لو۔ جیسے کہ انسان ایک ذات ہے
 اور بس۔ ذات انسان کا کتابت و فضیلت دینی
 و تعجب و خوبصورتی و بد صورتی کے صفتوں سے
 منصف ہونا یہ سب اُس کے اسماء ہیں اب اسکو بھی
 سمجھ لو کہ ذات انسان اکیلی ہے اور اسماء اُس کے
 ہیں زید و بکر و علاوہ اُس کے اسم ہیں حالانکہ ہر ایک
 عین انسان ہے اسی طرح حق تعالیٰ ذات کے اعتبار
 سے واحد ہے اور اسماء کے اعتبار سے کثیر ہے اب تم
 اس بات کو بخوبی سمجھ گئے ہو گے کہ اسم عین مسمی ہے۔
 اور کلمہ رحمن و رحیم و عفار و منتقم اسم الا اسم ہیں اور
 اللہ تعالیٰ کا اسم اپنے ذات و حقیقت کی نظر سے
 منظر کا طالب ہے تاکہ چھپے ہوئے خزانے اور اُس کے
 اوزار ظاہر ہوں جیسے کہ انسان کا اسم جو کہ سخی ہے
 منظر کا طالب ہے جس سے اُس کے سخاوت و کمالات
 ظاہر ہوں نہیں تو سخاوت و کمالات اُس کے ظاہر نہ
 ہوں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اسم عفار اپنے
 منظر کا خواہاں ہے اور چند چیزوں کا مثل گناہ

اسم باشد و بکر و عمرآن با آنکہ ہر واحد
 عین انسان اندہم چنین حق تعالیٰ واحد
 باشد بذات و متکثر با اسماء پس انوں
 دانستی کہ اسم عین مسمی باشد و کلمہ رحمن
 و رحیم و عفار منتقم اسم الا اسم است و اسم
 حق تعالیٰ نظر بذات و حقیقت طالب است
 و منظر را تا اوزار مکتوبہ و اسرار مخزونہ او
 ظاہر گردد چنانکہ اسم انسان کہ سخی باشد
 منظر می طلبد و الاسخاوت و کمالات
 او ظاہر نگردد ہم چنین چند چیز دیگر
 مطلوب است و گرنہ سخاوت ظاہر
 بگردد ہم چنین عفار منظر می خواهد
 و چند چیز دیگر از وتب و مدتب
 مطلوب است چنانکہ فرمود رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم بولم نذب الذہب
 اللہ بکم و آتی بقوم مد
 و گرنہ اسم عفار و زکرب و کانت
 باشد و ہر موجود اسمی است از اسماء
 حق تعالیٰ و منظر عین ظاہر باشد پس

ہر موجود عین حق باشد بانکہ غفار منتقم
 نیست و ہادی مفضل نہ چنانکہ قائم قاعد
 نباشد و قاعد ساجد نہ پس شاہد
 شریعت راہ یافت و بر منصف شہود متجلی
 شد پس باطل باطل باشد و حق حق
 چنانکہ نافع نافع است و ضار ضار اسے
 انکار باطل نتوان کرد کہ انکار حق باشد
 چه باطل عین حق است سے
 چون بعض ظہورات حق آمد باطل
 پس منکر باطل نہ شود جز جاہل
 و امر بمعروف و نہی از منکر غیر انکار باشد
 باطل نظر باینکہ موجود است
 حق باشد و ازیں را کہ مستغنی عدم است
 باطل و مردود از جناب اسم ہادی پس
 قول شیخ قدس سرہ اسماء الحسنی اشارت است
 کہ ہر موجود مظهر اسم است از اسمائے
 حق چنانکہ گذشت جس باشد بذات خود
 یا شر شرارت آن نظر بعارض است
 و عارض معارض ذات نمی تواند شد

دگنہگار کا طالب ہے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر پیدا ہونیوالی مخلوق سے گناہ
 سرزد نہ ہوتا اور کوئی گنہگار نہ ہوتا تو میں ان سب
 کو اپنے طرف اٹھالیتا اور ایک ایسی مخلوق پیدا کرتا
 جو گناہ کرتے اور میں ان سب کو معاف کرتا اور بخش دیتا
 اب تم سمجھو کہ اگر گنہگار نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا اسم
 غفار کرب و بے چینی میں رہتا۔ ہر موجود اللہ کے کسی
 نہ کسی اسم کا مظهر ہے اور مظهر عین ظاہر ہے اس لئے
 ہر موجود عین حق ہے۔ باوجود اس کے اب سوچو
 اور سمجھو کہ پھر ہی غفار منتقم نہیں ہے اور ہادی مفضل
 نہیں ہو سکتا جیسا کہ بیٹھنے والا کھڑا ہونیوالا نہیں ہے
 اور کھڑا ہونیوالا سجدہ کرنیوالا نہیں ہو سکتا۔
 پس شاہد شریعت درمیان میں آئی اور شہود کے چہوتے
 پر متجلی ہوئی اور بتایا کہ باطل باطل ہے اور حق حق ہے
 جیسا کہ نافع نافع ہے اور ضار ضار ہے لیکن باطل کا
 انکار نہیں کرنا چاہئے کہ باطل کا انکار حق کا انکار ہے
 کیونکہ باطل عین حق ہے۔

پس مراد باسما و حق تعالیٰ اسما جزئیہ
باشند ازین جاگفت اللتی لایبلغنا
الاحصاء یعنی در شمار نیائند چه اسما جزئیہ
او غیر متناہی اند و ازین جامی بینی کہ موجودات
غیر متناہی اند اگر چه اسما کلیہ او متناہی
باشند نو دو نو بگوئی یا اک ہزار
واک یا غیر آن مثلاً نافع اسم کلی اوست
و مر نافع ناجزیات غیر متناہی اند
ازین جاست کہ موجودات نافع غیر
متناہی اند وہم چنین ضار و عمر آن قل
لو کان البحر مداد الکلمات ربی
لنفد البحر قبل اند تنفد کلمات ربی
و قدم صفات قبل سمیع و بصیر و ار
آنها منافی نیست کہ آثار صفات در
لازال باشند و ظهور آنها مقرون
بحدوث گردد چنانکہ زید مثلاً امرار
سمیع است و ظهور این صفت فردا کہ
متعلق بلسوعات خواهد شد خواهد
گشت بکلمات جدار و اشجار کہ چون

اچھے اچھے کاموں کے کرتیک حکم دینا اور برے افعال سے
پرہیز کرنے کو منع کرنا اس سے باطل کا انکار لازم نہیں
آتا ہے باطل اس نظر سے کہ موجود ہے حق اور اس نظر
سے کہ متضمن عدم سے ہے اسم ہادی کے جناب میں باطل
و مردود ہے اب سمجھو کہ قول شیخ قدس سرہ جو کہ اسما الحسنی
ہے اشارہ ہے کہ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی
اسم کے منظر ہیں بذات خود کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا
جیسا کہ ذکر کیا گیا عارض ہے اور عرض ذات کا معارض
نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ کے اسما سے مراد اس جگہ اسما
جزئیہ ہیں جن کا شمار نہیں ہے اسی جگہ سے کہا ہے کہ
موجودات عالم غیر متناہی ہیں کیونکہ اسما جزئیہ حق تعالیٰ
کے غیر متناہی میں اگر چه اسما کلیہ اُس کے متناہی ہیں
نالوے کہو یا ایک ہزار کہو یا اُس سے زیادہ کہو مثلاً
اسم نافع اللہ تعالیٰ کا اسم کلی ہے اور اسم نافع کے جزئیات
غیر متناہی ہیں اسی جگہ سے ہے کہ موجودات نافع غیر
متناہی ہیں۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے اسم ضار
کو سمجھ لو اور اُس کے دوسرے اسموں کو بھی جان لو
کہ وہ کہہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کیلئے
سیاہی ہو جائیں تب بھی میرے رب کے کلمات کو نہیں

سمیع نیستند در بیچ وقت مسموعات
 بر آہنا انکشاف نخواہد یافت پس در
 اولیت و باطنیت علم بود و در آخریت
 و ظاہریت شہود ہوا اول والاخر
 و الظاہر والباطن قدا حاطہ بکل شیء علما
 واحصی کل شیء عددا
 ق فان رویتہ البشی نفسہ بنفسہ ہا ہی
 مثل رویتہ نفسہ فی امر آخر کیونکہ
 کا المرآة
 ل این قول تعلیل است مرقول
 سابق را کہ لما اشار الحق باشد تا آخر
 یعنی خواست حق تعالی کہ بہ بیند عین
 خود را و اعیان اسماء را در کون جامع
 حاضر چہ دیدن شے مرذات خود را
 بذات خود نیست مثل دیدن شے مر
 ذات خود را امرے دیگر کہ مثل آئینہ
 باشد چہ دین ہا شہودے دیگر باشد
 و نمودے دیگر بلکہ اول شہود و نمود نمود
 چنانکہ اشارت کردہ است و امر دیگر
 لکھ سکیں گے۔ صفتوں کا قدیم ہونا مثل سمیع و بصیر
 اور اُس کا ازل میں پایا جانا اس امر کی منافی نہیں
 ہے کہ صفت کے آثار لایزال میں ہوں اور ظاہر ہونا
 اُس کا حدوث پر موقوف ہو کہ جیسا کہ زید آج کے
 دن سمیع ہے اور ظہور اُس صفت کامل کے دن جبکہ
 سننے والی چیزوں سے متعلق ہوگا تب سمیع ہوگا ایسا
 نہیں ہے بلکہ اولیت و باطنیت میں علم تھا اور ظاہریت
 اور آخریت میں شہود ہے۔ خلاف دیوار اور درخت
 کے جبکہ وہ سننے والے نہیں ہیں کسی وقت بھی سننے
 والی چیزوں کا انکشاف نہیں ہوگا وہی اول ہے
 وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔
 یہ قول پہلے والے قول پر جو کہ لما اشار الحق ہے
 تعلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے عین
 کو یا اپنے اسماء کے اعیان کون حاضر جامع میں
 کہ جو انسان مطلق ہے دیکھے کیونکہ دیکھنا کسی شے
 کا اپنے ذات کو اپنے ذات میں مثل اُس دیکھنے
 کے نہیں ہے کہ دیکھنے سے اپنی ذات کو کسی دوسری
 چیز میں کہ جو مثل آئینہ کے ہے۔ کیونکہ اس طرح
 دیکھنے میں شہود و نمود دوسری قسم کا ہے۔

نظر بظاہر گفتہ شد کہ محبوب بر آنست
 و اگر نہ امر دیگر موجود نیست ہر صہ پست
 عین اوست ۵

غیر تش غیر در جہاں نگذاشت : لاجرم
 عین جملہ اشیا شد : ازینجا است کہ
 گفت شیخ قدس سرہ کیوں کہ کلام آراء
 یعنی باشد امر دیگر مرآن سی را بچو آئینہ

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
 فانہ یظہر لہ نفسہ فی صورہ یعطیہا
 المحل المنظور فیہ مما لم یکن یظہر لہ من
 غیر وجود ہذا المحل ولا تجلیتہ لہ

ل این قول تعلیل است مرقول
 شیخ را کہ فان رویتہ المشی نفسہ فی نفسہ
 باشد تا آخر یعنی رویت اول مثل رویت
 ثانی نباشد چہ در رویت ثانی ظاہری

شود مرشی را نفس و ذات آن بصورتی
 و شکلی کہ میدہد آنرا محل مذکور کہ منظور
 فیہ باشد کہ نظر و تجلی در وے واقع
 باشد کہ آنرا آئینہ فرض کردہ یعنی آن

بلکہ پہلے جس طرح سے کہ دیکھنا تھا اُس کے لئے
 کہہ سکتے ہیں کہ اُس دیکھنے میں شہود و نمود نہیں
 تھا جیسا کہ کہا گیا۔

اور دوسری بات یعنی دوسرا دیکھنا ظاہر نظر و اعتبار
 سے کہا گیا ہے کیونکہ جو حجاب میں ہے اُس کے
 نظروں میں دو وجود ہیں دراصل کوئی دوسری
 چیز موجود نہیں ہے جو کچھ ہے عین شہود ہے۔

اسی جگہ سے شیخ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وہ
 دوسری چیز مثل آئینہ کے ہے وہی اول ہے
 وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔

یہ قول حضرت شیخ قدس سرہ کے قول کیلئے جو کہ فان
 رویت آتشی نفسہ فی نفسہ تا آخر ہے تعلیل ہے
 یعنی پہلا دیکھنا مثل دوسرے دیکھنے کے نہیں ہے
 کیونکہ دوسری طرح سے دیکھنے میں دیکھنے والے
 کی نفس و ذات ایسے صورت و شکل میں جس پر
 کہ نظر و تجلی واقع ہوتی ہے وہ محل مثل آئینہ فرض
 کر لیا گیا ہے ظاہر ہوتی ہے یعنی وہ صورت
 بلا تحقق محل ظاہر نہیں ہوتی اور دیکھنے والے کا
 سامنے ہونا بھی ضروری ہے یعنی دیکھنے والے کا

صورت ظاہری شود مرآن شی را بلا تحقیق اور اس محل جس میں وہ نظر کرتا ہے دونوں کا ہونا
 محل مذکور وہی تجلی شدن شی دران محل پہ لازمی و ضروری ہے اور شکل عجیب و غریب کے
 ظہور صورت کسی بی محل منظور فیہ کہ دروے ظاہر ہونے کیلئے وہ محل منظور فیہ جس میں دیکھنے والا
 صورت مذکور عوید اگر وہی مقابلہ نظر کرتا ہے دیکھنے والے کا مقابل ہونا بھی لازمی و
 نمودن آنکس مر محل منظور فیہ را متصور ضروری ہے اسی نظر و اعتبار سے یعطیہا اعل منظور
 نیست برای ظہور صورت غریب و شکل فیہ کہا ہے نہیں تو فاعل یعنی صورت کا پیدا کرنا والا
 عجیب محل منظور فیہ و مقابلہ ناظر بوسے اور شکل یہ سب کے سب وہی ناظر و شاہد ہے یعنی
 لازم باشد و ضروری و بہمین اعتبار فاعل و موجد صورت و شکل وہی ہے وہی ناظر
 یعطیہا المحل المنظور فیہ گفتہ است و گرنہ و شاہد ہے اور وہی شاہد ہے وہی مشہود ہے وہ
 فاعل و موجد صورت و شکل ہماں ناظر شاہد اور مشہود ہے جو کچھ کہا گیا یہ حق کے بارے
 و شاہد است و موجد شاہد و موجد المشہود میں تھا اس وجہ سے مقابلہ سے تجلی کو تعبیر کیا بعضوں نے
 و شاہد و مشہود و چون سخن در حق بود تجلیہ کا بدل جو کہ مصدر مضاف ہے ضمیر غائب کی
 از مقابلہ تجلی تعبیر نمود بعضی بدل تجلیہ طرف باب تفعیل سے تجلیہ بڑھا ہے مصدر غیر مضاف
 کہ مصدر مضاف باشد بسوی ضمیر باب تفعیل سے جیسے تسمیہ یعنی بغیر محل منظور فیہ کے
 غائب از باب تفعیل تجلیہ خواندہ نہ جلا دئے ہوتے۔
 مصدر غیر مضاف از باب تفعیل چون اب سواد سمجھو کہ صورت عجیب و شکل غریب کے
 تسمیہ یعنی از غیر جلا دادن مر محل منظور فیہ دیکھنے کیلئے جگہ کا موجود ہونا اور اس کا جلا دیا فردی
 را چہ مر مشہود صورت و ظہور شکل را ہے اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کے بغیر شکل کا
 وجود محل و جلا دادن محل ضروریست دیکھنا اور ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے اب تم نے سمجھا اور

کہ بدون این دو امر شہود و نمود شکل نمی
شود پس دریافتی کہ دیدن کس مردات
خود را در ذات خود نہ چون دیدن آنکس
باشد مگر خود را در آئینہ سے تو ہم در آئینہ
حیران حسن خویشتانی: زمانہ ایست کہ
ہر کس بخود گرفتار است: ازینجا است
کہ ہر کس از صبح و بلیغ و حسن و فنیج آئینہ
را از دست بر غبت نمیدہد پس در آئینہ
چیزی دیدہ کہ بی آئینہ آن چیز ہویدا
نودہ چہ دیدہ کہ بائینہ ماثلی شب و روز
زمن نہفتہ مدارا پچہ رونمود انجا:
قی و قدر کان الحق او جدا انعام کلمہ وجود
شیخ مسوی لا روح فیہ فکان کمرأة غیر
مجلوۃ و من شان الحکم الالہی انہ ماسوی
محل الا و لا بدان یقبل روحاً الہیہ عبر عنہ
بالنفع فیہ
ل این قول جملہ حالیہ است مرتبط
بقول سابق کہ لما اشار الحق باشد تا آخر
یعنی و حال آنکہ بتحقیق حق تعالی خلق

جانا کہ دیکھنا کسی کا اپنی ذات کو اپنی ذات میں مثل اُس
دیکھنے کے نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کو آئینہ میں دیکھے۔
تو بھی آئینہ میں اپنا حسن و جمال دیکھ کے حیران ہے
ایک زمانہ ہو گیا کہ ہر شخص اپنے ہی میں گرفتار ہے یہی
وجہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ خوبصورت ہو یا بد صورت
آئینہ کو اپنے ہاتھ سے چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا یعنی
آئینہ میں غم نے وہ چیز دیکھا کہ بغیر آئینہ کے اُس چیز کا
دیکھنا محال تھا۔
آئینہ میں تم نے کیا دیکھا کہ تمام دن اُسی کی طرف مائل
رہتے ہو۔ مجھ سے مت چھپاؤ جو کچھ کہ آئینہ میں دیکھا
یہ قول جملہ حالیہ ہے اس کا ارتباط قول سابق سے
جو کہ لما شاہ الحق تا آخر ہے۔
یعنی حال یہ ہے کہ پیدا کیا تھا اللہ تعالیٰ نے انسان
کے علاوہ تمامی اہل عالم کو۔ شیخ کا لہجہ مسوی
و معتدل یعنی عالم مثل ایک خوبصورت پتلا تھا لیکن
اُس میں روح و جان نہ تھی یعنی عالم مثل آئینہ تھا
جس میں قلعی نہ تھی اور تاریک تھا حالانکہ شان
حکم خداوندی و سنت الہی یہ ہے کہ جس محل کو
برابر کرے اور اعتدال پر لاوے اُس حالت میں

کردہ بود تمامی اہل عالم را سوای انسان | وہ محل مجبوراً اور ضرورتاً روح الہی اور جان
 کالبدی مستوی و معتدل لیکن بی روح | قدسی کو قبول کر لیوے اسلئے کہ وہ حق تعالیٰ
 بود و جان نداشت پس بود عالم چون | سے نسبت تمام رکھتا ہے وہ محرم اسرار ہے
 آئینہ غیر مجلود و غیر روشن دھال آنکہ | اور بھیدوں کا جاننے والا ہے اُس محل میں
 شان حکم خدائی و سنت الہی آست | اللہ تعالیٰ کا نفع روح کرنا اسی کی طرف اشارہ
 کہ تسویہ نکرد و معتدل و معتدل ساخت | ہے جیسا حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں
 بیچ محلی را مگر بحالی کہ قبول کند ناچار | حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس وقت میں
 و بضرورت روح الہی و جان قدسی | سویتے کر چکوں اور اُس میں اپنی روح پھونکوں
 را کہ نسبت تمام بحق دار و محرم اسرار | تم سب کے سب سجدہ میں چلے جانا اور قول
 است و نفع روح در محل کنایت و عبارت | شیخ قدس سرہ کا جو کہ وجود شیخ مستوی ہے
 از این قبول است چنانکہ گفت در حق | وجد کے لئے مصدر ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔
 آدم علیہ السلام فاذا سویتہ و نفخت فیہ | ادگاوے ادگانا اچھا۔
 من روحی فقوالہ ساجدین و قول او | شیخ قدس سرہ کے قول سے جو کہ لما اشار الحق
 کہ وجود شیخ مستوی باشد مصدر است | تا آخر ہے اُس پر ایک شبہ ہوتا ہے اُس
 مراد ہوا چنانکہ تو میگوی انبتہ اللہ | شبہ کا دفع کر بنوالا جو قول کے اوپر بیان
 نباتا حسنا بدانکہ ایں قول دفع شبہ | ہوا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ جب کہ دوسری چیز
 است کہ متوجہ می شود بر قول او کہ | مثل آئینہ موجود ہے۔
 لما اشار الحق باشد تا آخر و شبہ نیست | جو کہ عالم ہے سوائے انسان کے اور وہ اپنی
 کہ چوں امر دیگر مثل آئینہ موجود است | حسین و خوبصورت شکل کو اُس آئینہ میں

کہ عالم باشد سوائے انسان و جمید صورت
 و شاہد شکل در آئینہ روئے خود را
 می تواند نمود و برائے ذات حق تعالی
 عروس مذکور بر حجلہ عالم جلوہ می تواند
 داد پس چه حاجت است کہ ایجاد آدم
 کند کہ شیخ قدس سرہ در صد و بیان
 اثبات آلت پس گفت شیخ قدس
 سرہ و قدکان الحق او جد العالم الی
 آخرہ و ہم دریں قول اشارت است
 بوجه دیگر برائے ایجاد آدم غیر از وجه
 سابق چنانکہ گفت و من شان الحکم
 الالہی تا آخر یعنی ہر گاہ کہ عالم چوں مرآة
 غیر مجلو بود و سنت اللہ برین است
 کہ ہر محل مستوی و معدل کہ در عرصہ
 وجود و نمود آید البتہ روح الہی و
 جان قدس را قبول کند پس حق آدم را
 موجود ساخت تا جلای مرآة حاصل
 کرد و عالم بہ آدم کہ روح عالم باشد
 زندہ شود چنانکہ پیشتر خو ہد گفت
 دیکھ سکتا ہے ایسی صورت میں آدم کے پیدا کر نیکی
 کیا ضرورت پیش آئی کیونکہ شیخ قدس سرہ کا یہ
 بیان انسان کے پیدا کر نیکی ضرورتاً یقین میں ہے
 اس لئے شیخ قدس سرہ نے فرمایا و قدکان الحق
 الی آخرہ ہمارے اس کہنے میں آدم کے پیدا کرنے
 کیلئے ایک دوسری وجہ بھی ہے جیسا کہ شیخ قدس
 سرہ نے فرمایا ہے من شان الحکم الالہی الا آخرہ
 یعنی جبکہ عالم مثل آئینہ تاریک تھا اور اس میں قلعی
 نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی
 محل مستوی و معدل عرصہ وجود میں آئے اور
 اور ظاہر و پیدا ہو تو اس کے لئے ضروری
 و لازمی ہے کہ روح الہی و جان قدسی کو قبول
 کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا
 تاکہ آئینہ کو جلا حاصل ہو۔
 حضرت آدم علیہ السلام چونکہ عالم کی روح تھے
 اس وجہ سے ان کے پیدا ہونے سے عالم نے
 زندگی پائی ان تمام کلاموں کا حاصل یہ ہے
 کہ عالم بغیر انسان کے تیرہ و تاریک آئینہ تھا
 اس میں قلعی نہ تھی اس لئے دل بھائی والی

عجیب و غریب شکل اللہ تعالیٰ کے آئینہ عالم میں
ظاہر نہ ہوئی کیونکہ بغیر انسان کے عالم بغیر روح
کے ایک پتلا تھا اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ہر
صورت مستوی روح الہی اور جان قدسی کو
قبول کرے اس لئے آدم کو پیدا کیا تا کہ آئینہ
میں صیقل ہو جاوے اور صورت مستوی میں
حرکت آجائے اور روح ظاہر ہو۔

یعنی روح الہی کا صورت مستوی اور محل مودل
میں پھونکنا سوائے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ
محل معدل و صورت مستوی فیض مقدس اور
تجلی دائم کے قبول کرنے کی استعداد حاصل
کر لینی ہے اور روح الہی و جان قدسی کو قبول
کر لینی ہے اور یہ تجلی دائم عین فیض مقدس ہے
کہ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

پس عطف تجلی دائم عطف تفسیری ہے اور شرح
قبصری سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نسخہ میں التجلی
دائم ہے بغیر او عطف کے اس لئے التجلی دائم
صفت یا بدل ہو اور یہی اُس شرح سے ظاہر
ہوتا ہے کہ بغیر لام تعریف کے فیض التجلی دائم

فاقتضی الامر جلا مرارة العالم و فکان
آدم عین جلا تملک المرارة و روح
تلك الصورة و حاصل کلام اینست
کہ عالم بدون انسان آئینہ تیرہ و بی
صیقل بود و مرثاہد شکل مردات حق
تعالی را دریں آئینہ روی نمود کہ بدون
انسان شمی بود بی روح و سنت اللہ
برین است کہ ہر محل مستوی مر روح
الہی و جان قدس را قبول کند پس آدم
را موجود ساخت تا جلا آئینہ و روح
محل مستوی ہویدا گردد

ق و ما ہوا الاحصول الاستعداد من
تلك الصورة المسواة لقبول الفيض
المقدس و التجلی الدائم الذی لم یزل
و لا یزال

ل یعنی نیست نفع روح الہی در محل و
قبول نمودن محل مر روح الہی را مگر
حصول استعداد و صورت مستوی و
محل معدل کہ قبول فیض مقدس و تجلی

دائم کند کہ ہمیشہ بود و ہمیشہ خواهد بود
 و این تجلی دائم عین فیض مقدس
 باشد کہ ہمیشہ بود و ہمیشہ خواهد بود
 پس عطف تجلی دائم عطف تفسیری
 باشد و از شرح قبصری ظاہر میشود
 کہ نسخہ التجلی الدائم است بدون
 و او عطف پس التجلی الدائم بدل باشد
 یا صفت و نیز از شرح ظاہر میگردد
 کہ در بعضی نسخہ فیض واقع است
 بدون لام تعریف باضافہ فیض
 بسوی التجلی الدائم و لفظہ است
 در معنی اضافہ یعنی فیض کہ حصول
 آن از تجلی دائم است و بریں تقدیر
 فیض غیر تجلی دائم باشد بخلاف تقدیر
 بدل و صفت کہ بر تقدیر تعریف فیض
 باشد پس تواند بود از قبل اضافت
 صفت بسوی موصوف باشد یا عکس
 آن و اگر مراد از تجلی دائم افاضہ وجود
 عینی باشد پس اضافہ بر حقیقت است

کی طرف اضافت سے فیض کے ساتھ واقع ہے اور اضافہ
 کے معنی میں فرمایا ہے کہ فیض کا حاصل ہونا تجلی دائم
 سے ہے ایسی صورت میں فیض غیر تجلی دائم ہو گا بخلاف
 صورت بدل و صفت کے کہ اس صورت میں فیض
 کی تعریف ہوگی۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ اضافت سے
 پہلے صفت موصوف کی طرف ہو یا خلاف اس کے ہو
 اور اگر تجلی دائم سے مراد افاضہ وجود عینی کا ہے پس
 اضافت حقیقت پر ہے ایسی صورت میں نسخہ التجلی دائم
 عطف سے عطف تفسیری ہے اور ایسی صورت میں
 نسخہ التجلی الدائم بغیر او عطف کے تھوڑے تبدیل
 لباس سے صفت فیض کی ہے اسوجہ سے کہ فیض تجلی
 دائم ہی سے حاصل ہوتا ہے آپ کہہ سکتے ہیں کہ فیض عین
 تجلی دائم ہے۔ چنانچہ اور سمجھو کہ جو صورت کسی دیکھنے والے
 کی کسی چیز میں جو اس دیکھنے والے کیلئے مثل آئینہ ہو
 وہ صورت اس شخص کی صورت کے تابع نہیں ہوتی ہے
 بلکہ آئینہ کے تابع وہ صورت ہے جیسا کہ آئینوں میں
 مختلف صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اگرچہ دیکھنے والا ایک
 ہے جب آئینہ درست ہو گا دیکھنے والی کی صورت
 ٹھیک و درست دکھلائی دے گی۔ پس سمجھو اور جانو

و بر تقدیر نسخہ و تجلی الدائم بعطف عطف
 تفسیر لیت و بر تقدیر نسخہ التجلی الدائم بدون
 وادعطف صفت فیض است بادی
 ملا بسہ چه فیض حاصل می شود مگر تجلی دائم
 پس می توان گفت کہ فیض عین تجلی دائم
 باشد بدانکہ صورتیکہ ظاہری شود بر کس
 در امرے چوں آئینہ در تشکل تابع کس
 نیست بلکہ بحسب محل ظاہر میگرد و چنانکہ
 در آئینہا صور مختلفہ ظاہری شوند اگر چه
 ناظر یکی باشد و چوں آئینہ درست آید
 صورت ناظر راست و درست نماید
 پس در باب کہ محل صورت انسانی و عین
 ثابتہ او کہ آئینہ جمال و ظهور طلعت حق
 باشد بغایت درست آمد تا صورت
 حق کما ہی در اہل پیدا شد پس ندا در
 دادند کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ
 پستربدانکہ نفع حق تعالی مر روح را
 در منی و خون رحم چه باشد یعنی چون مدت
 معبود منی یا خون امتزاج یافت استعداد
 کہ صورت انسانی کا محل اور اُس کا عین ثابتہ جو کہ
 آئینہ جمال و ظهور طلعت حق کا ہے بے انتہا ٹھیک
 و درست آیا یہاں تک کہ حق کی صورت جیسی کہ ہے
 اُس میں ظاہر ہوئی پس آواز دی کہ تحقیق اللہ تعالیٰ
 آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اب اس بات کو بھی
 سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا منی اور خون رحم میں نفع روح
 کہنا کیا ہے اور کس طرح ہے۔ یعنی جب ایک مدت
 مقررہ منی نے خون کے ساتھ امتزاج پایا فیض
 مقدس اور تجلی دائم کی قبول کرنیکی استعداد منی
 اور خون رحم میں پیدا ہوئی اُس وقت انسان ظاہر
 ہوا اسی طرح زردی و سفیدی بیضہ کی جبکہ ایک
 مدت مقررہ گرمی پایا فیض مقدس کی قبول کرنے
 کے استعداد میں پیدا ہوئی اور جو کچھ اُس میں چھپا
 ہوا تھا ظاہر ہوا۔ یہ قول پہلے قول کا جو کہ گذر چکا
 اُس کا پورا کر نیوالا اور جو قول کہ آگے آدیکاس کا
 خلاصہ ہے۔ والبیہ رجع الامر کلمہ جو قول کہ اوپر
 گذر چکا اور اُس پر جو اعتراضات پیدا ہوتے ہیں
 ان اعتراضات کا یہ قول دفع کر نیوالا ہے۔
 جیسے کہ کوئی کہے کہ جس محل میں کہ حق تعالیٰ کے تجلی

قبول فیض مقدس و تجلی دائم در منی و خون
پیداشد آن زمان انہما ہویدا گشت و ہم
چنین زردی و سپیدی بیچہ چوں مدتے
بید گری یافت استعداد قبول فیض مقدس
در آنجا پیداشد و آنچه مستور بود ہویدا
گشت بقا بقا الا قابل و القابل لایکون
الامن فیضہ الا قدس ل این قول تمیم ما
سبق است و توطیہ قولی کہ می آید والیہ
یرجع الامر کل و دریں قول دفع دخل است
پہ میرسد کہ بگوی کہ چوں صورت ظاہر نمی
شود مگر در محل قابل بقبول فیض مقدس
و تجلی دائم پس محل نیز ثابت نباشد مگر
بفیض مقدس و تجلی دائم پس محل را محلی
دیگر باید کہ قابل باشد تا فیض این محل بر آن
محل فائز گردد و ہم چنین مرا این محل را
محلی دیگر باید پس لازم می آید تسلسل
در جانب موقوف علیہ کہ ممتنع است
بالتفاق عقلا از متکلمین و حکما یا ثبوت
محل بفیض مقدس و تجلی حق نباشد پس

دائم اور فیض مقدس کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے
اُسی محل میں صورت ظاہر ہوتی ہے ایسی صورت میں
فیض مقدس اور تجلی دائم سے اُس محل کا ثبوت ہے
اور اس سے یہ امر لازم آتا ہے کہ اُس محل کیلئے ایک
دوسرے محل کی ضرورت ہے جس سے کہ اُس محل
کا فیض اُس محل میں کہ جس محل میں صورت ظاہر ہوتی
ہے پہنچے اسی طرح اُس محل کیلئے ایک دوسرا محل
ضروری ہے اب سمجھو کہ اس بنا پر تسلسل لازم آتا
ہے کہ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اس بات پر
متکلمین اور عقلا اور حکما کا اتفاق ہے کہ واجب الوجود
میں تسلسل نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض آپ یہ
بھی کر سکتے ہیں کہ تجلی دائم اور فیض مقدس سے
محل کا ثبوت نہیں ہے تو محل بنفسہ واجب الوجود
ہوگا یہ بھی خلاف اجماع اہل عقل و ارباب نقل
کے ہے اس کو اصحاب روایت و درایت دونوں
نا پسند کرتے ہیں۔ اب سو کہ شیخ قدس سرہ فرماتے
ہیں کہ مابقی الا قابل تا آخر یعنی وہ کون ہی چیز ہے
اور کیا ہے جو صورتوں کو قبول کرتی ہے اس لئے کہ
در میان میں قابل ضرورت ہی ہے اُس قابل صورت کا

محل واجب الوجود باشد بنفسه درین
 نیز بخلاف اجماع اہل عقل و ارباب
 نقل است و این را نہ اصحاب روایت
 می پسندد و نہ اصحاب و رأیت پس
 گفت شیخ قدس سرہ مابقی الا قابل تا
 آخر یعنی باقی مانند در میان مگر قابل
 صورت و قابل صورت ثابت نمی
 شود مگر از فیض اقدس از حق تعالی چه
 اعیان ثابتہ کہ قابل فیض حق تعالی
 و تجلیات الہی باشد فایض اند فیض
 اقدس از حضرت قدس بلا واسطہ نہ
 بفیض مقدس تا مر اعیان ثابتہ را
 محال باشد چه اگر واجب تعالی در میان
 نباشد ثبوت ہر شی محال باشد کہ غیر
 او مستنع الوجود است و این حکم پیش
 ارباب درایت بدیہی است و الفرق
 بین الفیض الاقدس و الفیض المقدس
 ان الفیض الاقدس ہوا تجلی الذاتی
 الموجب لثبوت الاعیان و استعداداتھا
 اثبت حق تعالی کے فیض اقدس سے ہے فیض مقدس
 سے نہیں ہے کیونکہ اعیان ثابتہ جو کہ فیض حق تعالی
 و تجلیات الہی کے قبول کر نیوالے ہیں بلا واسطہ
 حضرت قدوس سے فیض اقدس سے فیض پاتے
 ہیں تاکہ اعیان ثابتہ کیلئے محال ہوں کیونکہ اگر
 واجب تعالی در میان میں نہ ہوتے کا ثبوت
 محال ہے سوائے واجب الوجود کے دوسرا وجود
 نہیں ہے یہ اس لئے کہ واجب الوجود دوسرے
 وجود کا روکنے والا ہے فیض اقدس اور فیض
 مقدس کے در میان جو فرق ہے اُس کو بھی سمجھ لو
 حق تعالی کے ذاتی تجلی کا نام فیض اقدس ہے
 جو کہ حضرت علیہ اور اُس کے بعد حضرت عینہ
 میں اعیان اور اُن کے استعدادات کا جو کہ
 عین ثانیہ ہے موجب دم و ثبوت ہے
 حق تعالی کے اسمائے تجلیات دائمی کا نام فیض
 مقدس ہے جو اسماء الہیہ کے اعیان کے طلب
 و تقاضا و استعدادات (یعنی بموجب عین ثانیہ)
 کے جن جن اسماء الہیہ کے عنان کا جب
 خارج میں ظہور ہوتا ہے اور اُن اسماء کے

فی الحفرت العالمیہ ثم العینہ والفیض المقدس
 ہی التجلیات الدایمۃ الاسماۃ الموجب
 لظہور ما یقتضیہ استعدادات تلك الملاعیان
 فی الخارج التی بالعدم العالم
 کل یوم ہونی شان مرتب علی الاول پس
 بدانکہ اگر آئینہ گرمی مرایای کثیرہ راست
 کرد کہ در ہر مرآة مرآئینہ گرہ صورت
 دیگر پیدا می شود و یکی از یہاں دست آید
 کہ صورت اور راست و درست دروے
 ظاہر گرد پس میگوید کہ این صورت
 عین من است و من عین این صورت
 ام اگر چہ ہر صورت در ہر مرآة صورت
 ذات او باشد و ہرگز صورت آئینہ را
 تغیر نمی تواند داد اگر چہ آئینہ ازو باشد
 و مفروض آنست کہ آئینہ نیز قابل تغیر
 نیست پس آئینہ چہ کند و صورت بیچارہ
 چہ کند و آئینہ گر چہ کند پس اگر آئینہ گر
 بگوید کہ درین مرایا صورتی کہ من دارم
 پیدا نیست میخواہم کہ خود را بجمع اشکال
 اعیان جو خارج میں پائے جاتے ان کے فنا ہونے
 سے سارا عالم فنا ہو جاتا ہے کل یوم ہونی شان۔
 اس کا سبب و ثبوت فیض مقدس تجلی دائم اسمائے
 ہے یعنی تجلی دائم اسمائے عین فیض مقدس ہے۔
 فیض مقدس فیض اقدس کے اوپر ترتیب پاتا ہے
 جانو اور سمجھو کہ اگر کوئی آئینہ بنا ہوا لا بہت سے آئینہ
 بنا دے اور ان آئینوں میں اس آئینہ گر کی علیحدہ
 علیحدہ صورتیں ظاہر ہوں اور ان آئینوں میں سے
 کسی ایک آئینہ میں آئینہ گر کی صورت ٹھیک ٹھیک
 اور صحیح صحیح جیسے کہ ہے ظاہر ہو ایسی صورت میں
 آئینہ گر کیوں نہ کہے کہ یہ صورت عین میری صورت
 ہے اور اس صورت کا میں عین ہوں اگر چہ ہر آئینہ
 میں آئینہ گر کی آئینہ کے استعداد کے مطابق صورت
 ظاہر ہے آئینہ گر ہرگز آئینہ کی صورت کو تغیر نہیں
 کرے گا اگر چہ آئینہ اسی سے ہے اور یہ امر طے
 شدہ ہے کہ آئینہ قابل تغیر نہیں ہے۔ پس آئینہ
 اور آئینہ گر کیا کریں اور صورت بیچاری کیا کرے
 پس اگر آئینہ گر کہے کہ ان آئینوں میں جیسی صورت
 کہ میری ہے ظاہر نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمام

دتدیر وجہ واعتدال قامت بہ بینم در کون اشکلوں میں اپنے صاف و شہرے چہرہ کو اعتدال قائم
 جامعی کہ حاضر باشد جمیع اوصاف مراد است کے ساتھ ایسے کون جامع میں دیکھوں جو کہ میرے تمام
 باشد و رواج و زیادہ ازین باید شنید کہ اوصاف کا ٹھہرنے والا اور ظاہر کر نیوالا ہوا اس طرح
 انچہ در درخت است از بیخ و بن و برگ و شاخ و ثمرہ ہمہ از تخم درخت اند و غیر آن
 نیستند و بیج چیزی از امور مذکورہ عین تخم درخت نباشد مگر تریس چہرہ انکوید مصرعہ
 ولدت امی ابا ہا و ذامن اعجابات بیت نہیں ہیں امور مذکورہ سے کوئی بھی عین تخم درخت
 پدر خویش زاد مادر من: این چنین کار و بار میں کھل کیوں نہ کہے کہ پیدا کیا میرے ماں نے اپنے
 بوالعجب است قی فالامر کلہ منہ ابتداء باپ کو یہ عجائبات سے ہے۔ پدر خویش زاد مادر من
 وانتمارہ ل یعنی پس ابتدا وانتمارہ ہر این چنین کار و بار بوالعجب است یعنی ہر چیز کی
 چیزی کہ ثابت باشد بامر کن از حق تعالی است ابتدا وانتمارہ جو کہ امر کن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ سے
 یعنی ہر گاہ قابل و عین ثابتہ ہر شیء و اگر بخوای ہے یعنی جبکہ قابل و عین ہر شیء یا اگر یہ ہو تو کو ہو پولا سے
 بگوئی ہو لائی ہر شیء کہ اول است فالیف ہر شیء جو کہ اول ہے اپنے استعدادات سے
 باستعدادات خود از جناب حق قدوس حق قدوس کے دربار سے فیض اقدس سے فالیف
 بفیض اقدس و صورت ہر شیء کہ مقبول ہیں اور صورت ہر شیء کی جو کہ مقبول اور آخر
 باشد و آخر فالیف از جناب حق و ہاب ہے حق و ہاب کے دربار سے فیض مقدس فالیف
 بفیض مقدس وہم چنین ہر چیز کی کہ مرتب ہیں اسی طرح معارف و فضائل و خفایا کی صورتیں
 باشد بر صورت از معارف و فضائل وغیرہ جو کہ مرتب اور موجود ہیں اور علاوہ اُس کے جو

آن پس ہر چہ در عرصہ وجود است فالیض
 باشد از حق بہ اول خود و آخر خود کہ قابل
 باشد و استعدادات آن و مقبول و آنچه
 مترتب باشد بر آن فی والیہ رجع الامر
 کلمہ کما ابتدا منہ ل یعنی بسوی حق تعالی
 راجع اند جمیع امور چنانچہ ابتدا جمیع امور
 از حق تعالی است و اس جملہ گویا تاکید
 جملہ سابق است پس ہیچ چیز سے خارج
 از جناب حق تعالی نباشد ق فاقضی
 الامر جلا مرآة العالم ل یعنی پس تقاضا
 کرد و طلب نمود امر الہی و شان خدائی
 جلا را آئینہ عالم را یعنی چون عالم بی وجود
 آدم چون آئینہ غیر مجلود بود و شان امر
 الہی آئینت کہ ہر محل بعد از تسویہ و تعدیل
 قبول کند روح الہی را چنانکہ دانستی پس
 پس تقاضا نمود و طلب کرد شان امر الہی
 کہ جلا را یا آئینہ عالم و قبول کند این
 محل روح الہی راق فکان آدم عین
 جلا ملک المرآت و روح ملک الصوت
 بھی عرصہ وجود میں آئی ہوئی ہیں اسی طرح حق قدوس
 و حق و باب کے دربار سے بذریعہ فیض اقدس و فیض
 مقدس فیضیاب ہوتے ہیں۔ پس سو کچھ کہ وجود کی
 صورتیں ہیں اور موجود ہیں اپنا اپنا حق و حصہ اپنے
 اپنے استعدادات کے مطابق اول و آخر سے فیض
 اقدس اور فیض مقدس سے فیضیاب ہوتے ہیں
 اور اسی کی طرف کل امر راجع ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ
 کی طرف تمامی امور لوٹنے والے ہیں جس طرح سے کہ
 ابتدا تمام امور کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں
 کوئی موجود دربار خداوندی سے خارج نہیں ہے
 پس اس امور کی وجہ سے شان اور امر الہی نے طلب
 و تقاضا کیا کہ آئینہ عالم میں جلا ہو یعنی جب کہ عالم
 بغیر وجود آدم علیہ السلام کے مثل آئینہ غیر مجلوتھا
 اور شان الہی اور امر خداوندی یہ ہے کہ ہر محل
 بعد اور تسویہ کے بعد روح الہی و جان قدسی
 کو قبول کر لیتی ہے جیسا کہ تم نے سنا اور سمجھا پس شان
 الہی اور امر خداوندی نے طلب و تقاضا کیا کہ آئینہ
 عالم میں جلا ہو اور محل مستوی و بعدل و مستوی
 روح الہی و جان قدسی کو قبول کرے۔ اور آدم علیہ السلام

ل یعنی پس باشد آدم عین روشنی آن
 آئینہ و روح آن صورت کہ عالم باشد
 و قبل اس قول جزا قول شیخ قدس سرہ
 کہ لما اشار الحق باشد تا آخر محذوف است
 ای فاد جہد آدم یعنی ہر گاہ خواست حق
 تعالیٰ کہ بہ بیند عین خود را و اعیان اسما
 خود را در کون جامع و عالم چون آئینہ غیر
 مجلو بود و نشان امر الہی چیز نیست کہ شناختی
 پس تقاضا کرد کہ حق و امر الہی جلالی آئینہ
 عالم را و طالب شد نشان الہی کہ قبول کند
 عالم روح الہی را پس ایجاد کرد حق تعالیٰ
 آدم را پس گشت عین آدم عین جبار آئینہ
 عالم و عین روح عالم و لہذا نہ بود کہ قبول
 فلکان آدم عین جبار تلک المرآة و روح
 تلک الصورة جزا شرط مذکور باشد پس
 بدانکہ امر دیگر کہ چون آئینہ باشد مر ذات
 حق تعالیٰ را کہ ذات خود را دروے بہ بیند
 عالم است و تا آنکہ آدم نیامدہ بود مر
 ذات حق تعالیٰ را در عالم صورت ظاہر

عین و روشنی آئینہ عالم و روح عالم کی ہوں۔ اور
 قبل اس قول کے جزا قول شیخ قدس سرہ جو کہ
 لما اشار الحق تا آخر ہے محذوف ہے۔ اسے فاد جہد عالم
 یعنی جس وقت چاہا اللہ تعالیٰ نے کہ اپنے عین کو یا
 اپنے اسماء غیر متناہی کے اعیان کو کون جامع میں
 جو کہ انسان کامل ہے دیکھے اور عالم مثل آئینہ غیر مجلو
 تھا اور شان خداوندی اور امر الہی وہ چیز ہے جس
 کو تم نے سمجھا پس نشان الہی اور امر خداوندی نے
 طلب و تقاضا کیا کہ عالم جو کہ مثل آئینہ غیر مجلو ہے
 جلا پادے اور عالم روح الہی کہ قبول کرے پس
 حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا
 پس عین آدم عین جبار عالم و عین روح عالم
 ہو گئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قول فلکان آدم
 عین تلک المرآة و روح تلک الصورة جزا
 شرط مذکور ہو۔ جانو کہ او مری چیز جو کہ ذات
 حق تعالیٰ کیلئے مثل آئینہ ہے اللہ تعالیٰ اس میں
 اپنے ذات کی دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے عالم ہے
 اور جب تک کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں
 ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کے ذات کی صورت عالم

نشده بود و چون آدم پیداشد و آئینہ
عالم بوجود اور جلا یافت صورت ذات
حق پیداشد و آن صورت باطن انسان
است چنانکہ افضل المخلوق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم گفت من عرف نفسه
فقد عرف ربه پس اچھے صورت حق است
باطن انسان باشد و نفس او و توانی
گفت کہ باطن عالم و باطن آدم ہر دو صورت
ذات حق اند عنایت الامر تا آنکہ آدم بر
سریر ہستی قدم نہ نہادہ بود مر عالم را
جمال پیدا نمود و باطن آن بظہور نیامد
و چون آدم بریں سریر قدم نہاد و ضیاء
روی او بر سطح سریر اقتاد مر عالم را
نوری دیگر تافت و مر ذات حق را صورت
ظاہر شد پس ہر چہ در انسان است ہمہ
در عالم باشد چنانکہ گفت حق تعالی و
کذلک زہیم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم
و چوں کلمہ فی مکرر آدر و گنجائش توزیع
نماند و آیات حق تعالی در آفاق و در

میں ظاہر نہیں ہوئی تھی جس وقت حضرت آدم علیہ السلام
ظہور میں آئے اور آئینہ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام
کے وجود میں آنے سے چلا پایا ذات حق کی صورت
جو کہ باطن انسان ہے ظاہر ہوئی جیسا افضل المخلوق
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے
پہچانا اپنے نفس کو تحقیق اُس نے پہچا اپنے رب کو
پس جو صورت حق کی ہے وہ باطن انسان اور اُس کا
نفس ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ باطن عالم و باطن
آدم دو لؤلؤں حق کے ذات کی صورتیں ہیں۔ غرض یہ کہ
جب تک کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہستی کے
چیو ترے پر قدم نہیں رکھا تھا اور اُس کا باطن
ظہور میں نہیں آیا تھا عالم کا جمال و کمال ظاہر نہیں
ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کے چہرہ کی
روشنی وجود کے تحت پر پڑی عالم اُن کے نور سے
چمک اٹھا اور ذات حق تعالیٰ کیلئے صورت ظاہر ہوئی
بس جو کچھ کہ انسان میں ہے وہ سب عالم میں ہے
جیسا کہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسی طرح دکھلا دیں گے
ہم اپنی نشانیاں آفاق میں اور تمہارے انفس میں۔
اب سمجھو کہ جبکہ کلمہ فی مکرر آیا تو توزیع کی گنجائش باقی

النفس نہ چون جنیبت امیر باشد بر جناب
 تو و لشکر و غیر آن در حریم تو بلک آیات
 تو از بنی موزوں و چشم میگون و لب
 لعل و غیر آن در ذات تو اند و تو عین
 این آیاتی چنانکہ گفت حق تعالی بعد
 ازیں آیتہ حتی یتبین لهم انه الحق پس
 شک دریب چرا باشد افی اللہ شک
 ازینجا است کہ گفت بعد آن قول الا
 نهم فی مریتہ من لقار رہم پس امی
 برادر سر بردار و دیدہ بکشانہ سر تن
 و دیدہ سر بلک سر و دیدہ دل و لا
 نعیمی الابصار و لکن نعیمی القلوب التي
 فی الصدور پس گفت بعد این قول
 الا انه لكل شیء محیط و کشف این مطلب
 و شرح این آیتہ در الفاس الخواص
 واقع شدہ است ہذا بلاغ للناس
 ولینذروا بہ و لیعلموا انما ہوا آلہ واحد
 ولینذکر اولوالالباب و تو اند بود کہ
 بگوئی کہ چون ذات حق تعالی اعیان

تیں رہی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آفاق و
 النفس میں مثل گھورے و لشکر کے نہیں ہیں بلکہ
 اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مثل سرے نشانیوں
 کے بنی موزوں و چشم میگون و لب لعل وغیرہ
 کے ہیں اور تم عین وہ نشانیاں ہو جیسا کہ اس
 آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہاں تک
 کہ ظاہر تمہارے لئے حق پس شک و شبہ کیوں ہو
 اور پھر بعد اس قول کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
 خبردار ہو تمہارے لئے اُس کے دیکھنے میں
 تمہارے رب کی بقا ہے۔ پس اے بھائی
 باطن کے سر کو اٹھا اور دل کی آنکھ کھول اسنے
 کہ اُن کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں لیکن اُن کے
 دل کی آنکھ جو اُن کے سببوں میں ہے اندھی ہے
 بعد اس قول کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تحقیق
 اللہ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس مطلب کا
 کشف اور اس آیت کی شرح الفاس الخواص
 میں کی گئی ہے۔ یہ ہے پہنچانا واسطے لوگوں کے
 اور ڈرانا اُن کو اور جانتے ہیں وہ لوگ کہ تحقیق
 وہ الہ واحد ہے اور یہ اولی الباب کے واسطے

ثابتہ عالم را بہ پر تو ضیاء ذات مقدس
خود نور وجود بخشید و بوجود عینی در نمود
و شہود آمدند بہر صورت ذات حق پیدا
نشد چہ اعیان ثابتہ عالم مر ذات حق تعالیٰ
را چون آئینہ نبود چنانکہ مر روی صبیح ترا
گل تیرہ و جسم قبیح آئینہ نیامد پس رایت
عنایت سلطان حقیقی سر خود بدر سرای
عین ثابتہ انسان در کشید انسان بروح
و بدن و باطن و ظاہر و معنی و صورت
ہویداشدہ و قرۃ العین پیدا گشت و
فرزند خلف و خلیفہ مطلق رو بہ نمود اگر
ایں سر بر تو کشف شود شادمانی کنی سے
باللہ رحیم فکر باز کنی : بر زمین و زمانہ ناز کنی
آسماں و زمین طفیل تو اند : تو امیری و حمله
خیل تو اند : پس آن زمان دریابی کہ
حق چہ میگوید انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبمال فابین ان یحملہا و
اشفقن منہا و حملہا الانسان انہ کان
ظلوماً جہولاً یعنی ظلوماً علی نفسہ میتا ایا ہا

نصیحت ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جبکہ ذات
حق تعالیٰ نے اعیان ثابتہ عالم کو اپنے ذات مقدس
کے پر تو اور روشنی سے نور وجود بخشا اور موجود
عینی میں ظاہر ہو کر شہود میں آیا کسی صورت میں
اللہ تعالیٰ کی ذات ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ اعیان
ثابتہ عالم حق تعالیٰ کی ذات مقدس کیلئے مثل آئینہ
نہیں تھے جیسے کہ تمہارے خوبصورت چہرہ دیکھنے
کے لئے سیاہ مٹی و جسم قبیح مثل تپھر وغیرہ آئینہ نہیں
بن سکتے ایسی صورت میں سلطان حقیقی کے
عنایت و مہربانی کے علم نے اپنا سر انسان کے
عین ثابتہ کے دروازے سے بلند کیا انسان روح
و بدن باطن و ظاہر معنی و صورت سے ظاہر و پیدا
ہو کر قرۃ العین ہوا۔ اور خلیفہ مطلق و فرزند
خلف بن کر ظاہر ہوا اگر یہ راز تم پر ظاہر ہو خوشی
کر دو۔ اللہ کی قسم اگر فکر کی آنکھ تو کھولے تو زمانہ
وزمین پر ناز کرے اور یہ سمجھے کہ تمہارے ہی طفیل
میں آسماں و زمین وجود میں آئے ہیں تو امیر ہے
اور یہ سب تیرے لشکر ہیں۔ پس اس وقت تو
تو سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہا ہے تحقیق میں نے

مفنیاً ذاتہ جہولاً غیرہ ناسیالما سواہ نافیاً
 لما عداه بقولہ لا الہ الا اللہ پس چرا نگوید حق
 تعالیٰ و ما قدرہ اللہ حتی قدرہ اذ قالوا ما
 انزل اللہ علی بشر من شیء و درین آیتہ
 کمال انسان مبین می شود چنانکہ در
 انفاس الخواص این فقیر ذکر کردہ است
 و قالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفي شک
 مما تدعوننا الیہ مریب پس بدانکہ انسان
 اگرچہ نظر بنشار عنصری از اعیان موجودہ
 عالم متاخر آمدہ چہ نشار عنصری انسان
 موقوف بود بر حصول استعداد مزاج کہ
 بی کسر و انکسار در ارکان عندہ حاصل
 نمیشود چنانکہ گفت حق تعالیٰ خیرت
 طینۃ آدم بیدی اربعین صباحاً لما نظر
 بنشار علیہ قبل از جمیع اعیان بود چنانکہ
 گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول
 ما خلق اللہ نوری اور روحی و گفت حق
 تعالیٰ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی مر
 وجود ترا و خل است در خلقت الافلاک

امانت اینچی آسمان و زمین و پہاڑ کے اوپر
 پیش کی وہ سب آپس میں مل گئے اور ٹھہر گئے لیکن
 انسان نے اُس کو اُٹھایا کیونکہ وہ ظالم و جاہل تھا
 یعنی ظلم کرینوالا اوپر اپنے نفس کے اپنے ٹٹنے والا ذات
 سے ذات میں فانی ہونوالا غیر سے جاہل اُس کے
 علاوہ دوسرے کو بھلاتے والا اللہ کی ذات میں اپنے
 کو فانی کرینوالا اس لئے کہ اُس کے علاوہ دوسرا
 وجود نہیں ہے بقولہ لا الہ الا اللہ پس اللہ تعالیٰ
 کیوں نہ کہے کہ نہیں قدر کیا اللہ کی جیسا کہ حق قدر
 کرنے کا جب کہ کہا اُن لوگوں نے نہیں نازل کیا
 بشر پر کوئی شے اس آیت سے انسان کا کمال ظاہر
 ہوتا ہے جیسا کہ انفاس الخواص میں اس کا ذکر
 کیا گیا ہے کہ ہم نے انکار کیا جس چیز کو تم لیکر
 آئے ہو اور بے شک نہیں شے ہے جس چیز کی
 طرف تم ہم کو بلاتے ہو۔ پس جہاں کہ انسان اگرچہ
 نشاۃ عنصری کے اعتبار و نظر سے تمام عالم کے
 وجود میں آنے کے بعد وجود میں آیا ہے اس کی
 وجہ یہ ہے کہ انسان کی نشاۃ عنصری استعداد کے
 حاصل ہونے پر موقوف تھی اور وہ استعداد

چنانکہ میگوئی لولا زید لما سلم عمر و یعنی مر
وجود زید داخل است در سلامتی عمر و
پس صاحب شہود و عارف بمراتب وجود
میداند کہ در جمیع مظاہر سماویہ و عنصریہ
این شریف و لطیف موجود باشد و مر
صورت این را در جمیع مراتب نزول کہ
از حضرت علمیہ بسوی عینیہ باشد و از حضرت
غیبیہ بسوی شہادت شاہدی باشد و
ہنوز چتر شاہی بر سر صورت انسانی کہ
حادث باشد و زمانی نکشیدہ است چنانکہ
گفت باری تعالی و قد خلقکم اطوار ازینجا
گفتہ اند علم الاولیاء تذکری لا تفکری چہ
در ہر مرتبہ مرقاشف را عبوری واقع
است نہ کہ این قول ناطق است بجواز
تناسخ و وقوع آن و بعد از افتراق روح
از بدن انسان را بحسب اعمال مکتبہ صورتی
می بخشند و بر مرقاشف این صورت بوقت
مکشوف میشود و ازینجا توہم میکنند کہ آنرا
بعد از افتراق از بدن دنیوی دادہ اند

بغیر ارکان عنصریہ کے ملے ہوئے اور بغیر کسر و انکسار
حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ گوندھا میں نے دونوں ہاتھوں سے آدم کے
مٹی کو چالیس صبح لیکن نشاۃ علمیہ کے اعتبار و
نظر سے جمیع اعیان عالم کے پہلے اُس کا وجود تھا
جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور اور روح
کو پیدا کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر
آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا یعنی آپ کے
وجود کو افلاک کے پیدا کرنے میں دخل تمام ہے۔
جیسے کہ تو کتا ہے اگر زید نہ ہوتا تو عمر سلامت نہ
رہتا یعنی عمر کے سلامتی میں زید کو دخل تمام ہے
پس صاحب شہود اور مرتبہ وجود کا جانتے اور
پہچاننے والا جانتا اور پہچانتا اور دیکھتا ہے کہ
یہ جو ہر شریف و لطیف یعنی حضرت انسان کے
صورتوں کو مرتبہ نزول میں جو کہ حضرت علیہ سے
عینیہ میں اور غیبیہ سے شہادت میں درجہ بدرجہ
نزول کرتا ہوا آیا ہے اور ابھی بادشاہی چتر انسان
کے سر و صورت پر جو کہ حادث زمانی ہے نہیں

و نہ چین است بلکہ اور متلبس شدہ است
 بجد اخروی کہ ان جسد را بدیدہ باطن
 و چشم دل تو ان دید چنانکہ در فص یونسی
 انشاء اللہ العزیز ذکر این مطلب خواہد
 شد ق و کانت الملائکۃ من بعض قوی
 تلک الصورة التی ہی صورت العالم
 المعر عنہ فی اصطلاح القوم بالانسان
 الکبرل این قول عطف است بر قول
 فکان آدم عین جلا تلک المرارة و روح
 تلک الصورة اگر این قول جزا شرط
 نباشد و اگر نہ جملہ عالیہ است یعنی پس
 باشد عین آدم جلا و روح صورت
 عالم و باشد ملائکہ کہ واسطہ اندر تدبیر
 صورت عالم بعض قوای صورت عالم
 کہ تعبیر کردہ شدہ است از آن عالم در
 اصطلاح اہل شہود و ارباب وجود
 بالانسان کبیر پس قوار کو اکب سبوعہ و غیر
 آن از ثوابت و اجرام داخل در ملائکہ
 اند کہ آنرا بعض قوای صورت عالم

کھینچا ہے۔ یعنی حضرت انسان ہنوز وجود عینی میں نہیں
 آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تحقیق ہم نے
 تم سب کو طور طور پیدا کیا اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ
 اولیا اللہ کا علم ذکر سے حاصل ہوتا ہے فکر سے حاصل
 نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہر مرتبہ نزول میں مکاشفہ کیلئے
 عبور واقع ہوتا ہے۔ یہ بات تنازعہ کو جائز کر نیوالی
 نہیں ہے اور نہ اُس کو ثابت کر نیوالی ہے بدن سے
 روح نکلنے کے بعد جیسا اعمال انسان کسب کرتا ہے
 اسی اعتبار سے اُس کو صورت بخش دیتے ہیں اور
 مکاشفہ پر یہ صورت ہر وقت کشف ہوتی رہتی
 ہے اور اس جگہ یہ بھی مشبہ ہوتا ہے کہ اُس جسم کو
 بدن دنیوی کے علیحدہ ہونے کے بعد دیتے ہیں
 ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اسی دنیا میں جسد اخروی
 سے متلبس ہو گیا ہے اور اس جسم کو باطن اور
 دل کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ فص یونسی
 میں انشاء اللہ العزیز اس کا ذکر کیا جائے گا۔
 یہ قول اوپر قول فکان آدم عین جلا تلک المرارة
 و روح تلک الصورة کے عطف ہے اگر یہ
 قول جزا شرط نہیں ہے تو یہ قول قول فکان

خواندہ اند پس ہمہ چیز از قوای روحانیہ و آدم الی آخرہ پر عطف ہے نہیں تو جملہ عالیہ ہے۔ یعنی نفوس منطبعہ کہ در اجرام علوی و سفلی اند عین آدم جلا آئینہ عالم اور روح صورت عالم و قوای جسمانیہ ملائکہ اند و مدبر حق باشد کے ہوئے اور ملائکہ کہ جو تدبیر صورت عالم میں یا عین آدم کہ صورت اوست و این را واسطہ ہیں بعض قوای صورت عالم کی جو کہ اصطلاح تطیب الاقطاب میدانہ چہ ہمہ تدبیر عالم میں اہل شہود کے انسان کبیر کہتے ہیں ہوئے پس از عین اوست اگر چہ بحسب صورت و نظر قوای کواکب سبع اور علاوہ اُس کے ثوابت اور بنشار عنصری داخل صورت عالم باشد اجرام سے ملائکہ میں داخل ہیں کہ جس کو صورت عالم و باکل و شرب و اشتغال بمشاغل مردم کا بعض قوای کہا گیا ہے۔ پس تمام چیزیں خواہ وہ مختصی و مستور و محجوب بخود مغرور راست وہ بر کمال خویش مسرور چنانکہ گفتند و ما لہذا الرسول یا کل الطعام و میثی فی الاسواق و گفت حق تعالیٰ یا المسیح ابن مریم الارسل قد ظلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقہ کانا یا کلان الطعام و نیز گفتہ است و ما ارسلناک قبلک من المرسلین الا انہم یا کلان الطعام و یبستون فی الاسواق چہ ایشان در سوق شوق باشند و اتباع حصول نہ در بازار غفلت و خرید غرور و محجوب ایشان را چوں خود می بند و لا

آدم الی آخرہ پر عطف ہے نہیں تو جملہ عالیہ ہے۔ یعنی عین آدم جلا آئینہ عالم اور روح صورت عالم کے ہوئے اور ملائکہ کہ جو تدبیر صورت عالم میں واسطہ ہیں بعض قوای صورت عالم کی جو کہ اصطلاح میں اہل شہود کے انسان کبیر کہتے ہیں ہوئے پس قوای کواکب سبع اور علاوہ اُس کے ثوابت اور اجرام سے ملائکہ میں داخل ہیں کہ جس کو صورت عالم کا بعض قوای کہا گیا ہے۔ پس تمام چیزیں خواہ وہ وہ قوای روحانیہ ہوں یا قوای جسمانیہ ہوں یا نفوس منطبع ہوں جو اجرام علوی و سفلی میں ہیں سب ملائکہ ہیں ان سب کا مدبر حق ہے یا عین آدم ہے کہ صورت اُس کی ہے اور اُس کو قطب الاقطاب جانتے ہیں اس لئے کہ تمام عالم کی تدبیر اسی کے عین سے ہوتی اگر چہ بحسب ظاہر اور نشاۃ عنصری کے نظر سے عالم کی صورت میں داخل ہے دکھانے و پینے و کام وغیرہ کرنے کی وجہ سے لوگوں میں پوشیدہ ہے اور جو لوگ کہ حجاب میں ہیں وہ خود بخود مغرور ہیں اور اپنے کمال پر خوش ہیں جیسا کہ اُن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح سے رسول ہیں

تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب التي
 فی الصدور لاجرم سیر بازار و خوردن
 و آشامیدن و پوشیدن مانع دفاتر می
 باشند پس دریافتی کہ حق چه میگوید اولیای
 تحت قبائی لایعرفتم سوائی و فهمیدے
 کہ قبای او چه باشد و سوائے او کہ رسول
 علیہ الصلوٰۃ والسلام میگوید انی لست
 کا حکم ابیت عند ربی بطعمنی و لیسقینی
 پس اور در حجره عائشه صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا مبین و طعام و آب اور چوں
 طعام و آب ما و خود بخوان پس برین
 تقدیر حکم کردن باینکہ بعضی ملائکہ بدبرات
 اند بر سبیل مجاز باشد چنانکہ گفت باری تعالیٰ
 قائم برات امراکہ و قل تمام دارند چنانکہ
 سکین را قاطع میگوئی و اگر روحانیت
 کو اکب سبوعه و غیر آن را مدبر بر سبیل حقیقت
 بخوانی اگر چه خلاف واقع است و نامرضی
 شیخ قدس سرہ پس مراد بلائکہ درین کلام
 بعض ملائکہ اند یعنی بعضی ملائکہ قوای آن
 کہ کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے
 ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نہیں ہے مسیح ابن مریم
 مگر رسول جیسے کہ ان کے پہلے رسول گذرے ہیں اور
 ان کی والدہ صدیقہ تھیں اور وہ سب کے سب
 کھانا کھاتے تھے۔ و ربھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 کہ اور ہم اس کے پہلے بہت سے رسول بھیجے وہ
 سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں
 چلتے پھرتے تھے کیونکہ یہ لوگ شوق کے بازار میں
 حضوری کے خریدنے والے ہوتے ہیں اور غفلت
 کے بازار میں غرور اور حجاب کے خریدنے والے
 نہیں ہوتے اور محبوب ان لوگوں کو مثل اپنے سمجھتا
 اور دیکھتا ہے آنکھیں ان کی اندھی نہیں ہوتیں لیکن
 ان کا دل جو سینوں میں ہے اندھا ہوتا ہے اسلئے
 سیر بازار اور کھانا و پینا اور بہننا ان کا روکنے
 والا اور چھپانے والا ہوتا ہے پس سمجھا اور جاننا
 تو نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے دوست
 میرے قبا کے نیچے ہیں اور سوائے میرے دوستوں ان
 کو نہیں پہچانتا اور یہ بھی سمجھا تو نے کہ ان کو نہا کیجا
 ہے اور سوا کیا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

صورت اند و بعضی دیگر مدبر آن صورت
 و من در من بعضی قوای تلک الصورة رائد
 است بر مذہب کوفیان کہ شیخ مائل است
 بایشان و برین تقدیر بعض قوای گفتن
 ظاہر است دامابر تقدیر اول پس نظر
 بہمان است چہ ہیمان ہنوز خیر ندارد
 کہ آدم ظاہر در عرصہ وجود آمد است یا نہ
 پس ایما کہ داخل ملائکہ کہ گفت حتی تعالیٰ
 مرآہنا را انی جا عل فی الارض خلیفہ نباشد
 عالم را انسان کبیر گفتن نظر بصورت
 است نہ بمعنی چہ عالم تفصیل نشاء انسانی
 است و تفصیل بصورت اکبر باشد از
 اجمال : بمعنی چنانکہ میگونی کہ ہر فاعل
 مرفوع است و میگونی کہ زید در ضرب
 زید و عمر در انتقم و قالہ در قام خالد
 و بکر در قعد بکر و غیر آن مرفوع اند و
 مرفوع را نزدیک اہل اعتبار اعتبار
 نیست ازینجا گفتہ میشود خیر الکلام مائل
 فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں کے مثل نہیں ہوں میں رات
 بسر کرتا ہوں اپنے رب کے پاس وہی مجھے کھلاتا اور
 پانی پلاتا ہے۔ پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ
 مبارک میں مت دیکھو اور ان کا کھانا و پینا مثل
 اپنے کھانے و پینے کے نہ سمجھو۔ پس ایسی صورت میں
 جو کہا گیا ہے کہ بعضے ملائکہ مدبرات ہیں مجاز کے طریقہ
 سے کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 فالمدبرات امر کہ دخل تمام رکھتے ہیں جیسے کہ چھری
 کو کاٹنے والا کہتے ہیں اور اگر روحانیت کو اکب سبع
 وغیرہ بر سبیل حقیقت مدبر کہو تو کوئی ہرج نہیں ہے
 اگر چہ یہ شیخ قدس سرہ کے مرضی کے خلاف ہے۔ پس
 اس جگہ ملائکہ سے مراد بعضے ملائکہ ہیں یعنی بعضے ملائکہ
 اس صورت کے قوای میں اور بعضے اس صورت
 کے مدبر ہیں من من میں بعض قوای تلک الصورة
 کو فیوں کے مذہب پر زائد ہے اور شیخ قدس سرہ
 اسی طرف مائل ہیں ایسی صورت میں بعض
 قوای کما ظاہر ہے لیکن پہلی صورت نظر

ودل پس انسان کہ جامع است مرعالم | بہیمان ہے کیونکہ بہیمان ابھی تک خبر نہیں رکھتے
 جمیع حقائق الہیہ را بہترین کلمات حق باشد کہ آدم عرصہ وجود میں آئے یا نہیں پس ملائکہ یہاں
 وازینجا گفت حضرت عباس رضی اللہ عنہ | ان لوگوں میں نہیں ہیں جن کو مخاطب کر کے اللہ
 انا اسن رسول اللہ اکبر وقتیکہ پرسیدند | جل شانہ نے فرمایا ہے کہ تحقیق میں زمین پر اپنا
 از دے انت اکبر ام رسول اللہ | خلیفہ بنایو الایہوں اور عالم کو انسان کبیر کہنا
 ق فکات الملائکہ لہ کالقوی الروحانیۃ | ظاہری اعتبار و نظر سے ہے کہ عالم تفصیل نشاء
 و الجسمیۃ الیٰ ہی فی النشاء الانسانیہ | انسانی کی ہے اور تفصیل محل سے بڑی صورت
 ل پس ہستند ملائکہ کہ تدبیر صورت | میں ہوتی ہے معنی کے اعتبار سے بڑی صورت
 عالم بواسطہ آئنا است مرعالم را چون | نہیں ہے جیسے کہ کہے تو کہ ہر فاعل مرفوع ہے
 قوای روحانی و جسمانی در نشاء انسانی | اور کہے تو کہ زید ضرب زید میں اور عمر انتقام
 یعنی نسبت ملائکہ بسوے صورت عالم | عمر میں اور خالد قام خالد میں اور بکر در قعد بکر
 چوں نسبت قوای روحانی و جسمانی در | میں و علاوہ اس کے مرفوع ہیں۔ اور صورت
 نشاء انسانی بسوے انسان باشد و | کا اہل اعتبار کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے
 قوای روحانی چون عقل نظری و عملی و | اسی جگہ و مقام پر کہا جاتا ہے کہ خیر الکلام قل
 حواس باطن از وہم و خیال و غیر آن و | ودل پس انسان جو کہ تمامی حقائق الہیہ و عالم کا
 قوای جسمانی چون حواس ظاہری و قوت | جامع ہے بہترین کلمات حق ہے۔ اسی مقام سے
 غازیہ و نامیہ و مولدہ و غیر آن پس ملائکہ | حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے

اے بہیمان ان فرشتوں کو کہا گیا ہے جو اللہ کے جلال و جودت میں حیران ہیں اور کوئی خبر نہیں
 رکھتے اے اچھا کلام تھوڑا اور دلالت کرنیوالا زیادہ پر۔

صورتِ عالمِ قوایِ صورتِ عالم اند و ملائکہ نثارِ انسانی قوایِ این نثار کہ مرہر یکی را در تدبیر حق تعالیٰ مرہر دو صورت را دخلی تمام است و قدمی را سخ مثلاً شیرے عقب تو فریاد کردی از بان گرفتہ می آید و تو ہرگز از آمدن او خبر داری ناکاہ ترا بمعونت سامعہ تو خبر دار و ہوشیار ساختند و آواز و یا صدای پائے او بگوش تو رسانند و سامعہ و گوش ترا محافظ تو ساختند و ہم چنین باصرہ چہ مارے نزدیک تو رسیدہ است ناکاہ نظر تو بر آن واقع شد و محفوظ ماندی و باصرہ محافظ حال تو باشد و علیٰ ہذا القیاس و محافظ تمام بجناب لامسہ تعلق دارد و مرآئرا سلطنت کلی است ازینجا است کہ در تمام ممالک محروسہ سلطنت دستی دارد و اگر بجناب از تو بالکل اعراض نماید ہلاکت تو پدید آید و غیبوت رو نماید و اگر درینجا مدبر نفس ناطقہ را بگویی گنجائش دارد پس کہ میں سن رسیدہ ہوں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں نہ اُس وقت فرمایا جس وقت کہ کسی دریافت کر نیوالے نے دریافت کیا کہ اے چچا رسول اللہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بڑے ہیں پس صورتِ عالم کی تدبیر ملائکہ کے ذریعہ و واسطہ سے ہوتی ہے جس طرح نثارِ انسانی کی تدبیر قوایِ روحانی و جسمانی کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی نسبت ملائکہ کی صورتِ عالم کے ساتھ مثل نسبت قوایِ روحانی و جسمانی کے انسان کے ہے قوایِ روحانی مثل عقل نظری و عملی و خواص باطن و ہم و خیال اور علاوہ اُس کے اور مثل خواص ظاہری و قوتِ غاذیہ و نامیہ و مولدہ و علاوہ اُس کے قوایِ جسمانی میں۔ پس ملائکہ صورتِ عالم قوایِ صورتِ عالم کے ہیں اور ملائکہ نثارِ انسانی قوایِ نثارِ انسانی میں اور ہر ایک کو تدبیر حق تعالیٰ میں دونوں صورتوں کیلئے دخل تمام اور قدم را سخ ہے مثلاً اگر کوئی شیر تمہارے پیچھے سے زبان نکالے ہوئے اور شور مچاتا ہوا آتا ہے تم اُس کے اس طرح پیچھے سے آنی کی خبر نہیں رکھتے

اکنون دریاب کہ ساکنان قباب ملکوت
 و متوطنان سراوقات جبروت و نفوس اہل
 تجرید از آسمان و زمین از تو جسدائی ندارند
 و از خانہ تو بیرون رفته اند و بر تو ہمیشہ
 حاضرند اگر خانہ ترا از خاشاک علالت و آواز
 خارج و آلتی روفتہ اند ہمہ را تو بر تو در تو
 بر تو متجلی خواہند ساخت و کشف و لبط
 این مطلب در جای دیگر از الفاس الخواص
 و غیر آن مبین و مبرہن شدہ است پس
 دریاب کہ استغفار ملائکہ مرئسان را چہ
 باشد و چرا باشد قی و کل قوۃ منها محجوبہ
 بنفسہا لا تری افضل من ذاتہا یعنی
 ہر قوت از قوای مذکورہ کہ تعلق بصورت
 عالم دارند محجوب است بذات خود نمی
 بیند فاضل تری را از خود و جز ذات خود
 را بزرگ تر نمی یا بد پس این قول گویا
 بیان است مرقول اورا کہ کل قوۃ منها
 محجوبہ بنفسہا باشد ازینجا است کہ ترک
 عطف کردہ و تواند بود کہ قوای مطلق
 یکایک تمہارے کان اُس آواز سن لیتے ہیں اور تم
 کو ہوشیار اور خبردار کر دیتے ہیں یا اُس شیر کے
 پانوں کی آہٹ و آواز تمہارے کان میں پہنچی تم
 ہوشیار و خبردار ہو گئے اور شیر کے حملہ سے بچ گئے
 اب سمجھو کہ تمہارے کان اور تمہاری سمنے والی قوت
 نے جو کہ ملائکہ میں تمہاری حفاظت و مدد کی اور تم
 شیر کے شر سے محفوظ رہے اس طرح اگر کوئی سانپ
 تم کو نقصان پہنچانے کیلئے تمہارے سامنے آ رہا ہے
 یکایک تمہاری نظر اُس پر پڑی اور تم سانپ کے
 ضرر سے بچ گئے ایسی صورت میں تمہاری نگاہ اور
 قوت باصرہ نے جو دراصل ملائکہ اور تمہاری محافظت
 ہے تمہاری محافظت کی اور تم محفوظ رہے اسی
 طرح سے تمام قوتوں کو جو کہ ملائکہ اور تمہاری
 محافظت ہیں قیاس کر لو دراصل تمہاری تمام و کمال
 محافظت قوت لامسہ سے ہوتی اور اسی کے لئے
 سلطنت کلی ہے یہی وجہ ہے کہ تمہارے تمام ممالک
 محدودہ میں قوت لامسہ ہی کی سلطنت ہے اگر
 قوت لامسہ جو کہ ملائکہ ہے تم سے بالکل علیحدہ ہو جاوے
 یا علیحدہ کر دی جاوے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اگر تم

قوت
 ہوشیار
 اور
 خبردار

گرفتہ شود چہ مر عقل را دعویٰ دیگر است
 میگویند انا خیر منہ خلقتی من نار و خلقتہ
 من طین۔ عمل من در ہمہ جا از حقائق
 مائبات و کلیات و جزئیات مادیہ و
 غیر مادیہ جاری است و این دعویٰ
 کذب است چنانچہ عنقریب خواهد آمد
 ہم چنین وہم دعویٰ سلطنت خود بر عالم
 انسانی دارد و بینہ ادراک معانی جوہیم
 برین دعویٰ می گذراند و این نیز
 کاذب است فان کل مدعی کذاب
 چہ بلکہ مر قلب راست کہ قلاب است
 در ہمہ اطوار متعلق است باخلاق اللہ
 شائستہ خلافت حق تعالیٰ اوست این
 ہمہ نقیبان و خادمان قلب اندازے
 چون اینہا را قرب بقلب حاصل گردد
 و بواسطہ قلب بحقیقت الحقائق
 حاصل شوند آ زمان نزہت و علو مرتبہ
 مرا اینہا را رو نماید و دریا بند کہ قلب
 چہ میخواند و چہ میگویند بیت۔ جمال ہمیشین

اس جگہ نفس ناطقہ کو مدبر کہو گنجائش ہے اب سمجھو
 کہ قبہ ملکوت اور جبروت کے خیمہ کے اندر رہنے
 والے اور آسمان و زمین کے نفوس اہل تجرید
 تمہارے ساتھ رہتے اور تمہارے گھر کے اندر
 تھیں کہیں باہر نہیں تھیں اور ہمیشہ تمہارے
 سامنے میں اگر تمہارا گھر علائق کے کورڈ اور کورڈ
 اور عوائلق کے کانٹوں سے پاک و صاف ہو جاوے
 تو سب کے سب جگہ سے تجھ پر تجھ میں متجلی ہوں گے
 اس کا حال دوسری لکھا گیا ہے پس سمجھو کہ انسان
 انسان کے لئے ملائکہ کا طلب مغفرت کرنا کیا ہے
 اور کیوں ہے اور کس لئے ہے۔ یعنی ہر قوتیں
 جو کہ ملائکہ میں اور صورت عالم سے تعلق رکھتی
 ہیں اپنی ذات میں محجوب ہیں اپنے سے فاصل اور
 بڑا دوسرے کو نہیں پاتے اور نہ دیکھتے ہیں۔
 یہ قول شیخ قدس سرہ کے اُس قول کا جو کہ کل
 قوۃ محجوبہ بنفسہ ہے ماں ہے اس وجہ سے ترک
 عطف کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قوائی
 مطلق کہا جائے اس لئے کہ عقلی کا دعویٰ
 دوسرے قسم کا ہے جو کہتی ہے کہ میں انسان سے

در من اثر کرد: وگرنہ من ہمان خالم کہ ہستم۔ بہتر ہوں مجھ کو آگ سے اور انسان کو مٹی سے
 ق وان فیما تزعم الاہلیۃ بکل منصب پیدا کیا ہے اور عقل یہ بھی دعویٰ کرتی ہے کہ میرا
 عالی و منزلت رفیعہ عند اللہ این عمل داخل تمام حقائق ماسات و کلیات
 قول عطف است بر قول الفعل من ذاتہا و جزئیات و ماویہ و غیر ماویہ اور علاوہ اس
 و قول اد فیما تزعم مقدم است بر قول کے سب جگہوں میں جاری و جاری ہے عقل
 او وان فیما یا موخر باشد از تمام این قول کا دعویٰ جو وہ اپنے بزرگی اور بڑائی کے
 و ما مقدر یہ است یعنی ہر قوت از قوای ثبوت و تائید میں پیش کرتی ہے غلط ہے
 مذکورہ محجوب است بذات خود نمی بیند چنانچہ اس کا بیان بہت جلد آدے گا۔
 فاضل ترے را از خود و نمی بیند در گمان اسی طرح سے وہم اپنی سلطنت کا دعویٰ عالم
 خود کہ در نشاء انسانی اہلیت و اسحقاق انسانی پر کرتا ہے اور رکھتا ہے اور دلیل
 ہر منصب بلند و مرتبہ سرفراز است اس دعویٰ کی مائبات سمجھنے کی لاتا ہے اور
 نزدیک خدا، تعالیٰ چہ آ نہادید ہائے یہ بھی جھوٹا ہے جتنے بھی مدعی ہوں سب
 خود جز بر خود ہا نکشادہ اند و فضیلت جھوٹے ہیں اصل میں ملکیت قلب کیلئے ہے
 و جمعیت انسان را ندیدہ و مشاہدہ کیونکہ وہ تمام اطوار میں قلاب ہے اللہ تعالیٰ
 جمال قلب او نمودہ و بخود گمانے دیگر کے اخلاق سے متعلق اور منصف اور خلافت
 دارند یا این قول جملہ عالیہ باشد و این کے لائق ہے یہ سب خادم اور چوہدار قلب کے
 زمان قول اذ کہ فیما تزعم باشد لے از کتاب ہیں لیکن جب ان کو قلب سے قربت حاصل ہوتی
 تکلف درست نمی شود یعنی ہر قوت از ہے اور قلب کے ذریعہ واسط سے حقیقت
 قوائے مذکورہ محجوب است بذات خود الحقائق سے ملتے ہیں اس وقت ان کی نسبت

نمی بیند فاضل ترے راز خود حال آنکہ
 بدر سیکہ کہ در نشاء انسانی سبت چنانکہ
 گمان می برد و میداند نشاء مذکور را ہلینت
 و استحقاق ہر منصب عالی و مرتبہ رقیع
 راز و خدائے تعالیٰ و در بعضی نسخہ ما تزعم
 واقع است بجائے فیما تزعم۔ یعنی در نشاء
 انسانی چیری است کہ گمان می برد و میداند
 چیز مذکور را ہلینت و استحقاق منصب عالی
 و مرتبہ رقیع را در خود نزد خدائے تعالیٰ
 و ہرین نسخہ اسم ان کلمہ است و منصب
 اہلیت بنا بر مفعولیت باشد مر تزعم را
 چنانکہ بر نسخہ اول نصب آن بنا بر اہلیت
 باشد مر ان را و آل شے قلب است
 و معتبر نسخہ اول است قی لما عند ہا
 من الجمعۃ الالعبۃ بین ما یرجع من ذلک
 الی جناب الاہی والی جناب حقیقتہ
 الحقائق و فی الشاء الخاطیۃ لہذا الاوصاف
 الی بالتصقیۃ الطبعۃ الکلمۃ الی حضرت
 قوال العالم کلا علاہ و اسفلل این

اور پا کیزگی بڑھ جاتی ہے اور اُس کا مرتبہ بلند ظاہر
 ہوتا اُس وقت وہ سمجھتے ہیں کہ قلب کیوں کہتا ہے
 اور کیا کہتا ہے۔ ہنشین کا جمال مجھ میں اثر کیا۔ اور نہیں
 تو میں وہی مٹی ہوں جو تھی۔ قول افضل من ذاتہا کے
 اوپر یہ قول عطف ہے اور قول ما تزعم اُس کے
 قول پر مقدم ہے و ان فیما تمام قول سے موخر ہے اور
 بامصدر یہ ہے۔ یعنی ہر قوت از قوای مذکورہ اپنی
 ذات سے مجبوب ہیں یعنی حجاب میں پڑے ہیں اپنے سے
 بڑا و بزرگ دوسرے کو نہیں دیکھتے اور اپنے گمان
 اور خیال سے یہ نہیں دیکھتے اور نہ سمجھتے ہیں کہ نشاء
 انسانی میں اہلیت و استحقاق ہر منصب بلند و
 سرفراز کی خداداد تعالیٰ کے نزدیک ہے کیونکہ اُن
 قوتوں نے جو ملائکہ میں اپنی آنکھوں کو اپنے ذات پر
 نہیں کھولا ہے اور نہ سمجھا ہے اور فضیلت جمعیت
 انسانی اور اُس کے قلب کے جمال و کمال کو مشاہدہ
 نہیں کیا ہے بلکہ اپنی جانب سے انسان کی طرف سے
 کچھ اور ہی گمان رکھتے ہیں یا یہ قول جملہ حالیہ ہوا ایسی
 صورت میں شیخ کے قول کا مطلب جو کہ فیما تزعم ہے
 بغیر از تکاب تکلف درست نہیں ہوتا۔ یعنی ہر قوت

قول تعلیل اہلیت واستحقاق نشاء انسانی است ہر منصب عالی ومنزلت رفیع را سے فاضل تر دوسرے کو نہیں دیکھتے اور حال ہے کہ لما عند اللہ ومن اجمعیتہ بیان کلمہ ما است نشاء انسانی میں ہے پھر بھی اُن کی نشاء اپنے گمان کے در لما عند ہا باشد و بین ما یرجع متعلق کے بموجب نشاء انساہ انسانی کے اہلیت واستحقاق بجمعیت است کہ در من اجمعیتہ باشد و فی ہر منصب عالی و مرتبہ بلند کی نزدیک خدائے تعالیٰ انشاہ الحاملتہ عطف است بر بین من ہے اُس کو وہ نہیں دیکھتے اور نہ سمجھتے ہیں اور بعضہ حیث المعنی اے بین انشاہ الحاملتہ التی نسخوں میں فیما ترزعم واقع ہے۔ یعنی نساہ انسانی حضرت صفت است مرطبیعت کلیہ را میں فیما ترزعم کے بجائے ما ترزعم واقع ہے یعنی نشاء انسانی میں ایک حر ہے اور وہ حر اس بات کو یعنی اہلیت واستحقاق نشاء انسانی مر سمجھتی ہے کہ نشاء انسانی میں اہلیت واستحقاق ہر منصب عالی ومنزلت رفیع را عند اللہ اور وہ حر اس بات کو بنا بر این است کہ نزدیک نشاء انسانی جمعیتہ الالہیتہ است کہ بیچ موجودے میں فیما ترزعم واقع ہے یعنی نشاء انسانی میں اہلیت واستحقاق نشاء بیرون نباشد چنانکہ حضرت الالہ کہ شامل جمیع موجودات عینی و ظلی ہے اس واسطے ترزعم کیلئے مفعولیت ہے جیسا کہ پہلے نسخہ میں لفظ اُس کا واسطے اہلیت اَن کیلئے ہے اور وہ شے قلب ہے اور معتبر نسخہ اول ہے

اسم و صفتے را وجه خاص باشد بسوئے
حق تعالیٰ بے واسطہ حقیقتہ الحقائق

حضرت الاحدیثہ باشد و در میان نشاء
عنصری کہ حامل است مراد صاف و

قوای روحانی و جسمانی راتا باقی امور
کہ آنرا تقاضا میکند طبیعت کہ ضابطہ

و حاضر جمیع قوایل و اعیان عالم علوی
و سفلی باشد و این طبیعت مبداء

فعل و انفعال است کہ در ہر جوہر ہنادرہ
اند و ہمیں طبیعت قابل تاثیرات

اسما الہی است و امورے کہ حقتعالیٰ
طبیعت کلیہ اند استعارات خاص اند

در صاحب این جمعیت عالم علوی عالم
سمادی باشد و عالم سفلی و عالم عنصری

و عالم روحانی و عالم جسمانی باشد پس
قوام ملائکہ از انسان است چنانکہ گفت

و اشارت کرد باین معنی بقول خود فی
النشأہ الحاملۃ لہذاہ الاوصاف۔

پس جمعیتہ الہی در نشاء انسانی بہ سہ
الحقائق کے طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور

یہ قول اہلیت و استحقاق نشاء انسانی ہر منصب عالی
و منزلت رقیع کیلئے ہے تعلیل ہے۔ لما عند اللہ من

الجمعیۃ و لما عند اللہ من الجمعیۃ کلہ ما کا بیان ہے جو کہ
لما عندہا میں ہے و بین ما یرجع جمعیت کے متعلق ہے

جو کہ من بین جمعہ کے ہے و فی النشأہ الحاملۃ عطف
ہے اوپر من بین من حیث المعنی اے من نشاء الحاملۃ۔

القی حضرت صفت ہے طبیعت کلیہ کی یعنی اللہ
تعالیٰ کے نزدیک جو اہلیت اور استحقاق ہر

منصب عالی و منزلت رقیع کی نشاء انسانی
کی ہے وہ اسوجہ سے ہے کہ نشاء انسانی میں

جمعیت الالہیہ ہے کہ کوئی موجود اس سے
باہر نہیں ہے جیسے کہ حضرت الالہ کہ تمام

موجودات عینی و ظلی میں شامل و ظاہر ہے
یعنی انسان دو چیزوں کا جامع ہے ایک

چیز سے وہ اپنے کو جناب الہی کی طرف رجوع
کرتا ہے اور دوسری چیز سے وہ حقیقت

الحقائق کے طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور

چیز باشد حضرت الاسماء والصفات و حضرت الاحدیۃ و طبیعت کلیہ کہ حاضر تمامی اعیان عالم باشد اعلیٰ و اسفل و درین کلام اشارت است کہ حمل نشاء عنصری مر این قوامی و استعداد خاص را بسبب طبیعت کلیہ است و در بعضی نسخہ بجائے بسوی جناب حقیقتہ الحائق جانب حقیقتہ الحائق واقع است و مال ہر دو عبارت یکے است و بعضی گفتہ اند کہ چون جناب الکی شامل احدیۃ دو احدیۃ است پس مراد از حقیقتہ الحائق حضرت امکان است کہ جامع حقائق ممکنات موجودہ و معدومہ است و بہرین وجہ منتصف است بعبودیت و ممتاز از ربوبیت قائل و نیز گفتہ است کہ در کلام تقدیم و تاخیر است و تقدیر کلام ابن است والے بالقیفہ الطبعیۃ الکلیۃ فی انشاء الجالۃ لہذا لاوصاف و این معطوف است بر قول او کہ الی الجناب الکی

جناب الہی حضرت اسماء و صفات ہیں اور ہر اسم و صفت اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ وجہ خاص رکھتے ہیں۔ اور حقیقتہ الحقائق حضرت الاحدیۃ ہے اور در میان نشاء عنصری جو کہ اُنھانیوالی اوصاف قوامی روحانی و جسمانی کی اور اُن امور کی کہ جس کو طبیعت تقاضا کرتی ہے اور وہ طبیعت گھرنے اور ضبط کرنیوالی تمام قواہل اور اعیان عالم علوی و سفلی کی ہے اور یہ طبیعت مبدعہ فعل و النفعال ہے جو کہ ہر جوہر میں رکھی گئی ہے اور یہی طبیعت اسماء الہی کے اثرات کو قبول کرنے والی ہے اور جو امور کہ مقتضائے طبیعت کلیہ ہیں وہ استعداد خاص ہیں اور جس کو یہ جمعیت حاصل ہے اُس کے جمعیت میں عالم علوی و عالم سماوی اور عالم سفلی و عالم عنصری و عالم روحانی و عالم جسمانی ہے پس انسان اعیان عالم سماوی و عالم عنصری و عالم روحانی و عالم جسمانی کا گھرنے والا اور احاطہ کرنیوالا ہے پس قوام و وجود ملائکہ کا انسان سے جیسا کہ کہا اور اشارہ کیا گیا ہے پس جمعیت الہی اشارہ انسانی میں تین چیزیں ہیں۔

باشد یا الی جناب حقیقتہ الحقائق فتامل
 و در بعضی نسخہ الکل واقع است بجائے
 الکلیۃ کہ دار الطبیعیۃ الکلیہ واقع است
 پس برین تقدس قول شیخ قدس سرہ کہ
 کہ فی النشارہ الحاملۃ است الی آخرہ جملہ
 حالیہ است و الکل بتدار است و
 فی النشارہ خبر وے باشد مر فی النشارہ
 را و حال آنکہ در نشار عنصری ہمہ انسان
 خبر اند پس جمیعۃ الالئمۃ درست آمد
 و این جا فعل لازم میاں میان موصوف
 کہ الطبیعیۃ باشد و میان صفت کہ الکی
 حضرت باشد باین معنی کہ الکل باشد و
 این رواست و انہ لقسم لو تعلمون عظیم
 و احتمال دارد کہ توجیہ سابق بحال باشد
 و الکل بدل یا عطف بیان باشد مر
 طبیعت راق و ہذا لا یعرفہ عقل بطریق
 نظر فکری ل یعنی جمعیۃ الالئمۃ را در
 نشار انسانی نمی شناسد بیچ عقل از راہ
 نظر فکری چہ کار عقل ترتیب امور

۱۔ حضرات اسماء و صفات ۲۔ حضرت الاحدیۃ -
 ۳۔ طبیعت کلیہ۔ اعیان عالم علوی و سفلی کو گھر نیوالی
 طبیعت کلیہ ہے اور اس کلام میں اشارہ ہے کہ طبیعت
 کلیہ اپنے استعداد خاص سے نشار عنصری کو اٹھائے
 ہوئے ہے اور بعضی نسخوں میں بجائے جناب حقیقت
 الحقائق جانب حقیقت الحقائق لکھا ہوا ہے اور
 مال دو لوزن عبارتوں کا ایک ہے۔ اور بعضوں نے
 کہا ہے جب کہ جناب الی احدیت و واحدیت میں
 شامل ہے تو حقیقت الحقائق سے مراد حضرت الامکان
 ہے جو حقائق ممکنات موجودہ اور معدومہ کا جامع
 ہے اسی وجہ سے عبودیت کے صفت سے متصف
 ہے اور ربوبیت سے ممتاز ہے اس مقام پر سوچو
 اور تامل کر۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کلام میں
 تقدیم و تاخیر ہے تقدیم کلام یہ ہے والی لصفہ الطبیعیۃ
 الکلیۃ فی النساء الحاملۃ بہذاہ اوصاف یہ اس کے
 قول الی الجناب اللہی پر یا جناب حقیقت الحقائق
 پر معطوف ہے اس مقام پر بھی سوچو و تامل کرو
 اور بعضی نسخوں میں بجائے الکلیۃ کے الکل واقع ہے
 کہ الطبیعیۃ الکلیہ میں واقع ہے = پس ایسی صورت

معلومہ است یا تحصیل امرے تا متاوی شود بسوی مجهول و سخن در معلومہ امر و تحصیل وے است چه اگر امر مرکب است سخن در اجزا است و چاره نیست ازین کہ اک جزو آن بسیط باشد و بسیط تعریف کردہ نمی شود مگر لوازم بینہ و لوازم شے اطلاع کہنہ شے نمی بخشد اگر بسیط باشد پس ظاہر است۔ مثلاً انسان کہ جوہر بسیط جنس عالی وی است بکنہ حاصل نیست ہم چنین جمیع انواع جوہر و افراد وے و ہم چنین تصدیق خاص بر مذہب کسے کہ تصدیق را مرکب دارد و مثلاً اگر بگوی کہ انسان حادث است و چون انسان و حادث را بکنہ معلوم نکردی پس بر کہ و بچہ حکم کردی و از مناقشہ طالب علمان نجات نیست گوش بصدائے ایشان نیامداد میگویند کہ ابو علی سینا در حق خود نزدیک بانزہاق روح از بدن گفتہ است سے میوت و لیس له حاصل

میں شیخ قدس سرہ کا یہ قول جو کہ فی النشار الحاملتہ ہے جملہ حالیہ ہے اور الکل بتدار ہے اور فی النشار اُس کی خبر ہے اور حال یہ ہے کہ نشارہ عنصری میں تمام انسان حصر ہیں ایسی صورت میں جمعیت الئبہ درست آئی۔ اور اس جگہ در میان میں الطبیعیہ کے کہ موصوف ہے اور اللتی حضرت کے کہ جو صفت ہے فعل لازم آتا ہے اس معنی سے کہ الکل ہے اور یہ جائز ہے۔ اور بیشک یہ ایک بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے والی توجہ اپنے حال پر ہو اور الکل طبیعت کیلئے بدل یا عطف بیان ہو۔ یعنی جمعیت الئبہ کو نشاء انسانہ میں ازراہ نظر و فکر اور ازراہ دانش کوئی عقل نہیں پہچانتی کیونکہ عقل کا کام ترتیب امور معلومہ ہے یا کسی امر کا حاصل کرنا ہے تاکہ مجھول کی طرف ادا کرے یا الایہ اور بات امر معلوم ہوئے اور حاصل کرنے پر ہے کیونکہ اگر امر مرکب ہے تو اجزا میں گفتگو ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ اُس کا ایک جز بسیط ہے اور بسیط کی تعریف ظاہری لوازمات سے ہوتی ہے اور لوازمات شے جیسے کہ

سوی علمہ انہ ما علم و امام رازی گفتہ است
 و غائۃ سعی العالمین ضلال لاجرم عقول
 گفتند۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا
 انک انت العلیم الحکیم۔ ۵
 دانستہ شد کہ بیچ نہ دانستہ ایم ما
 پس مر عقل را محال حرکت نیست مگر
 وقتیکہ بہ عنایت رب تعالی قلب منور
 بنور الہی مشعل ہدایت عقل گردد و فرا
 راہ او آمد آن زمان در ضیاء آن بدیہی
 معرفت شادری نماید و در فاخرہ
 دلوالی متکاثرہ بدست آرد و اگر نہ از
 طلاطم امواج او ہام و انیاب ننگ
 شکوک ہلاک و تا پیدا گردد و بازار از راہ
 معرفت نہ از راہ جہالت معترف گردد
 و بگوید سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا الا یہ
 ازین جا گفت بطریق نظر فکری۔ پس
 ادراک حقائق بے رسالت قلب واسطہ
 آن کار عقل نیست کہ طور آن و رائے
 طور عقل باشد و بے کشف الہی شاہد ایم ما۔ پس عقل کو حرکت کی طاقت نہیں ہے مگر

وہ ہے اس کی اطلاع نہیں دیتے اور اگر بسیط
 ہے تو ظاہر ہے۔ مثلاً انسان کہ جو ہر بسیط اُس کا جنس
 عالی ہے کمنیہ سے حاصل نہیں ہے اسی طرح تمام اقسام
 جوہر اور اُس کے افراد ہیں اور اسی طرح تصدیق خاص
 کسی کے مذہب پر کہ وہ تصدیق کو مرکب جانتا ہے۔
 مثلاً اگر تم کہو کہ انسان حادث ہے اور جبکہ انسان
 اور حادث کو تم نے کمنیہ سے معلوم نہیں کیا تو کس
 پر اور کس طرح پر تم نے حکم کیا کہ انسان حادث ہے
 طالب علموں کے جھگڑے سے نجات نہیں ہے
 اُن کی آواز کو سنا نہیں چاہئے۔ کہتے ہیں کہ ابو علی
 سینا اپنے حق میں جسم سے روح نکلنے کے قریب
 کہا ہے۔ مرد ہے ہیں ہم اور ہم کو کچھ حاصل نہیں
 ہے سوائے اُس علم کے کہ جو کچھ علم ہوا ہے۔ اور
 امام رازی نے کہا ہے انتہائی کوشش عالم
 والوں کی مگر ای ہے اس وجہ سے عقول نے کہا
 آپ پاک نہیں ہے علم ہمارے لئے مگر اسی قدر
 جس قدر کہ آپ نے ہم کو علم دیا ہے اب بہت
 بڑے علم والے اور حکم میں دانستہ شد کہ بیچ نہ دانستہ
 پس عقل کو حرکت کی طاقت نہیں ہے مگر

معرفت جمال خود نہ نماید و مرتزاکمال حاصل
 نشود چنانکہ میشنوی۔ ق بل ہذا فن
 من الادراک لایکون الا من کشف الالہی
 ل یعنی بلکہ فن ادراک خاص و معرفت
 مخصوص کہ مذکور شد حاصل نمی شود مگر از
 کشف الہی کہ این معرفت و ادراک تا
 آنکہ نور ربانی از مطلع عنایت پر تو خود
 بر قلب کس نیدارد حاصل نشود و
 حقائق کو سہ آئینہ بے پر تو لور بردل
 ظاہر نہ گردد ق منہ بعرف ما اصل صور
 العالم القا یلنہ لا وار صل یعنی از
 کشف الہی دیدہ و دانستہ می شود
 کہ ہیست اصل صور و اجسام عالم
 کی قبول کردہ اند مراد اح عالم را
 و تو اند بود کہ صور عبارت باشد از
 اجسام و اجساد مثل و ہیا کل نار یہ
 و نور بہ تا جمیع موجودات را از عقول
 و نفوس مجرودہ و غیر آن از جن و غیر آن
 شامل شوند کہ مرہر چیز را بحسب ماسبق
 اس وقت کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی
 سے قلب منور نور الہی سے ہدایت کی مشعل
 عقل کیلئے روشن کرے اور اس کو راستہ
 دکھادے۔ اس وقت اس کے روشنی میں معرفت
 کے دریا میں تیرا کی کرتا ہے اور پیش بہا جو اہرات
 اور موتی حاصل کرتا ہے۔ نہیں تو امواج کے
 تلاطم اور ادہام اور سکوک کے نمنگ سے ہلاک
 اور ناپید ہو جاتا ہے اس وقت وہ معرفت
 کے راہ سے اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ
 پاک بن نہیں ہے علم ہمارے لئے مگر وہی جو کچھ
 آپ نے ہم کو علم دیا ہے بیشک آپ بہت بڑے
 علم والے اور حکم میں اس جگہ لطرتی نظر فکری
 کہا گیا ہے کیونکہ حقیقت کا ادراک ہونا بغیر قلب
 کے وساطت سے ممکن نہیں ہے یہ کام عقل کا نہیں
 ہے بلکہ عقل کے طریقہ کے علاوہ ہے۔ بغیر کشف
 الہی کے شاہد معرفت اپنا جمال نہیں دکھلاتا اور
 تم کو جمال و کمال حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے امور
 کے سمجھنے کا خاص فن اور معرفت مخصوص کا حاصل
 جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بغیر کشف الہی کے حاصل

بہ صورتے ہست و یکشف الہی دیدہ
 و دانستہ می شود کہ چہ ظاہر شدہ است
 بہ صورت عالم کہ قبول کرد مراد و اح عالم را
 یعنی اصل صورت عالم ذات حق است
 کہ غیر ذات حق وجودے و نمودے
 ندارد و این یکشف الہی حاصل میشود
 بخلاف کشف القلوب و القیور و
 کشف انچه واقع شد و خواہد شد در
 عالم و این در معرفت و قرب مالہ بکار
 نمی آید آثار این کشف از دحام عوام
 و احراز مال و النعام است و این چیزها
 شرافت نہ بخشد از دحام خلق آفتہ
 لا شرافتہ فقیران توجہ باین کشف
 ندارند و خضر را مثل موسی علیہ السلام نہ
 انکارند اگرچہ موسی گفت ہل نتعبک
 علی ان نعلمن مما علمت رشد ابلکہ این
 را مطلب ساختن کفر است و بت پرستی
 اگر ازین چیز ہارستی بحق پیوستی -
 جار الحق و زہق الباطل ان الباطل

نہیں ہوتا کیونکہ یہ معرفت اور سمجھداری جب
 تک کہ نور ربانی عنایت کے مطلع سے کسی کے
 قلب پر سایہ نہیں ڈالتا حاصل نہیں ہوتا اور
 عالم کی حقیقت اور حقائق الہیہ بغیر نور کے
 سایہ ڈالے ہوئے دل پر ظاہر نہیں ہوتے
 یعنی کشف الہی سے دیکھا اور جانا جاتا ہے کہ
 عالم کے صورتوں کی اصلیت اور احسام عالم
 کیا ہیں کہ جس نے عالم کے ارواحوں کو قبول کر لیا
 ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ صورت عبارت ہے
 اجسام و اجساد مثالیہ اور ہیاکل نور بہ و ناریہ
 سے تاکہ تمام موجودات از قسم عقول و نفوس
 مجرودہ اور جن وغیرہ سے شامل ہوں کیونکہ ہر چیز
 کی جس کے لائق وہ ہے ایک صورت ہے
 کشف الہی سے دیکھا اور جانا جاتا ہے کہ عالم
 کے صورتوں میں کینا ظاہر ہوا ہے کہ جس نے
 عالم کے ارواحوں کو قبول کر لیا ہے۔ یعنی اصل
 میں عالم کی صورتیں ذات حق ہیں کہ خدا کی
 ذات کے علاوہ کوئی چیز وجود و نمود نہیں رکھتی
 اور یہ کشف الہی سے حاصل ہوتا ہے اس کے

کان ذہوقا علم ان کشف الحقائق الاسماء
 والتجلیات الصفاتی بعد القلوب للتجلیات
 الدانیة المفیضة لما سوارا الحی اعلتہ لجمال
 الانیات دکامصی فیہا واء یوجب
 الابدی فیطلع بحقیقتہا وحقیقتہ غیرہا بالحق
 تعالیٰ ویعلم ان الذات الالہیہ ہی اللتی
 لظہر لصور العالم وان اصل تلك الحقائق
 وصورها تلك الذات وانها ہی اللتی طرت
 فی الصورة الجوارسہ المطلق اللتی قبلت
 ہذاہ الصور کلہا من حیث فیومتہا۔
 ق فسمی ہذا المذکور السان و خلیفۃ اما
 الاساسہ فالعموم نشازہ وحصرہ الحقائق
 کلہا و ہو للحق کمر لئہ السان العین من العین
 الذی یہ یقول النظر و ہو المعسرۃ بالبصر
 المفصلت فی العالم ل و در بعضہ نسخہ
 فاما الساسہ واقع است بجائے اما الاساس
 یعنی پس نام کردہ شد این مذکور کہ قول
 جامع مختصر و حلا مرہا عالم و روح
 صورت عالم باشد بالسان و خلیفہ

علاوہ عالم میں اور بہت سے کشف ہیں مثلاً کشف
 القلوب و کشف القبور وغیرہ جو کہ عالم میں پائے
 جاتے ہیں یہ دوسری طریقہ سے ہی حاصل ہوتے
 ہیں لیکن یہ معرفت اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے
 کام نہیں آتی اس قسم کے کشف کے آثار عوام کا
 ازدحام اور مال کا کرنا اور لوگوں سے انعام کا مستحق
 ہوتا ہے یہ چیزیں بڑائی نہیں بخشش خلاق کا اذہا
 آفت ہے شرافت نہیں ہے خضر لوگ ایسے کشف پر
 توجہ نہیں رکھتے اور خضر کو مثل موسیٰ علیہ السلام کے
 نہیں سمجھتے اگرچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر تو
 کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس وجہ سے کہ تو سکھا دے
 کچھ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے بھلی راہ۔ بلکہ
 اس کو مطلب کیلئے استعمال کرنا کفر اور بت پرستی
 ہے اگر ان چیزوں سے تم نے چھٹکارہ پایا خدا سے
 مل گئے حق آگیا اور باطل چلا گیا اور باطل جانو الہ
 جالو اور تمہیں معلوم ہو کہ حقائق اسمانیہ اور تجلیات
 صفاتیہ کا دلوں پر کشف ہونا معلوم ہوتا کہ یہ
 کیا ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے سب سے پہلے
 دل پر ذاتی تجلی ہوتی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا

اما بودن این مذکور انسان و نام کردن او ہے جو غیرت ہے وہ فنا ہو جاتی ہے اور فانی رہتی ہے
 بالسان پس بعموم نشاء کون مذکورہ است اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی تجلیات کی حقیقت
 و حقیر کردن وے مرتامی حقائق را اور اسماء و صفات کے تجلیات کی حقیقت اور دوسرے
 چه نشاء مذکور شامل باشد مرتامی اسماء انبیاء کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے اور ان کو
 الہی و مراتب نزول نامناہی را و حاضر و معلوم ہو جاتا ہے کہ ذات الہی ایک ایسی ذات ہے
 ضابط است و تمامی حقائق را کہ مفصل جو عالم کے تمام حقائق اور صورتوں کی اصل وہی
 شدہ اندر عالم و کون مذکور مرتحق تعالیٰ ذات ہے مال ساہنہ و برہانہ۔ اور وہی ذات ہے
 بمنزلہ انسان عین و مردم چشم باشد مرتحق تعالیٰ جو مطلق صورت جو ہر یہ میں ظاہر ہے جس نے ان
 چشم را مردم چشم آن است کہ حاصل میشود تمام صورتوں کو قبول کر لیا ہے اس حیثیت سے
 بے نظر و بینائی و نعر میکند ازاں بہ کل چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں فانی اور منسلک
 بصری یعنی چون قول مذکور شامل شد مرتامی ہیں۔ بعضے نسخوں میں اما انسانہ کے بجائے فاما
 انبیاء الہی و مراتب نزول نامناہی را اما انسانہ واقع ہے۔ یعنی اس مذکور کا جو کہ کون جامع
 و ضبط و احاطہ کر دے مرتحق عالم را پس مختصر اور جلا کر نیوالا آسمہ عالم و روح صورت عالم
 حق تعالیٰ باین مذکور تمامی حقائق و مظاہر ہے۔ اسان و خلیفہ نام رکھا گیا۔
 انبیاء و صفات را دید پس نسبت این لیکن اس مذکور کو اسمان کنایا انسان نام رکھنا
 مذکور را بحق تعالیٰ نسبت مردم چشم باشد کون مذکور کے عموم نشاء کے اعتبار سے ہے
 چشم و معنی انسان مردم چشم است ق کیونکہ نشاء مذکور تمامی انبیاء الہی اور مراتب نزول
 فلذا مسمی انسانا فانہ بہ نظر بحق الی الحلق نامناہی کا گھیرنے والا اور اپنے اندر لے لینے والا
 فرجہ ل یعنی پس بنا بر آن کہ کون مذکور تمام حقائق کا جو کہ عالم میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں

مرحق تعالیٰ را بمنزلہ انسان عین باشد مر
عین را نام کردہ شد کون مذکورہ بایشان
چہ بدرسلہ یکن مذکور نظر کرد حق تعالیٰ
بسوے خلق و اعیان خلق پس رحم کرد
بر اعیان بانعام وجود و بخشش ظہور
نمود تا آنکہ حقیقت کون مذکور بظہور
نیامدہ بود اعیان خلق ثابت نشدہ
بودند پس دیدن حق تعالیٰ نہ بود۔ ^{است} و از
صفت بصارت منافی این مذکور نیست
پس چون انسان مرحق را ممر لہ انسان
عین باشد مر عین را باند کہ انسان خود را
نہ بیند از مردک دیدہ بہ باند آموخت
دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را اعلم
انہ تعالیٰ لما تجلی لذاتہ بذاتہ و شاہد جمیع
صفاتہ و کمالاتہ فی ذاتہ اراد ان یشاہد
فی حقیقتہ کون کا المرارة لہ تعالیٰ فاو
جد الحقیقتہ المحمدیۃ الی ہی حقیقتہ
ہذا النوع الانسانی فی الحضرة العلییہ
فوجدت حقائق العالم وجوداً اجالیاً

شامل ہے اور کون مذکور اللہ تعالیٰ کیلئے بمنزلہ انسان
کے آنکھ کے آنکھ ہے آنکھ کیلئے اور مردم چشم اُس کو
کہتے ہیں کہ جس سے آنکھ میں بینائی حاصل ہوتی ہے
اور اُس کو بصر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی جب کہ کون
مذکور تمام انبیاء الہی اور مراتب نزول نامتناہی
کو اور تمام حقائق عالم کو شامل ہے پس حق تعالیٰ نے
اُس مذکور سے تمامی حقائق اور انبیاء مظاہر و صفات
کو دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ سے اُس کون مذکور کی
نسبت مثل مردم چشم کے آنکھ کیلئے ہے اور انسان
کے معنی مردم چشم کے ہیں۔ یعنی اس لئے کہ کون مذکور
اللہ تعالیٰ کے لئے ممر لہ انسان کے آنکھ کے آنکھ ہے
کون مذکور کا نام انسان رکھا گیا اس وجہ سے حق
تعالیٰ نے کون مذکور سے خلق اور اُس کے اعیان
کو دیکھا اور وجود کے انعام و شہود کے بخشش
سے خلق اور اُس کے اعیان پر رحم کیا۔ جب تک
کہ حقیقت کون مذکور کی ظاہر نہیں تھی اور خلق
کے اعیان ثابت نہیں ہوئے تھے حق تعالیٰ کا
دیکھنا نہیں تھا اس مذکور سے خلق اور اعیان خلق
کو دیکھنا حق تعالیٰ کی صفت بصارت کے

مضاهياً للمرتبة الالہیة الجامعیة
 الاسماء کما فاو جدم فی تلك الحضرة
 وجوداً تفصیلاً فصارت اعیاناً ثابتة
 فلانه تعالی تم جعل الوجود الخارجی
 مطابقاً للوجود العلمی بايجاد العقل
 الاول اولاً وهو المشار الیه بقوله
 علیه السلام اول ما خلق الله نوری و
 وایجاد غیره من الموجودات التي
 تضمنها العقل الاول تانیاً فهو
 الانسان الحادث الازلی والنشار الدائم
 الابدی والكلمة الجامعة الفاصلة
 فتم العالم بوجوده ل ودر بعض نسخه
 بجائے نشار شے واقع است یعنی پس
 کون مذکور انسان حادث ازلی باشد
 ونشار دائم ابدی وکلمہ جامع و فاصل
 پس تمام شد و کمال یافت عالم لوجود
 انسان کہ روح صورت عالم و جلاز این
 مرآة باشد چنانکہ گذشت و مراد ار
 حادث بحدوث ذاتے است بمعنی
 ہونے کے منافی نہیں ہے۔ پس جب کہ انسان
 حق تعالی کیلئے مبرکہ انسان عین کے ہے عین
 کو چاہئے کہ اپنے کو نہ دیکھے آنکھ کے مردک
 سے سکھنا چاہئے کہ دیکھے سب کو اور نہ دیکھے
 آپ کو جان تو کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذات کی
 اپنی ذات پر تجلی کی تو مشاہدہ کیا اپنے کل صفوں
 اور کمالات کو اپنی ذات میں۔ پھر ارادہ کیا کہ
 اپنے کل صفوں اور کمالات کو ایسے حقیقت
 میں دیکھے کہ وہ اُس کے لئے مثل آئینہ ہو تو
 پایا حقیقت محمدیہ کو کہ جو اس نوع انسانی کی
 حضرت العلمیہ میں حقیقت ہے تو پائی گئیں
 حقیقتیں عالم کی ماعمار وجود اجمالی کے
 مشابہ مرتبہ الہیہ میں جو کہ کل اسماء کا جامع
 ہے تو پایا ان سموں کو اُس حضرت میں وجود
 تفصیل کے ساتھ۔ پس ہو گئے اعیان ثابتہ
 اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مکمل کر دیا وجود
 خارجی کو مطابق وجود علمی کے عقل اول کے
 ایجاد کی وجہ سے کیونکہ وہ اول مشار الیہ
 ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول

اقتصار بسوئے مبتدا و اصل و ازلی و دائم | میں جو کہ اول ما خلق اللہ نوری ہے اسی کی طرف
بمعنی عدم مسبوق است بعدم پس انسان | اشارہ ہے اور اُس کے ضمن میں دوسرے موجودات
نظر لوجود علمی و عینی ثابتہ و وجود عینی روحانی کے | ایجاد کو عقل اول نے بعد کو لیا اور بعضے نسخوں
حادث باشد۔ و ازلی و دائم بمعنی مذکور پس | میں بجائے شے کے نشاہ واقع ہے یعنی پس کون
ارلیت و دوام انسان نظر بہ ارلیت و | مذکور انسان حادث ازلی و نشاء و دائم ابدی و
دوام علتہ تامہ ادست نہ حادث بحدوث | کلمہ جامع و فاضل ہے۔ پس انسان کے وجود سے جو
زمانی بمعنی مسبوق بعدم تامنا فی ازلیت | کہ صورت عالم کی روح اور آئینہ عالم کی جلا ہے
و دوام گردد۔ و نہ ازلی و دائم بمعنی عدم | عالم کا جمال و کمال روشن اور پورا ہو گیا جیسا کہ
انصاف است بسوئے شے کہ این معنی | او پر ذکر کیا گیا۔ اور حادث سے مراد حدوث ذاتی
مختص بحضرت واجب الوجود است۔ | ہے۔ اس معنی سے کہ وہ اپنے مبتدا اور اصل کا محتاج
و تواند بود کہ مراد حدوث زمانی باشد | ہے اور ازلی و دائم اس معنی سے ہے کہ اُس پر عدم
لیکن نظر لوجود عینی و حانی او باشد پس | کبھی طاری نہیں ہوا اس لئے کہ عدم مسبوق عدم
بازمانی نمیشود مر ازلیت و دوام اورا | سے ہے پس انسان نظر لوجود علمی و عینی ثابتہ و وجود
کہ نظر لوجود علمی و عینی روحانی او باشد۔ | عینی و روحانی حادث ہے اور اسی معنی سے وہ ازلی
و نظر باین وجود از زمان و احکام وے | و دائم ہے۔ پس اولیت اور دوام انسان اُس کے
متعالی است و از مکان و احاطہ وے | علت تامہ کے نظر سے ہے۔ اس نظر سے وہ ازلی
سرة و ابدی بمعنی عدم طربان عدم است | و دائم نہیں ہے کہ وہ حادث بحدوث زمانی ہے
و این نیز لوجود روحانی است۔ و ابدیت | جس کے معنی عدم سے چھپے آنے کے ہیں اور اس نظر
او از جهت ابدیت علت تامہ ادست | سے بھی وہ ازلی و دائم نہیں ہے کہ وہ کسی شے کا محتاج

بخلاف ابدیت واجب الوجود کہ ابدیت
 او ذاتی است۔ و وجہ این کہ انسان و ہر
 موجود کلمہ است در شرح خطبہ گذشت
 و انسان را جامع ازان میگویند کہ جمع
 کردہ است میان جمیع حقائق المیہ و کوسہ
 ہم لوجود علمی و ہم لوجود عینی فاصل ازان است
 کہ فصل کردہ است میان مراتب کہ موجب
 بکثر اند و تعدد و بہمن معنی اشاعت است
 ازان کہ نبی علیہ السلام قاسم است میان
 جنت و نار۔ اعلم انہ انما تاضر الانسان بہ
 نشارہ العنصریۃ لانه لما جعلت حقیقتہ
 متصفۃ بجمیع الکمالات جامعۃ للحقائق
 و جب آن تو جد الحائق کلہا فی الخارج
 قبل وجودہ حتی یر علیہا عند تنزلاتہ فتیصف
 بمعانی من جوار الروحانیات و السماویات
 و العنصریات الی ان یطہر فی الصور
 الجسمیہ و لا یدان عمر علی الحضرت الاسماویہ
 ایفا حتی یكون عارفا کابلا و لهذا لقال
 ان علم الاولیاء مذکری لا تفکری لا لما
 نہیں ہے اس لئے کہ کسی شے کا محتاج نہ ہوتا یہ صفت
 واجب الوجود کی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد
 حدوث زمانی ہو لیکن نظر لوجود عینی دروحانی کے
 اُس کے ہے۔ اور یہ بھی اُس کے ازلیت و دوام کا
 منافی نہیں ہے اس لئے کہ اُس کے وجود علمی و عینی
 درحانی پر نظر کرنے سے اُس کی ازلیت اور اس کا دوام
 ہونا ثابت ہے اور وجود علمی اور عینی دروحانی پر نظر
 کرنے سے زمان و احکام سے وہ سرہ اور بالاتر ہے۔
 اور ابدی اس معنی سے ہے کہ عدم طریبان عدم سے
 ہے یہ بھی روحانی نظر سے ہے اور ابدیت اُس کی
 اُس کے علت تامہ کے جہت سے ہے بخلاف ابدیت
 واجب الوجود کے کہ ابدیت واجب الوجود کی ذاتی
 ہے اور یہ وجہ کہ انسان اور ہر موجود کلمہ ہے خطبہ
 کے شرح میں بیان ہو چکا ہے انسان کو جامع اسلئے
 کہتے ہیں کہ اُس نے اپنے اندر تمام حقائق کو نیرہ المیہ
 کو اور وجود علمی دروحانی کو جمع کر لیا ہے اور فاصل
 اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اُس نے مراتب کے درمیان
 فصل کرنا ہے جو کہ موجب کثرت و تعدد کا ہے
 اور اس طرح کہنے میں اشارہ بند ہے کہ حضور

علیہ رائی اہل التناسخ۔ والفا لما کان علیہ
 فی الخارج مرکز من العناصر المتاخره عن
 الافلاک و نفوسہا و العفولہا و جب ان توحد
 قبلہ بقدم الجبر و علی الكل بالتطیع فی نمون
 العالم کفص الحاتم من الحاتم الذی ہو محل
 النقش و العلامۃ اللتی بہا یختم الملک علی
 خرائقہ یعنی پس کون مذکور کہ انسان
 باشد از عالم و نسبت او بسوئے عالم چون
 قص خاتم است از خاتم و نسبت دے
 بسوئے خاتم چہ قص خاتم محل نقش و
 علامت باشد کہ بسبب علامت و محل
 وے ہر میکند بادشاہ صاحب مملکت
 بر خزانہ خود و انسان ہم چنین است
 یعنی چوں با انسان مذکور و وجود آن
 تمام شد و کمال یافت عالم۔ پس
 انسان مذکور و نسبت او بعالم چوں
 نگینہ انگشتری و نسبت دے باشد
 بر انگشتری پس چنانکہ فص خاتم از
 خاتم است و با وجود این فص شے است

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ و جنت کے تقسیم
 کر نیوایے ہیں۔ تجھے معلوم ہو کہ انسان کی پیدائش نشاہ
 عنصریہ میں سب سے پیچھے ہوئی ہے جبکہ انسان کی
 حقیقت تمامی حقائق کی جامع اور تمامی کمالات سے
 متصف بنائی گئی۔ تو اس کے لئے ضروری و لازمی
 ہوا کہ اس کے وجود میں آنے سے پہلے تمامی حقائق خارج
 میں موجود ہوں اس لئے کہ وہ اپنے نزول کے وقت تمامی
 حقائق سے گذرتی ہوئی اور متصف ہوئی ہوئی جس میں
 روحانیات و سماویات و عنصریات شامل ہیں اپنے
 نوعی جسمانی شکل و صورت میں ظاہر ہوا اور اس کیلئے
 یہ بھی لازم ہوا کہ وہ حضرت الاسمائیلہ پر بھی گذر کرے
 ایفاً یہاں تک کہ عارف کامل ہو جاوے اسی وجہ
 سے کہا جاتا ہے کہ علم اولیاء اللہ کا مدگری ہے تفکری
 نہیں ہے ہمارا یہ کہنا تناسخ کا جائز کر نیوالا نہیں ہے
 ایفاً اور چونکہ انسان کی ذات اربعہ عناصر سے مرکب ہے
 جو کہ افلاک اور ان کے نفوس و عقول متاخر اور
 پست تر ہیں اس لئے واجب اور ضروری ہوا کہ حقیقت
 کے اعتبار سے انسان کا وجود سب سے پہلے پایا جاوے
 اس وجہ سے کہ کل جز پر قدر تا مقدم ہوتا ہے۔

برگ و منقش بہ نقش ام صاحب
 و علامت او کہ ختم میکند بادشاہان
 بدان علامت بر خزینہ خود ہم چنین
 انسان اگر چہ از عالم باشد و جزئی از جزئیات
 دے با وجود این عالم دیگر است و شان
 عجیب دارد کہ منقش است بہ نقوش
 اسما صاحب خود و مطاہر اسما و از اینجا
 دریاب کہ چون ترکیب فص خاتم آخر
 عمل صالح است بہ خاتم ہم چنین انسان
 آخر و تسہائے دائرہ وجود عینی عالم است

ق و سماہ خلیفۃ من اہل ہدال
 لانه الحافظ بہ کما یحفظ بالحق الخرا بن
 این تعلیل است مرعلیت علت مذکور
 از برائے اینکہ نام کرد انسان را بخلفہ
 یعنی نام کرد حق تعالی انسان مذکور را
 بخلیفہ بنا برین کہ انسان و نسبت او
 بعالم چوں فص خاتم است و نسبت
 دے بنجام چہ مدرسینکہ حق تعالی حافظ
 عالم است بانسان چنانکہ سلطان حافظ

یعنی وہ کون کہ جس کا ذکر کیا گیا انسان ہے اور
 عالم میں ہے اُس کی نسبت عالم کے ساتھ مثل
 نسبت نگینہ کے انگوٹھی کے اور انگوٹھی کی نسبت
 طرف نگینہ کے ہے کیونکہ نگینہ انگشتری اُس
 جگہ اور اُس چیز کی نقش و علامت ہے کہ ملک
 اور خزانہ رکھنے والے بادشاہ اپنے خزانوں
 پر اُسی نقش و علامت سے مہر کرتے ہیں اسی
 طرح انسان ہے۔ یعنی جب کہ انسان کے پیدا
 ہونے سے اور اُس کے وجود سے وجود عالم
 کا پورا ہو گیا کیونکہ انسان آخری پیدائش ہے
 اور انسان کے وجود سے عالم نے جمال و کمال
 پایا۔ پس انسان کی نسبت عالم کے ساتھ مثل
 نگینہ کے انگشتری کے ساتھ ہے جس طرح
 انگوٹھی کا نگینہ انگوٹھی سے ہے باوجود اس کے
 یہ نگینہ بمقابلہ انگشتری ایک بہت بڑی چیز
 ہے کیونکہ اُس نگینہ پر بادشاہ کا نام منقش
 ہے اور اُس نقش اور رسم سے بادشاہان مملکت
 اپنے اپنے خزانوں پر مہر کرتے ہیں۔ اسی طرح
 انسان اگر چہ عالم میں ہے اور اُس کے جزئیات

خزان است بہ فص و نقوش وے و نام کرد
 انسان را بخلیفہ ثابت است بکتاب خدا
 تعالیٰ چنانکہ گفت انی جاعل فی الارض خلیفہ
 وہم چنین گفتن مر انسان را انسان ثابت
 است بقول باری تعالیٰ خلق الانسان علمہ
 البیان ان الشیطن لانسان عدو مبین۔
 پس چنانچہ فص خاتم کہ محل نقش اسم و علامت
 صاحب خود باشد کہ حفظ میکند خزینہ اورا
 زرد غیبت اور چون اور حضور خود۔
 ہم چنین انسان کہ محل نقوس اسماء الہیہ و
 و مظاہر اسماء الہیہ باشد خلیفہ حق است کہ
 حفظ میکند عالم اورا۔ چہ حق ہمیشہ در
 غیب است و از سر اوقات عزت و غیبت
 در بارگاہ ظہور نیامدہ و بر چہار مالش روز
 مکہ زندہ۔ و عجب این کہ ہر چہ عرصہ ظہور
 آمدہ غیر او نیست۔ و آخر اول نیست و
 ظاہر غیر باطن نہ ہوا اول و الآخر و الظاہر
 و الباطن غیر تشش غیر در جہاں نگذاشت لہرم
 عین جملہ شد حال خلق با حق تعالیٰ چون
 میں سے ایک جز ہے باوجود اس کے ایک دوسرا عالم
 ہے اور عجیب شان رکھتا ہے اور اپنے مالک یعنی حق
 تعالیٰ کے اسماء و صفات سے منصف و منقش ہے اور
 مظاہر اسماء ہے۔ اس جگہ پر سوچو اور سمجھو کہ انگشتری
 بنانے والے نے نگینہ انگشتری کا انگوٹھی بنانے کے بعد
 سب سے پیچھے بنایا ہے اور اُس انگوٹھی بنانے والے کا
 نگینہ کا بنانا آخری عمل و فعل ہے اس لئے کہ نگینہ ہی
 کے بنانے کے لئے اُس نے انگوٹھی بنایا تھا اسی طرح
 انسان تمام چیزوں کے وجود میں آنے کے بعد وجود
 میں آیا یعنی آخری دنہما نے عالم کے وجود عینی کا دار
 انسان ہے لہذا الحفظ کہ کہتے ہیں
 علیت مذکور کیلئے لعلیل ہے اس واسطے کہ نام رکھی
 انسان کا خلیفہ۔ یعنی حق تعالیٰ نے انسان مذکور کا
 نام خلیفہ رکھا۔ اس واسطے ہے کہ انسان اور نسبت
 اُس کی عالم کے ساتھ مثل نگینہ انگشتری و نسبت
 اُن کی خاتم کے ساتھ ہے جس طرح سے کہ بادشاہ اپنے
 نگینہ و نقوش و مہر سے خزانہ کی حفاظت کرتا ہے اسی
 طرح حق تعالیٰ عالم کی حفاظت و نگہبانی اپنے خلیفہ
 یعنی انسان سے کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

حال کلام لفظی است با کلام نفسی۔ و توضیح
 و تنقیح این مطلب و تحقیق و کشف این
 مقصد در مار دیگر نموده خواهد شد بعنایت
 اللہ تعالیٰ و بعضی نسخہ لانه الحافظ الخلقہ کما
 بحفظ الحکم الخزان واقع است بجائے
 لانه الحافظہ کما بحفظ بالحکم الخزان۔
 یعنی زیرا کہ مدرسینکہ انسان حافظ است
 مرفلق اور اچنانچہ حفظ میکند ختم و فص
 خزائن را۔ پس اسناد حفظ بسوئے
 انسان و ختم مجاز عقلی باشد کہ حافظ
 حق است و امیر و انسان و ختم سبب
 حفظ اند و جاہ راست کہ آن استاد حقیقی
 باشد غایت الامر حفظ آن بخلافت
 و نیابت باشد نہ باصالت جنانکہ نامب
 سلطان حافظ مرشہ را برسل حقیقت
 است بہ مجاز اگرچہ بہ صلافت سابت
 باشد نہ بہ اصالت قی فنادام ختم الملک
 علیا لایبجرا احد علی فنجیا الا با و نہ
 ل یعنی پس تا وقتیکہ ختم بادشاہ بر خزان
 کہ تحقیق میں اس پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں اسی طرح
 سے انسان کو انسان کہنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قول سے
 ثابت ہے ہم نے انسان کو پیدا کیا اور گویائی کی قوت
 دی تحقیق شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے جس طرح
 سے کہ نگینہ انگشتری مالک کے نام منقش کر نیکی جگہ ہے
 اور وہی مہر جس پر کہ مالک کا نام کندہ اور منقش ہے۔
 خزانہ شاہی کی جب کہ مالک اس مقام پر موجود نہیں
 ہوتا حفاظت کرتی ہے۔ اسی طرح انسان جو کہ محل
 نقوش اسماء الہیہ اور مظاہر اسماء الہیہ اور خلیفہ حق
 ہے عالم کی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ ہمیشہ
 غیب کے پردہ میں ہے اور عزت اور غیبت کے خیمہ
 سے ظہور کے بارگاہ میں نہیں آیا ہے اور ظاہر ہونے کی
 مسند اور گدی پر تکیہ نہیں لگا یا ہے۔ اور تعجب یہ
 ہے کہ جو کچھ عرصہ ظہور میں آیا ہوا ہے سوای اُس کے
 دوسرا نہیں ہے۔ اور آخر اول کے علاوہ اور ظاہر
 باطن کے علاوہ دوسری نہیں ہے وہی اول وہی آخر
 وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ اُس کی غیرت نے دونوں
 جہان میں غیر کا وجود باقی نہیں رکھا تو اب ہسی تمامی
 اسماء اُس کی عین ہیں۔ جو تعلق اور حال کلام لفظی کا

باشد دیری نمیکند بیچ یکے از غیر بادشاہ
 برکشادن آن مگر باذن و بہ اجازت بادشاہ
 پس ختم و فص او حافظ خزائن او باشد ہم
 چنین انسان چنانکہ میسنوی قیفاً مختلف
 فی حفظ العالم فلا يزال العالم محفوظاً بآدام
 فیہ ہذا الانسان الکامل یعنی پس خلیفہ
 گرفت حق تعالی انسان کامل را در حفظ
 عالم پس ہمیشہ خواهد بود عالم محفوظ تا وقتیکہ
 در عالم انسان کامل باشد کہ نگاہ میدارد
 عالم را انسان کامل و حقیقت او چہ وصول
 انوار الہی و اسوہ نامتناہی عین اللہ بعالم
 از وجود انسان کامل است و از تصرف
 و لعلب او در عالم علوی و سفلی۔ پس تا
 مادامیکہ انسان کامل کہ فص اسم الہی است
 در عالم باشد بیچ خبر از حقائق عالم بر فتح
 خزائن اللہ جسارت و جرأت ندارد مگر
 باذن حق و اجازت و چہ انسان کامل اسم
 اعظم است کہ با اسم اعظم پرورش و تربیت
 کند عالم را۔ چہ بیرون نمی آید حتی از معانی

کلام نفسی کے ساتھ ہے اسی طرح سے خلق کا تعلق
 اور حال حق تعالی کے ساتھ ہے۔ وضاحت
 تنقیح و تحقیق اور کشف اس مقصد کا دوسری
 جگہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے کیا جائیگا۔
 اور بعض نسخوں میں لانا الحافظہ کہما بحفظ بالختم
 الخزانہ کی جگہ پر لانا الحافظہ الخلیفہ کہما بحفظ ختم
 الخزانہ واقع ہے۔ پس اس لئے کہ تحقیق اللہ
 تعالیٰ کے خلق و مخلوق کا انسان محافظ ہے جس طرح کہ
 مہر و نگینہ خزائن کی حفاظت کرتا ہے۔ پس انسان
 و نگینہ انگشتری و مہر کو محافظ کہنا مجازاً عقلی ہے اسلئے
 کہ حفاظت کرنا حق تعالیٰ ہے۔ اور امیر اور انسان
 و مہر یہ سب حفظ کرنے کے اسباب ہیں اور یہ بھی جائز
 ہے کہ استاد حقیقی ہوں۔ غایت الامر حفاظت کرنا خزانہ
 اور عالم کی ازراہ سماعت و خلافت کے ہے اصالتاً نہیں
 ہے جس طرح سے کہ شہر کا نائب شہر کی حفاظت بریل
 حقیقت کرتا ہے مجازاً محافظ نہیں ہے اگرچہ ازراہ
 خلافت و نہایت ہی ہو۔ یعنی جب تک کہ مہر بادشاہی
 خزائن پر لگی رہتی ہے بادشاہ کے علاوہ اور کوئی
 دوسرا شخص اس خزانہ کو نکال نہیں سکتا اور نہ اس

از شق غیب بر حضرت الظور مگر بادن و اجازت اسم اعظم و محضی نمی شود چیزی از صفت ظور در دوائی باطن و کمون مگر بر حکم و اشارت او اگر چه او نعلیه بشریت ازین حکم راہل باشد و غافل۔ فهو البرزخ بین البحرین و هو الحاجز بین العالمین۔

ق الا تراه اذا زال فلک الختم عن خزائنه الدنیام یبقی فیہا ما اخرجت الحق فیہا و خرج منہا ما کان فیہا و التحق بعضہ و انتقل الامر الی الشارہ الاخرہ فکان ختماً علی خزائنه الاخرہ ختماً ابدياً یعنی آیامی بینی تو اے طالب حق و تابع شرایع نبوی کہ انسان کامل وقتیکہ زائل می شود ازین عالم و سگستہ می بود آن ختم از خزانه دنیا و انتقال می باید از دنیا بسوئے آخرت باقی نخواهد ماند در خزانه دنیا چیزے کہ مخزون ساخته است ان را حق تعالی در آن خزانه و بیرون خواهد شد از دنیا چیزے کہ در دنیا باشد از آسمان و زمین و آنچه در میان ہر دو باشد چہ این

مہر کو توڑ سکتا ہے اگر بادشاہ کسی کو حکم دے تو ایسا شخص بنی مہر کو کھول کر خزانه پر تصرف کر سکتا ہے اب معلوم ہوا کہ بادشاہی مہر اور نگینہ اُس کا اُس کے خزانه کی حفاظت کرینوالی ہے اُسی طرح انسان ہے۔ یعنی انسان کامل کو حق تعالی نے اپنا خلیفہ بنایا اُسی منصب خلافت سے انسان کامل عالم کی حفاظت کر رہا ہے اب سمجھو کہ جب تک انسان کامل عالم میں موجود ہے عالم محفوظ و مامون رہیگا کیونکہ انسان کامل اپنی حقیقت سے عالم پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس سے واضح اور سنو کہ انوار الہی اور شعاع نامتناہی عن اللہ کا عالم میں پایا جانا انسان کامل کے وجود سے ہے اور اُس کے ثعلب و تصرف میں عالم علوی و سفلی ہیں۔ پس جب تک کہ انسان کامل کہ جس کے نگینہ دل پر اللہ تعالیٰ کا نام کندہ ہے اور اسماء الہی کا نگینہ ہے عالم میں موجود ہے حقائق عالم سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے خزانه کو کھولنے کی جرأت و دلیری نہیں کر سکتی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو حکم دے وہ سب کچھ ہے انسان کامل اسم اعظم ہے اور اسم اعظم ہی کے ذریعہ و واسطہ سے تمام عالم کی پرورش و پرداخت

ختم حافظ عالم است و سبب حصول فیض حق کہ مبقی عالم باشد بعالم پس جائیکہ او نباشد فیض مبقی نماند و چون مبقی نماند شے از کجا باقی بماند پس ترا خدشہ این کہ بانتقال و زوال ختم انتقال و زوال خزانہ نمی شود۔ صلاست و سرسائی نہ بخشد این جا ہمہ حیرت است و حیرانی از چہ گفتی صفت ختم حذف است و تواند بود کہ بگوئی کہ چون ختم حافظ نماند مختوم سر محفوظ نماند حریف درین جا کارکنید و لاحق شوند بعض چیزیکہ در خزانہ دنیا باشد بہ بعض آن خرما ہائے کہ بیش از فلک ختم و نیارستہ و محقق شدہ اند یا بگوئی کہ بہ بعض آن حر ہائے کہ مخزول سادہ است آن را درازل و بر عالم باطن چہ ہر چہ در عالم ظاہر است در عالم باطن باشد باطل اصل است و ظاہر ظل آن فاذا اسقل ہذا لبعض من الدنیا السحق بالبعض الذی ہو صلہ فی آخرہ۔ و منتقل فی لود بسوے

و تربیت کر رہا ہے کیونکہ جو بھی معانی باطن سے ظاہر ہوتے ہیں وہ اسم اعظم ہی کی اجازت و حکم سے ظاہر ہوتے ہیں اور کوئی چیز جو ظاہر سے باطن کے پوشیدگی کے گوشہ میں پوشیدہ ہوتی ہے تو اسی کے حکم و اشارہ سے ہے اگر چہ وہ انسان کامل بشریت کے غلبہ کی وجہ سے اُس کا ادراک نہ کر سکے۔ اور نہ جانے دنہ سمجھے۔ پس وہی برزخ ہے درمیان بحرین کے اور وہی پردہ ہے درمیان عالمین کے۔ یعنی کیا نہیں دیکھتا تو اے طالب حق اور پابند شریعت نبوی و مصطفوی کہ انسان کامل کا جس وقت کہ عالم سے زوال ہو جائیگا اور اُس کے حفاظت کی مہر جو دنیا کے خزانہ پر لگی ہوئی ہے لوٹ جائیگی اور عالم ظاہری کے تمام خزانے جو اس میں تھے وہ سب اور جملہ کار و بار آخرت کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور جن جن چیزوں کو عالم دنیا میں یعنی آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اللہ تعالیٰ نے خزانہ کیا تھا کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی کیونکہ انسان کامل جو کہ خلیفہ حق ہے اُس کے ذریعہ است جو مزلہ مہر کی ہے اللہ تعالیٰ عالم کی حفاظت

آخرت و مستقر و متابدی گرد و در آخرت پس
 می باشد انسان کامل ختم و حافظ بر خزانہ آخرت
 ختم ابدی و ازین جا بشنود آنچه می گویند ان
 القرآن الی السمار یوم القیامتہ فان القرآن
 خلق الکامل اے الانسان الکامل فلما لم
 یبق الکامل لم یبق خلقہ میگویند کہ شخصے
 پر سید از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کہہ پست
 خلق عظیم رسول علیہ السلام کہ در قرآن مذکور
 است گفت صدیقہ رضی اللہ عنہہ فرآن
 باشد۔ پس رسول را کہ میگویند ربی بست
 کا حکم در باب قرآن و جبریل را در باب
 علمہ الشدید القوی و کشف این مطلب
 در انفاص الخواص نموده شد و عرفان
 صدیقہ را دیاب و رسول چرامی فرماید
 کلینی یا حمیرا و فی الجزران اللہ تعالیٰ
 العلم با اع العلماء حتی لم یبق علی
 وجه الاض من یعلم مسئلہ علمیت و من یقول
 اللہ ثم یقوم علیہم الساعة و کون الکامل
 ختماً علی خزائنه الاخره دلیل علی ان التجلیات

کر تا ہے اور اسی کے حفاظت کرنے سے یہ عالم محفوظ
 ہے اور اسی کے ذریعہ و واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض
 عالم میں پہنچتا ہے اور عالم محفوظ و باقی ہے۔ پس انسان
 کامل کے عالم میں نہ رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا
 فیض عالم میں نہ پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ کا فیض جو عالم
 قائم اور محفوظ رکھے ہوئے تھا نہ رہے گا تو یقیناً عالم
 بھی نہ رہے گا پس تم کو اس امر کا اندیشہ و خدشہ کہ
 ہر کے زائل اور منتقل ہونے سے خزانہ کا انتقال
 و زوال نہیں ہوتا۔ مگر ابی دپریشانی نہ بھٹتے تم ہرگز ہرگز
 حیران دپریشان نہ ہو اس مقام پر تمام و کمال حیرت
 و حیرانی ہے۔ جو کچھ تم نے کہا اور دیکھا اور سنا اس ہر
 کی جو سمر لہ ٹھیکری کے ہے یہ سب اس کے اوصاف
 ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کو جب مہر ہی جو کہ
 محافظت کرتی ہے نہ رہی تو ہر کہ نیوالا کیسے محفوظ
 رہ سکتا ہے خبردار ہوشیار رہو حریف اس جگہ کام
 کریں گے اور تمہارے قدم کو ڈگ گادیں گے۔
 پس بعض چیزیں جو کہ دنیا کے خزانہ میں ہیں ان
 بعض چیزوں سے جو ہر کے زائل ہونے سے پیشتر
 دنیا سے چلی گئی ہیں اور پوشیدہ ہو گئی ہیں بل جادوئی

الالبینة اہلیا بواسطہ الکامل کما فی الدنیا
 والمعانی المفصلۃ اہلیا متفرعۃ و مقام
 جمود ابداً کما تفرع منہ ازلاق نظر جمیع
 ما فی الصور الالبینۃ من الاسما فی ہذا النشارۃ
 الانسانیۃ فحازت رسمہ الا حاطۃ و الجمع
 بہذا الوجود و بہ قامت الحجۃ لہ تعالیٰ علی
 الملائکۃ ل یعنی پس ظاہر شد جمیع چیزیکہ
 در صور المسمیہ بودند از اسما و صفات او در
 نشاۃ انسانی پس گرد کرد نشاۃ انسانی مرتبہ
 احاطہ و جمع را کہ جامع حقائق کونۃ و الہیہ
 و جمیع صور موجودہ باشد بوجود علینی چوں
 حق تعالیٰ الا انہ بکل شیء محیط قد احاطہ بکل شیء
 علما و احقی کل شیء عدداً در گرفتہ است
 بحکم خود مرتبہ اجسام را و بروح و باطن خود
 رتبہ ارواح و عقول را و بدین احاطہ و جمع
 گفت باری تعالیٰ و علم آدم الاسما کلہا رباً
 شد حجت و برہان خدا نے تعالیٰ بر ملائکہ کہ
 مبارعت کردند در باب انسان و گفتند در
 حق او اجعل فسا من یفسد و فیہا ویسفل
 یا یوں کہو کہ بعض وہ چیزیں کہ جس کو حق تعالیٰ نے
 ازل سے عالم باطن میں خزانہ کیا تھا اُس سے جا میں گی
 کیونکہ جو کچھ عالم ظاہر میں ہے وہ عالم باطن میں ہے
 باطن اصل ہے اور عالم اُس کا ظل ہے پس جس وقت
 کہ بعض چیزیں دنیا کی انتقال کرتی ہیں تو اُن بعض
 چیزوں سے جو کہ اصل میں آخرت میں متحقق ہو جاتی
 ہیں اور کل کار و بار آخرت کی طرف منتقل اور ابد میں
 مستقر ہو جاتا ہے پس اُس وقت یہ انسان کامل
 ابد اور آخرت کے خزانہ پر مہر ابدی اور حفاظت کر نیوالا
 ہوتا ہے۔ اب اس مقام پر جو کچھ کہ خدا و رسول نے
 فرمایا ہے اُس کو سنو و تحقیق قیامت کے دن قرآن
 آسمان پر اُٹھ جائے گا اور قرآن خلق کامل ہے یعنی
 انسان کامل ہے۔ پس جس وقت کہ انسان کامل نہ
 رہے گا اُس کی مخلوق بھی نہ رہے گی کہتے ہیں کہ ایک
 شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 سے دریافت کیا کہ خلق عظیم رسول مقبول صلی اللہ علیہ
 وسلم کا کیا ہے جو کہ قرآن میں مذکور ہے حضرت عائشہ
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ قرآن ہے پس
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کون کہتا ہے کہ تحقیق

دکن وسیع عمدک و لک فانا احاطہ کوئی بھی مثل میرے نہیں ہے میں رات بسر کرتا ہوں اپنے
 لمالم یحیطونہ و صورت نزد ارباب درایت رب کے پاس وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے قرآن پیر
 اطلاق می باید برہر حیزے کہ در عرصہ وجود اور علم الشدید القوی کہ سمجھو اور حضرت عائشہ صدیقہ
 آمدہ است چہ عالم سنامہ صورت حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرفان کے بلند پایگی کو سمجھو اور
 الالبیہ است از روئے تفضیل و انسان خوب اچھی طرح سمجھو اور اس کو بھی سمجھو کہ رسول مقبول
 صورت اوست از روئے جمع چنانکہ گفت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اور کس لئے فرماتے ہیں کہ اے
 نبی علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علی صورتہ حمیرا مجھ سے بات چیت کرو حالانکہ ایک زمانہ حضور
 پس مراد از ملائکہ دریں قول بعضے ملائکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سننے کا مشتاق تھا۔
 ابد تامل فی حفظہ فقد وعطک اللہ حمیرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لقب
 لعک فی نظر من این اتی علی من اتی غلبہ و خطاب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ علم نکال لے گا اس
 ل قول شیخ قدس سرہ بحفظ صیغہ امر است طرح سے کہ علما کے سینوں سے علم کھینچ لیا جائیگا یہاں
 مرد کہ حاضر را ارباب تفاعل و حفظ تک اس زمین پر کوئی عالم باقی نہ رہیگا جو کہ اس مسئلہ کا
 بمعنی بحفظ و عدم غفلت است و اتی جاننے والا نہ ہو۔ جب اللہ نے کہا تو اس پر قیامت قائم
 در ہر دو محل صیغہ ماضی است مبنی مر ہو جاتی ہے اور ہوتا انسان کامل کا مہر او پر خزانہ آخرت
 مفعول را و کلمہ علی یا مجرور در ہر دو مقام کے دلیل ہے کہ وہ تجلیات الہی کا اہل ہوتا ہے بذریعہ
 مقام فاعل است یعنی پس بیدار و اسی کامل کے جیسا کہ اس دنیا میں کامل کا باطن تجلیات
 بند پذیر ہوئے مرد دانا چہ بہ تحقیق بند الہی کا اہل ہوتا ہے کامل انسان کا مرتبہ مقام جمع سے
 دادہ است ترا خدا تعالیٰ بہ غیر تو کہ ملائکہ ہمیشہ ہمیشہ برتر ہوتا ہے جیسا کہ ازل میں برتر ہوتا ہے
 باشد بس نظر بکن کہ از کجا آمدہ شد بر کسے پس وہ تمام چیزیں جو کہ صور الیبیہ میں اسماء و صفات

کہ آمدہ شد بروئے یعنی پذیر بود محفوظ باش سے نہیں وہ نشاء انسانی میں ظاہر ہوئیں اور نشاء انسانی
 و قدم نزاع را با حق تعالیٰ در میان میار مثل نے اپنے وجود عینی سے احاطہ و جمع کے مرتبہ کو جو کہ جامع
 ملائکہ و ابلیس و بعضے از مردم کلام ملائکہ را حقائق کو نیہ والہیہ و جمیع صور موجودہ ہے اپنے اندر
 حمل بر استفسار کردہ اندو لیکن قول باری تعالیٰ لے لیا اور احاطہ کر لیا۔ مثل حق تعالیٰ۔ تحقیق وہ ہر شے
 اتی اعلم ما لا تعلمون درز و ملائکہ و در برابر کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اپنے علم سے کبھی وہ ہر شے
 قول اینہا ملائکہ نباشد چنانکہ در بعضے مصنفات کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ ہر شے کی گنتی جانتا ہے۔
 این ذکر کردہ است و بر تقدیر و اتنا اور نشاء انسانی نے اپنے جسم سے صورت عالم کے
 مس علم و کریم و حکیم از روئے اسر سادہ اجسام کے مرتبوں کو اور اپنے روح و باطن سے عقول
 زبان را حرکت نہد و سکون را از اور ارواح کے تمامی مراتب کو جمع و احاطہ کیا اور
 دست خود بگذارد و در حضرت کریم متناہی لے لیا اور اسی احاطہ و جمع کے مرتبہ سے اللہ تعالیٰ نے
 حاجت است چنانکہ این مطلب در نفس فرشتوں سے فرمایا اور ہم نے آدم کو اپنے تمامی اسماء کا علم
 الی از انفاس الخواص شرح یافته است۔ تفویض کر دیا اور اسی احاطہ و جمع کے مرتبہ سے اللہ تعالیٰ
 اگر وظیفہ تو ارشاد و تلقین خواہد بود بوجہ کی حجت ملائکہ پر قائم ہوئی۔ ملائکہ اور فرشتے انسان کے
 وجود او خواہد نمود۔ پیدائش اور منصب خلافت کے سلسلہ میں حق تعالیٰ
 و وظیفہ تقاضا چہ حاجت است سے نزاع اور مخالفت کر رہے تھے اور کہ رہے تھے کہ
 پس از مقام گفتگو بر خیزند از بہت اسر سادہ اے قادر مختار تو ایسے کو خلیفہ بنا رہا ہے کہ وہ زمین پر
 چنانکہ ملائکہ و ذرارے عناد چنانکہ ابلیس فساد و خون ریزی کریں گے اور ہم سب تیرے مدد و
 چہ وعظ کردہ است ترا باری اتہانی بقصہ تسبیح کیلئے کافی ہیں پس تحقیق احاطہ کر لیا جو تائید احاطہ
 غیر تو کہ ملائکہ و ابلیس باشد پس مسالک را کے تھا اور اباب در آیت کے نزدیک صورت کا اطلاق

بانکہ در حضرت احمی و خلفا و عرفا و ابیہ ہر اس چیز پر جو کہ موجود ہے کیا جاتا ہے کیونکہ عالم سامہ
 زانوے ادب بہ نشیند و خود را در میان از روئے تفصیل حضرت اسیہ کی صورت ہے اور انسان
 نہ بیند و بقدر صلاح و کمال خود سود کمال اور وے جمع حق تعالیٰ کی ضرورت ہے جیسا کہ حضور
 غیر خود را منظر نظر خود را در دیدہ باش نہ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ
 طاؤس چنانکہ گفت۔ تعلم من العینین ان نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس قول میں ملائکہ سے
 کنت عاقلاً شہود جمال الغیر تو اصل بعضے ملائکہ مراد ہیں۔ سوچو۔ قول شیخ قدس سرہ جو کہ بحفظ
 ولا لکوا الطاؤس بعشق نفسہ فی سقی ملائاً ہے باب تفعیل سے امر کا صیغہ ہے جو کہ مذکر غائب کیلئے
 عند کل الکواہل و در بعضے نسخہ فتحط بما ہے اور بحفظ بمعنی عدم غفلت اور اُتی دونوں جگہوں
 قد و عطفک اللہ بغیرک واقع است۔ میں ماضی کا صیغہ ہے جو مفعول کیلئے مبنی ہے اور کلمہ
 یعنی پس بند پذیر شد چیز مکہ و عطف گفتہ است علی با مجرور کے ساتھ دونوں مقاموں میں قائم مقام
 تراحق تعالیٰ قصہ ملائکہ باشد چنانکہ گفت فاعل ہے۔ یعنی اے مردانا بیدار ہو اور نصیحت قبول
 لعمرک۔ یعنی بجا لیکہ آن چیز متعلق باشد کر و اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے غیر سے تم کو نصیحت
 بغیر تو و در بعضے نسخہ متحفظ بہا فقد و کیا ہے جو کہ ملائکہ میں پس اس امر میں نظر کر و اور دیکھو
 و عطفک اللہ بغیرک واقع است۔ کہ ملائکوں پر جو یہ عتاب آیا لو کہاں سے آیا یعنی حق کی
 یعنی پس بند پذیر شد بقصہ ملائکہ پس نظر نصیحت کو قبول کر و اور محفوظ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے
 لکن کہ از کجا آمد نامت و ملامت بر کسے کہ منازعت نہ کر و اور قدم منازعت مثل ملائکہ اور ابلیس
 آید یعنی از دست کہ بر دست چنانکہ مشوی در میان میں نہ لاؤ۔ بعض لوگوں نے ملائکہ کے کلام کو
 فان الملائکہ لم تقف مع تعطیہ نثارہ استفسار پر محمول کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کے
 ہذاہ الخلیفہ یعنی بد سسکہ ملائکہ کہ منازع قول کے رد میں یہ کہنا کہ تحقیق جو میں جانتا ہوں تم اس کو

بودہ اند باحق تعالیٰ در شان خلیفہ ثابت
 تماندند و قناعت نہ نمودند بجزیریکہ میدہد و
 نمی بخشد از انشا و مرتبہ این خلیفہ چہ
 موجب نشادہ خلیفہ کہ مظهر اللہ است و
 جامع جمیع اسماء و صفات باشد این است
 کہ ملائکہ جز بہ تحلیل و تسبیح بہ بعض اسماء متصف
 نہ شوند و خبر بہ کمالات عبادات و طاعات
 و عدم تخلف در او امر و لواہی موصوف
 نہ گردد و طلب چیزیکہ اینہا شائستہ آن
 نباشد نکنند چہ اگر ملائکہ شائستہ خلافت
 می بودند باین نعمت مشرف می شدند و انا
 لموفوہم لغہم غیر منقوص چہ خلیفہ کسی باشد
 کہ بصفات مستخلف متصف باشد ازین
 جا ست کہ مرشد عارف خلیفہ نگیرد مگر آن
 را کہ چوں ادا باشد و حلف بفتح لام بخواند
 مگر آل را کہ بصفات پدر موصوف باشد
 کہ خلف مذکور از خلافت است بخلاف
 خلف لکن لام کہ از خلافت است و از
 خلافت تا بخلاف فرق بسیار است و از
 پس سالک کیلئے بہتر و مناسب ہے کہ خدا اور اُس کے
 نہیں جانتے ملائکہ کے کلام کو استفسار کے معنی پر
 محمول نہیں کرتا ہے جیسا کہ بعض تصانیف میں
 اس کا خلاصہ کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا
 جاوے کہ ملائکہ کا یہ قول استفسار ہی پر مبنی ہے
 تو ایسی صورت میں بھی عقلمن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ
 سے کوئی امر دریافت نہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
 خود بھی داتا و بینا و عالم و رحم و حکیم ہے۔ حضرت
 کریم کے دربار میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے
 شرح و انبساط کے ساتھ نقش ازلی میں ذکر کیا
 گیا ہے۔ اگر تمہاری استعرا و ارشاد و تلقین کی
 مقتضی ہے تو بغیر زبان سے کہے ہوئے وہ ہو کے رہے گا
 جو روئینہ تم کو ملتا ہے وہ جانتا ہے نقاضا کی حاجت
 نہیں ہے پس نہ ازوے سرکشی و نہ ازوے دریا
 زبان کو کھولنا نہ چاہئے اور نہ ازوے عناد جس
 طرح سے ملائکہ و ابلیس کے اللہ تعالیٰ سے نزاع کی
 ہے تم سر لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے
 حکایت و قصہ میں جو کہ تمہارے غیر میں ہم کو نصیحت
 کیا ہے پس تم کو چاہئے کہ تم اس نصیحت کو قبول کرو۔
 پس سالک کیلئے بہتر و مناسب ہے کہ خدا اور اُس کے

ملک تا بہ انسان بعد بشمار بتہ لو بجعلناہ
 ملکا بجعلناہ رجلاً راعوہ دست خود
 دارد و کریمہ ما قدر اللہ حق قدرہ اذ قالوا
 انزل اللہ علی بشر من شے راز او خود بسازد
 بدانکہ دریں کلام اشارہ است کہ کمالات
 ملائکہ بملائکہ از دست انسان است اگر چه
 بہ نیابت باشد اگر قدم انسان در میان نہ
 بودے مسبح و مسبح رومودے پس چرا
 نگوید حق تعالی ان اللہ و ملائکتہ یصلون
 علی النبی و چوں ماہمہ ذریات خلیفہ ایم
 گفت یا ایہا الدین آمنو صلوا علیہ وسلمو
 تسلیم و چون کافر در بر وہ جلال مستور است
 و نظر بر جمال خلیفہ ندارد و ماور شد بدین
 قدمت و منسوب نہ گشت باین متصف
 ازیں جااست کہ خاص کرد رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم مومن را و گفت انامن اللہ
 و المومنون منی و گرنہ تمامی اشیا را از رسول
 اندیش کس بجمال نمی رسد ایمان باشد
 یا کفر گر بوساطت قدم رسول علیہ السلام

خلفا را در عرفا کے دربار میں ادب سے خاموش بیٹھا
 رہے اپنے کو در میان میں نہ دیکھے اُن کے بڑائی و کمال کو
 اپنے سامنے رکھے اپنی اچھائی و کمال کے بنانے میں
 مصروف و درپے رہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا
 ہے کہ آنکھ ہو جا اور طاؤس نہ بن۔ سیکھو آنکھوں سے
 اگر عقلمند ہو۔ آپس میں ملنے کے وقت دوسرے کو
 چہرہ کو سامنے رکھو۔ اور مت دیکھو مثل طاؤس کے جو کہ
 اپنی ذات پر عاشق ہے ورنہ کل کا ملین تمہاری ملامت
 کریں گے۔ اور بعضے نسخوں میں محفوظ با قد و عطفک
 اللہ بغیرک واقع ہے پس اس نصیحت کو قبول کرو جس کو
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے غیر سے ملائکہ کے قصہ میں نصیحت
 کی ہے اسی حالت میں کہ وہ نصیحت تمہارے غیر سے
 جو کہ ملائکہ میں تعلق رکھتی ہے یعنی ایسی حالت میں کہ
 وہ خبر یعنی نصیحت تمہارے غیر سے تعلق رکھتی ہے
 جو کہ ملائکہ میں۔ اور بعضے نسخہ میں مستحفظ با فقد و
 عطفک اللہ بغیر واقع ہے۔ پس ملائکہ کے قصہ میں
 جو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے اُس کو قبول کرو
 اور دیکھو اور سمجھو کہ جو کچھ کہ ملامت و ندامت اُن پر
 آئی وہ اُنھیں کے پیدا کئے ہوئے افعال سے آئی

اگر اولیٰ محفوظی بود چیزے از گنہے عدم سر بر
 یعنی پس سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے جو فرشتے انسان کے خلیفہ بنائے
 اور پیدائش کے سلسلہ میں منازعت کر رہے تھے خلیفہ کی
 شان کو ان سمجھوں نے نہ سمجھا اور نہ جانا۔ اور خلیفہ کے
 مرتبہ و نشاۃ سے ان کو جو چیز حاصل ہوتی تھی اُس کو
 جاننے اور حاصل کرنے کی کوشش ان سمجھوں نے نہ کی
 اور خلیفہ کے نشاۃ کو جو کہ مظهر اللہ اور جامع جمیع اسماء
 و صفات ہے اُس کے سمجھنے میں بھی وہ تیرے کورس
 اور رہے اُس کے نہ جاننے و سمجھنے کا سبب یہ ہے
 کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بعض اسماء سے تسبیح اور تقدیس
 کرتے تھے اور سوائے کمالات طاعات و عبادات
 و عدم خلف او امر و نواہی دوسری صفات سے منصف
 و موصوف نہ تھے اور جس چیز کے وہ لائق نہ تھے اور
 وہ اُس کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے تھے۔ اور اگر
 وہ خلافت کے لائق ہوتے تو حق تعالیٰ ان کو نہ و خلیفہ
 بنا تا ہم ان کا حصہ جو ان کو ملتا ہے بغیر کسی کمی کے پورا
 پورا دیں گے کیونکہ خلیفہ کی شان یہ وہ مستخلف کے ہر
 صفات سے منصف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مرثہ کامل و
 عارف جو مرید کہ اُسکی طرح ہوتا ہے اُسکو خلیفہ بنا تا ہے
 جو فرزند کہ باپ کی صفات سے منصف ہو اُس کو خلف

نمی آدر و بلکہ قدم بر حضرت الامکان نمی
 نہاد پس جمیع موجودات مشرف نمی شدند
 بمالات مگر از مرتبہ انسان کامل و حاصل
 نمی شود مدد و امداد در ہر چیز ہر زمان مگر
 از جناب آن و نمی بخشد ہر اسمی از اسماء
 الہیہ بہ مظهر خود اچھے می بخشد مگر باستمداد
 حضرت اللہ کہ این کامل مظهر اوست و
 چنین چیز ہا شرح و بسط تشفی نمی بخشد
 و اساطیر نمی آرد این حکم و حکمت بکشف
 و وجد این تعلق دارد آری بہ فرید
 صادق ایمان درست گرد اما طمانیت
 بے کشف و شہود روئے نہ نماید چنانکہ
 گفت خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب
 ارنی کیف نمی الموتی قال الم تو من قال
 ملی و لکن لسطنی ر قلبی ایمان دیگر است
 و اطمینان دیگر۔ و نزل قرآن ما ہوشفاء
 رحمت اللومنین و لایزید الظالمین
 الا خساراق و لا وقت مع

حضرت الحق من العبادات الداتیہ
 ل یعنی قناعت و توقف نکرند ملائکہ اہل
 نزاع بجز یکہ تقاضا و طلب میکند حضرت
 الحق از ایشان کہ عبادت ذاتیہ باشد کہ
 و ذات ملائکہ تقاضائے عبادت و طاعت
 میکند نہ خلافت و مطہریت اسم جامع کہ
 ازین ہا آن متصور نیست و گرنہ چرامی
 فرماید و جعلناہ ملکاً لاجعلناہ رُجلاً
 رحل مطین است بطین معرفت و محبت
 و سرا و متوج باشد بہ تاج انک لعلی خلق
 عظیم و خلق عظیم قرآن است و قرآن جلیع
 جمیع کلم است و موجودات اندہان بیدار
 باش کہ بحر و حذان کار نمیکند ساکت ماش
 تعریض و تعرض گردونہ گرد دلا بحرک
 بلسانک لتعجل بہ ان علینا جموعہ و قرآنہ
 ثم ان علینا مانہ و در ہر آں بیانی می
 رود و در ہر زمان مر بیان را شانے
 دیگر است سہ فہم سخن گر بکند مستمع :-
 قوت طبع از متکلم محو۔ پس و ذات ملائکہ

کہتے ہیں اس لئے کہ خلف خلافت سے ہے بخلاف خلف
 لکون لام کہ وہ خلاف سے ہے خلافت اور خلاف میں
 بہت بڑا فرق ہے اسی طرح فرشتے اور انسان میں بہت
 بڑی دوری ہے اگر فرشتہ کو بنا تا رسول تو اس کو بھی
 آدمی بناتے کے رسی کو اپنے دلوں ہاتھوں سے مضبوط
 پکڑو اور آسہ کریمہ نہیں قدر کیا اللہ کی جیسا کہ قدر کرنا
 حق ہے جبکہ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر پر
 کوئی چیز نازل نہیں کی تو اپنا زاد راہ بناؤ۔ جانو کہ
 اس کلام میں اشارہ ہے کہ ملائکہ کے کمالات ملائکہ میں
 انسان کے ہاتھ سے ہے اگر نیابت ہی کے ذریعہ سے
 ہے اگر انسان کا قدم در میان میں نہ ہوتا تو تسبیح کر نیوالے
 اور جس کی تسبیح کی جاتی ہے ظاہر نہ ہوتے یہی وجہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے
 نبی پر درود بھیجتے ہیں اور ہم سب جبکہ خلیفہ کے ذریات
 ہیں تو ہم سب کے لئے بھی حکم ہوا کہ تم لوگ بھی نبی پر درود
 بھیجو یعنی اے ایمان والو تم سب بھی نبی پر درود و سلام
 بھیجو۔ چونکہ کافر اللہ تعالیٰ کے جلال کے پردہ میں پوشیدہ
 ہے اور خلیفہ کا جمال بھی۔ اس کے نظروں میں نہیں ہے
 صلواۃ بھیجنے کی صفت سے موصوف و متصف نہیں

از ملائکہ تقاضائے عبادت میکشد بحسب
اسما حق کہ مظاہر ان اسما باشد یا بگوئی کہ
عبادت ذاتیہ بمعنی مقتضائے ذات حق
شد چہ ذات حق تعالیٰ در ایشان جز عبادت
و طاعت و بہرچہ معمور شد ند طلب نکند
و ایشان را تکلیف خلافت و معرفت انسانی
ندہد۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ و
تقاضا کردن ذات حق تعالیٰ را امر ہر چیز
را از ہر چیزے منفرع است بر تقاضا
کردن ذات آن را آن چیز را و اگر نہ ظلم
لازم آمد ما ظلم اللہ ولكن کالو الفسہم
یظلمون۔ ق فانہ ما یعرف احد من الحق
الا ما یعطیہ ذات و لیس للملائکۃ جمیعۃ الادم
ل این قول تعلیل حکم سابق است کہ
تقاضا کردن حضرت الحق باشد مر عبادت
ذاتیہ را از ملائکہ۔ یعنی چہ مدسئیکہ ہیچ کس
نمی شناسد از حق تعالیٰ مگر چیزے کہ عطا
و بخشش میکند آن را ذات آن کس و
حال آنکہ نیست مر ملائکہ را جمیعت آدم

ہو ہے اسی وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے
مومنین کو خاص کر دیا اور فرمایا کہ میں اللہ سے ہوں
اور مومن مجھ سے ہیں یوں تو تمامی اشیاء رسول سے ہیں
کوئی تحقیق خواہ وہ ایماندار ہو یا کافر اپنے اپنے کمالات
تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے
ذریعہ سے پہنچتے ہیں۔ اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کی ذات حق تعالیٰ کو ملحوظ و منظور نہ ہوتی کوئی
سے عدم سے وجود میں نہ آتی اور حضرت الامکان
پر قدم نہ رکھتی۔ پس تمامی موجودات اپنے اپنے کمالات
سے انسان کامل ہی کے مرتبہ سے مشرف ہوتے ہیں
اور تمامی امداد و مدد ہر شے کو ہر آن و ہر زمان انھیں
کے جناب سے حاصل ہوتی ہے اور ہر اسم انشاء اللہ
اپنے ظہور سے جو کچھ کہ ظاہر کرتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ
کے مدد سے کہ یہ کامل اللہ تعالیٰ کا مظہر ہے۔ ایسی
چیزیں شرح و بسط سے خوشی پہنچاتی ہیں اور تشفی
بخش نہیں ہوتی ہیں یہ حکم و حکمت کشف و وجدانی
سے تعلق رکھتی ہیں ہاں مرید صادق کا ان باتوں سے
ایمان درست ہوتا ہے لیکن اطمینان بغیر کشف و نمود
کے حاصل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ

کہ جامع جمیع اسماء الہیہ باشند یعنی ذات
 ملائکہ ندادہ شدہ اند مگر معرفت بہ بعض
 اسماء حق تعالیٰ را کہ مظاہر آل بعض باشند
 پس بحسب این بعض و معرفت آن عبادت
 و طاعت میکند و آن اسماء کہ ملائکہ مظاہر
 آن اسماء باشند اسماء ہی اند بخلاف
 آدم کہ مظہر جمیع اسماء الہی است و اسماء
 کونی و اسماء ملکونی و عارف جمیع اسماء
 و علم آدم الا اسماء کلہا پس عبادت و طاعت
 میکند حق تعالیٰ را بحسب معرفت
 خود۔ بدانکہ اسم تو اب و عفو و مسہم بے
 وجود انسان حیراں زہر ایسمہ بوند چون
 انسان پیدا شد و بظاہر و بباطن جامع
 اسماء الہی گشت حزن و کاتبہ از اسماء مذکورہ
 ناپیدا گشت پس ملائکہ معصیت انسان
 در نظر داشتند و با اسماء مذکورہ نہ پرداختند
 پس بدانکہ دوات حیوانات عجم از حیوانات
 مذکور عبادت و طاعت ناموسی طلب
 نکردند بنا برین ذات حق تعالیٰ از انہا
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پروردگار دکھلاؤ گس
 طرح تو مردہ کو زندہ کرتا ہے کہا کیا ایمان تم کو نہیں ہے
 کہا ہاں ہے لیکن قلب میرا مطمئن نہیں ہے ایمان
 دوسری چیز ہے اور اطمینان دوسری چیز ہے۔ اور
 نہیں نازل کیا ہم نے قرآن کو مگر اُس میں شفا ہے
 واسطے مومنین کے اور نہیں بڑھانا ظالموں کیلئے
 لیکن خساراً۔ یعنی نزاع کرنے والے فرشتوں نے
 توقف و قناعت نہ کیا اور نہ سمجھا اور ان کے خیال میں
 نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے وذات کے استعدادات کے
 موافق و مطابق ان سے عبادات و طاعات کا طالب
 ہے اس لئے کہ فرشتوں کی استعداد و ذات طاعت و
 عبادت کے سوا دوسری چیز کے لئے موزوں نہیں ہے۔
 خلافت اور اسم جامع کی مظہریت ان کی ذات
 و استعداد سے ممکن نہیں ہے۔ اور اگر ممکن ہوتی تو اللہ
 تعالیٰ کیوں اس طرح فرماتا اور اگر ہم فرشتہ کو رسول
 بناتے تو اُس کو بھی آدمی بناتے اب سنو اور سمجھو کہ انسان
 محبت اور معرفت کے مٹی سے گوندھا ہوا ہے۔ اور
 اُس کے سر پر خلق عظیم کا تاج رکھا ہوا ہے خلق عظیم
 قرآن ہے اور قرآن تمامی کلمات کا جامع ہے۔ اور

طالب عبادت و طاعت مذکور نہ شد بخلاف ذات انسان و ابو بکر و ابولمب دریں طلب برابر بودند لاجرم حق تعالی از ہر دو عبادت و طاعت ناموسی طلب نمود و ایں طلب نظر باستعداد جزئی ابو بکر طلب اقبال مقبول کرد و ابولمب طلب ادبار و رد لاجرم اول مقبل شد و مقبول و تانی مدبر شد و مردود و انالو فوہم نصیبہم غیر منقوص و ایں حکم چون حکم اہل کلام است کہ استطاعت فعلی دیگر و طاعت کو موسی شامل ہر صالح و طالح است و ہر نفس نفیس و خسیس و نظر جوہد و کرم بر روی استعداد جزئی است لاجرم گفت با ابو بکر کن مو مناصد لبقا نفساً - و بابی لب گفت کن کافر مردوداً لطفونا شقیار اراہ اللہ شی ان بقول کہ کن فیکون - فکان الاول مو مناصد لبقا کافر و الثانی کافر غافلاً - پس چون دید کہ از امر ناموسی کار بکشاند گفت حق تعالی باغلیک الالبلاغ و سوائے علیہم انذرتم

کلمات و کلم موجودات ہیں۔ سبحان اللہ ہاں ہوشیا ہو جاوے اس کا سمجھنا سوائے وجدان کے دوسرے کا کام نہیں ہے خاموش ہو جا تعریف اور تعرض تمہارے گرد نہ آنے پائے حرکت دو اپنی زبان کو جلدی جلدی ہم پر ہے اُسکا بیان کرنا اور جمع کرنا قرآن کا اور ہمارے ذمہ ہے اُسکا بیان کرنا اور شرح کرنا اور ہر آن ایک بیان ہونا ہے اور ہر زبان اُس بیان کیلئے دوسری شان ہے جو بات کہ کہنے والا کہہ رہا ہے اور اُس کو سننے والے نہیں سمجھ رہے ہیں تو متکلم کی یعنی کہنے والے میں سمجھانے کی قوت مت تلاش کرو۔ پس فرشتوں کے ذوات فرشتوں سے جو کہ بعض اسماء کے مظاہر میں اُنھیں اسماء کے مطابق اُن کی ذوات طاعت کی طالب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے ذات سے سوائے عبادت اور طاعت کہ جس کے لئے وہ مامور ہیں دوسری چیز کو طلب نہیں کیا ہے اور خلافت اور معرفت کی تکلیف جو کہ انسان کو دی گئی ہے اُن کو نہیں دی گئی نہیں تکلیف دینا کسی نفس کو اللہ لیکن جیسی اُس کی استعداد ہوتی ہے اور تقاضا کرنا ذات حق تعالیٰ کا ہر شے سے جیسا کہ اُسکی استعداد ہے۔ برتر ہے تقاضا کرنے پر اُس کی

ام لم تدر ہم لایومنون ختم اللہ علی قلوبہم لایتہ
 و افاضہ ہر فیض از عفو و انتقام قبول ورد
 ذات اُس چیز سے نہیں تو ظلم لازم آویگا جیسا کہ آئمہ کریمہ
 ہے اور نہیں ظلم کرتا اللہ لیکن ہوتے ہیں اُن کے نفس ظلم
 کرنے والے۔ یہ قول پہلے قول کا تعلیل ہے کہ حضرت الحق
 گفت استغفرت لہم ام لم تغفر لہم لغفر اللہ
 لہم و لسن استغفرت لہم سبعین
 و غیر آں مبنی است بر استعداد جزئی ازین جا
 عبادت ذاتیہ فرشتوں سے تقاضا کرتا ہے یہ امر اس
 طرح پر ہے کہ جس کی جیسی استعداد ہے وہ اُسی استعداد
 پر خلق ہے اُس کی ذات و استعداد جو کچھ کہ اُس کو علم
 دیتی ہے اُسی کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے
 اور یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جیسی جمعیت
 ہے اُس طرح فرشتوں کی نہیں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام
 اللہ تعالیٰ کے تمامی اسماء و صفات الہیہ کے جامع ہیں
 اور ملائکہ بعض اسماء کے مظاہر ہیں اور انھیں اسماء کی
 جن پر وہ ہیں اُن کو معرفت حاصل ہے اور انھیں
 اسماء کے معرفت سے وہ حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس
 و طاعت و عبادت کرتے ہیں اور وہ اسماء جن کے فرشتے
 مظاہر ہیں اسماء سرہی ہیں۔ بخلاف انسان کہ وہ
 تمامی اسماء الہیہ کا اور اسماء کوئی ویکوئی کا مظہر ہے
 اور تمامی اسماء الہی کا جاننے والا اور پہچاننے والا ہے
 بموجب آسہ کریمہ ہم نے آدم کو اپنے کل اسماء نفویض
 کر دئے۔ پس انسان اپنے معرفت سے حق تعالیٰ
 بگوئی چہ طریق استعارت در کلام عرب
 طریق واسع است و جاری پس لم لغف
 و لا وقت ارد قون بمعنی اطلاع باشد
 یعنی مطلع نشدند ملائکہ ہر چیز سے کہ میدہد
 اُن را اشارہ در مرتبہ خلیفہ کہ شرافت و خلافت
 باشد و واقف نشدند ہر چیزیکہ تقاضا و
 و طلب میکند از خلیفہ حضرت الحق تعالیٰ
 کہ عبادت داسہ باشد۔ یعنی ذات حق را
 در ہر اسم پرستش میکند بخلاف ملائکہ
 کہ عبادت با سہے باشد نہ با سہے۔

دین راعبادت ذاتیہ بخواند پس انسان
 مظهر ذات اندو مستحق خلافت گشت ملائکہ
 کہ مظاہر اسماء خاص اند پس سرور خلافت
 نشند پس منازعت ملائکہ راجب بود
 و غفلت برین تقدیر قول شیخ قدس سرہ
 کہ فانه ما يعرف احد من الحق الخ باشد
 تو اندو کہ تعلیل لم تقف ولا وقت باشد
 قائل ق ولا وقت بالاسماء الالہیہ
 التي یخصها وسحت الحق بہا وقد سنہ
 ل یعنی واقف نشند و مطلع نگشتہ اند
 ملائکہ بر اسماء الہیہ کہ مختص باشند بجلائکہ
 یا مختص باشند ملائکہ بدار اسماء و تسبیح
 گفتند و تقدیس کردند بدار اسماء بر تقدیر
 اول کہ ضمیر تخصیص راجع باشد بسوی اسماء
 و ضمیر مفعول بسوی ملائکہ بہ تقدیر حرف
 جارائے تخص بہا ملائکہ مختص اند و
 دخول بابر مختص سابع است چنانکہ می
 گوئی تحسک بالعبادت چہ انسان
 جامع جمیع اسماء الہی است و ملائکہ مختص
 کے تمامی اسماء سے ان اسماء کے معرفت کے مطابق و
 موافق عبادت و طاعت کرتا ہے اس امر کو بھی جان
 لو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء تو اب و غفور و مسقم و قہار
 و غیر ان انسان کے وجود کے بغیر حیران و سرسیمہ تھے
 جب انسان پیدا ہوا اور اپنے ظاہر و باطن میں تمامی
 اسماء الہیہ کا جمع کر لیا ہوا۔ کرب و کھسی ان اسماء
 حق تعالیٰ کی خالی رہی پس ملائکہ نے انسان کی معصیت
 کو نظر میں رکھا اور اسماء الہیہ کا انسان اپنے ظاہر و
 باطن سے جمع کر لیا ہے وہاں تک ملائکہ کا گذر نہ ہوا۔
 پس جانو اور سمجھو کہ جو مالون کی ذات سے حق تعالیٰ نے
 عبادت و طاعت ناموسی کو طلب نہیں کیا ہے
 اسلئے کہ جو مالون کی ذوات عبادت و طاعت
 ناموسی کے طلب کرنے کی منقاضی نہیں تھی۔ بخلاف
 ذوات انسان کہ ان کی ذوات او امر دنوای کی
 طلب کا رکھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ اور ابولہب اس طلب میں برابر تھے اس وجہ
 سے اللہ تعالیٰ نے دونوں سے عبادت و طاعت
 ناموسی طلب کیا اور اللہ تعالیٰ کا طاعت ناموسی
 طلب کرنا استعداد کلی کے نظر سے ہے اب

بعض اسماء و تقدیر ثانی کہ عکس اول است
ظاہر است یعنی مطلع نشدند ملائکہ بر اسماء
آہی کہ مختص اند بدان اسماء کہ حقیقت آن
اسماء چیت و حقیقت ملائکہ چہ و حقیقت
مسبح چیت و حقیقت مسبح چہ۔ و علم
آدم الاسماء کلہا پس آدم دانست کہ اسماء
چیتند و مسبح و مسبح کیستند یعنی مسبح
عین مسبح باشد فان الامر راعی کشفی
واحمال دارد کہ بالاسماء بمعنی علی الاسماء
باشد یعنی قناعت نہ نمودہ اند بر اسماء
خود کہ تسبیح و تقدیس حق تعالی میکند
بدان اسماء بلکہ خصائص انسانی طلب
نمود اند و دانستند کہ کار تسبیح و تقدیس
تمام نشد و دانستند کہ مرحق را اسماء
دیگر اند کہ علم آہنہا ندارند چنانکہ قول دلائل
میکند و ہذا احتمال ہوا بحق المتبادر
اعلم ان الفرق بین التسبیح و التقدیس
ان التسبیح سراج حق تعالی عن نقاص
الامکان و الحدوث و التقدیس

استعداد جزئی کو دیکھو کہ حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب ناموسی کو اقبال اور
قبول کیا اور ابولہب نے ادبار و رد کیا ایسی صورت
میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقبول
و مقبل ہوئے اور ابولہب مدبر اور مردود ہوا۔
ہم ان کو ان کا حصہ جو ان کو ملتا ہے پورا پورا دینگے
اور یہ حکم مثل حکم اہل کلام کے ہے کہ استعداد تکلیفی و
استعداد فعلی علیٰ عمدہ علیہ چیزیں ہیں اور طاعت
کو سی ہر صالح اور طالح اور ہر نفس جنس و نفس
کے شامل حال ہے اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کی نظر
استعداد جزئی پر ہوتی ہے اسلئے حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ہو جا مومن صدیق
لھی لھی۔ اور ابولہب سے کہا ہو جا کافر مردود
ملعون شقی جبکہ اللہ کسی شے کے پیدا کر نیکا ارادہ
کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو پس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے
اسوجہ سے اول مومن کامل اور دوسرا کافر وصال
ہو گیا۔ یہی سبب ہے کہ جب امر ناموسی سے کام
نہیں چلتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے اس
احکام ناموسی کا لوگوں کے پاس پہنچا دینا کام ہے

سر بہ حق تعالیٰ عنہا وعن الکمالات
 الملائمۃ ملاکوان فاہنا من فبت انہا مصاف
 الی الکوان یخرج من الاطلاق وتدخل فی
 نقصان السعد لذا یقال سبوح قدوس
 بہ تقدیم السبوح علی قدوس پس اقتصار
 بر تسبیح و تقدیس عین لغیر و تجدید است
 فلا یکن من القاصرین کما قال مر جنت
 فلم تعدلی الحدیث ومن ذالذی یقرض
 اللہ قرضاً حسناً۔ واللہ لیس تہز بہم و کرا اللہ
 و ید اللہ ذوق ایدہم وفا ینما لو لو فتم وجہ اللہ
 وغیر ذالک ق وما علمت ان اللہ اسماء
 ما وصل علمہا الیہا فما سجتہ بہا قد ستہ
 ل یعنی نہ استند ملائکہ کہ مر خدای تعالیٰ را
 اسماء اند کہ نرسبہ است علم و ادراک آہنا
 بان اسماء پس تسبیح نلفتنہ و تقدیس نکردند
 حق تعالیٰ را بدان اسماء چہ تسبیح و تقدیس
 با اسماء متفرع است بر علم بدال اسماء پس
 فضل مر علم راست ازینجا است کہ میگوید
 نوم العالم افضل من عبادت المحبوب ق
 اور برابر ہے ان کو تم ڈرا ڈیا نہ ڈرا ڈوہ ہرگز
 ایمان نہ لاویں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر
 کر دی ہے اور ان کے آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے
 وہ لوگ عذاب دردناک میں پڑے ہوئے ہیں۔
 اور ہر فیض سے فیضیاب ہوتا خواہ وہ از قسم غفور
 و انتقام و قبول و ردا و علاوہ اس کے ہواستعدا
 جزئی پر موقوف ہے یعنی استعداد جزئی جس شخص
 کی جیسی ہوگی اسی حساب سے وہ فیضیاب ہوتا
 ہے اسی مقام سے فرمایا ہے کہ تو ان کے واسطے
 بخشش مانگ یا نہ مانگ اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔
 اور نہیں بخشے گا ان کو اللہ اگر ان کے لئے شربار
 بخشش مانگے۔ پس ہر چیز امر تکوی کے تابع ہے
 امر ناموسی کے تابع نہیں ہے اور یہ تعجب کی بات ہے
 کہ امر تکوی اور شے دونوں مطیع ہیں اور دونوں
 مطاع ہیں اور اگر کلمہ کو تم تقف میں مع یا الفصد
 بمعنی الاکو کیونکہ استقارہ کا طریقہ کلام عرب میں
 واسع اور جاری ہے۔ پس تم تقف دلائقفت
 و قوف سے ہے جس کے معنی اطلاع کے ہیں۔
 یعنی ملائکہ خلیفہ کے نشاۃ و مرتبہ سے جو کہ شرافت

فغلب علیہا ما ذکرناہ وحکم علیہا ہذہ الحال
 ل یعنی پس غلبہ کر دبر ملائکہ چیز کہ ذکر کر دیم
 کہ عدم قناعت واستادگی ملائکہ باشد بر
 موہبت نشاء خلیفہ ومقتضای حضرت الحق
 چنانکہ گذشت تا اینجا وحکم کرد و زور آورد بر
 ملائکہ این حال کہ گذشت الحال قی فقلت
 من حیث النشارۃ التجعل فیہا من یفسد
 الخ ل یعنی پس گفتند ملائکہ نظر بنشار عنصری
 آدم التجعل فیہا من یفسد فیہا الایہ یعنی تمام
 بکن آیتہ را یعنی ویسفاک الدمار لغت باری
 تعالی در قرآن مجید واد قلنا للملائکہ انی
 جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا التجعل فیہا
 من یفسد فیہا ویسفاک الدمار ونحن نسبح
 بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم ما لا
 تعلمون یعنی یاد بکن ای محمد و ہر عارف
 ہنگامیکہ گفت رب تو بلائکہ کہ بدستیکہ
 من بسخو اہم کہ پیدا کنم در زمین خلیفہ را کہ
 بجای من باشد و کار من کند و جمیع اسماء
 وصفات من موصوف باشد گفتند ملائکہ
 و خلافت ہے آگاہ و مطلع نہ ہوے اور اُس چیز سے بھی
 واقف نہ ہوے کہ حق تعالی خلیفہ سے کس چیز کا طلبگار
 ہے یعنی وہ عبادت ذاتیہ ہے کہ خلیفہ ذات حق تعالی
 کی ہر اسم پر سبش کرتا ہے بخلاف ملائکہ کہ ملائکہ مخصوص
 اسم سے حق تعالی کی تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں اُسکو
 عبادت ذاتیہ نہیں کہتے انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کے
 ذات کا منظر ہے مستحق خلافت ہوا ملائکہ جو کہ مظاہر
 اسماء خاص ہیں خلافت کے لائق و مستحق نہ ہوے۔
 پس حق تعالیٰ سے ملائکہ کی منازعت اُن کے جب اور
 غفلت کے بنا پر تھی۔ پس اسی صورت میں شیخ
 قدس سرہ کا قول جو کہ فانه ما لوف احد من الحق تا آخر
 ہے ہو سکتا ہے کہ تعلیل ہم ثقف ولا لفت کی ہو پس
 سوچو یعنی ملائکہ اُن اسماء الہیہ سے واقف و مطلع نہ
 ہوے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے خاص کر دیا ہے
 یا یوں کہئے کہ فرشتوں نے اُن اسماء الہیہ سے اختصاص
 پاتا ہے اور انھیں مخصوص اسماء سے وہ حق تعالیٰ
 کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ پہلی صورت میں ضمیر
 فاعل تخصیبا کی اُن اسماء کی طرف راجع ہے اور ضمیر
 مفعول کی ملائکہ کے طرف حروف جار کی صورت

در جواب آن انجمن فیہا تا آخر بدائے مراد
 از ملائکہ درین قول ملائکہ ارضی اندازینجا
 منازعت را شعار خود ساختند و مخالفت
 را دثار خود کردند و جن و شیاطین داخل
 این زمرہ اندچہ نشانیان موجب حجاب
 ایشانست و صورت ظلمت و اگر نہ اہل
 جبروت و ارباب ملکوت سماوی بغلبہ
 لوریہ و احاطہ بمراتب براسرار انسان و ان
 اند و شرافت و لطافت انسان میدانند
 و مرتبہ و قرب او نزدیک خدا تعالی می
 بینند اگرچہ حقیقت انسان کما ہی نمی
 دانند و جمعیت آدم و اتصاف بجمع اسماء
 الہی نصیب ایشان نشد پس حاجت
 و محاکات در حق آدم در بیان حق تعالی
 و ملائکہ ارضی و جن و شیاطین بود ازینجا است
 کہ بالا در شرح قول شیخ قدس سرہ کہ
 قامت الحجۃ للہ تعالیٰ علی الملائکہ است
 اشارت رفت کہ مراد از ملائکہ بعض ملائکہ
 اند نہ جمیع فا ذکرہ تم حفظہ پس ملائکہ ارضی
 میں اے بچسہا ملائکہ مخصوص ہیں۔ اور مختص بر ما کا
 داخل کرنا شائع ہے جیسا کہ تم کہتے ہو بچسک بالعبادہ۔
 کیونکہ انسان جمع کر نیوالا تاملی اسماء الہیہ کا ہے اور
 ملائکہ اسماء الہیہ کے بعض اسم سے مختص ہیں۔ اور دوسری
 صورت میں جو کہ ادل کے برعکس ہے ظاہر ہے یعنی جن
 جن اسماء الہیہ کے ساتھ فرشتے مختص ہیں ان اسماء الہیہ
 کو نہ جانا اور نہ سمجھا کہ ان کی حقیقت کیا ہے اور اپنی
 حقیقت کو نہ جانا کہ ہم تسبیح کر نیوالے کون ہیں اور
 ہماری حقیقت کیا ہے اور جس کی ہم تسبیح کر رہے ہیں
 اُس کی حقیقت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا و علم
 آدم الاسماء کلہا۔ انسان نے جانا اور سمجھا کہ ہم کیا
 ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے پس آدم نے حق
 تعالیٰ کے تمامی اسماء کو پہچانا اور مسبح اور تسبیح کی
 حقیقت کو بھی سمجھا کہ مسبح عین مسبح ہے۔ پس یہ امر
 انتزاعی کشفی ہے اور احوال رکھتا ہے کہ بالاسماء یعنی
 علی الاسماء کہو یعنی ملائکہ جن اسماء الہیہ سے اللہ تعالیٰ کی
 تسبیح و تقدیس کرتے تھے اُس پر قناعت نہ کیا بلکہ
 انسان میں خلیفہ ہونے کی جو خصوصیت تھی اللہ تعالیٰ
 سے اُسی خصوصیت اور خلافت کے طالب ہوئے

نظر بنشار عنصری آدم کردند کہ مرکب از اربع
عناصر است و ہر چارہ بایکدگر ضد اند پس
از آدم جز فساد و سفک و مار دیگر نخواہد
آمد و از نشاء روحی آدم کہ روح حق باشد
چنانکہ گفت فاذا سویتہ و نفختہ من روحی
باشد فقو الہ ساجدین بلکہ روح او عین
حق باشد و ظاہر او ظاہر حق و باطن او
باطن حق غافل بودند لاجرم گفتند اتجعل
فیہامن یفسد فیہا و یسفک الدمار و
یخن نسج بحدک و تقدس لک یعنی آیا پیدا
میکنی ای قادر مختار در زمین آنرا کہ فساد
و خون ریزی کنند و روی و حال آنکہ ما
نسج میگوئیم بحد و نشاء تو و تقدس میگویم ترا
و خلیفہ ساختن مفسد و طالح بر مصلح و صالح
خلاف حکمت است چنانکس مرخلافت را
نشاہد بلکہ مقتضای حکمت خلاف این حکم
است و نہ چنین است و خواہہ پندارد
و این ہمہ غلط از نشاء حاجب ایشان
پیدا شد و از قصر کرد نظر بر نشاء عنصری

اور یہ سمجھا کہ انسان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کا
کام پورا نہ ہوگا اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اور بھی
اسما ہیں کہ جن کا ظہور ہم میں نہیں ہے اور ان اسما کو
ہم نہیں جانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول اس امر
پر دلالت کرتا ہے۔ اب اس بات کو سمجھ لو کہ درمیان
میں تسبیح اور تقدیس کے کیا فرق ہے۔ نقائص امکان
اور حدوث سے دور کرنا حق تعالیٰ کو یہ تسبیح ہے۔
اور تقدیس کے معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کو منزہ کرنا ان
کمالات سے جو عالم کیلئے لازم ہیں پس جیسا کہ وہ
ہے اصافت کرنا طرف کون کے اطلاق سے نکالنا ہے
اور نقصان لہد میں داخل کرتا ہے جیسا کہ کہا گیا
سبوح قدوس پہلے سبوح کہا بعد میں قدوس
فرمانا پس قصر کرنا تسبیح و تقدیس پر عین تقصیر اور
تحدید ہے مت ہو قصر کرنا اولوں میں جیسا کہ حدیث
شریف میں ہے میں بیمار ہوا تم میرے دیکھنے کو نہ
آئے اور کون ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ
دیوے اور اللہ ہنسائے ان پر اللہ نے مکر کیا اللہ کا
ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے جس طرف منہ پھیرا اللہ کی
ذات ہے اور علاوہ اس کے اور بہت سی آیتیں

خلیفہ ہوید اگشت ازینجا گفت باری تعالیٰ و حدیث ہیں۔ یعنی ملائکہ نے نہ جانا اور نہ سمجھا کہ حق
در رو آنها انی اعلم و مالا تعلمون۔ یعنی بدستیکہ تعالیٰ کے اور بھی اسماء ہیں کہ ان اسماء تک ان کا علم
من میدانم چیزے کہ شانمی دانید چہ آنچه از و ادراک نہیں پہنچا ہے اور ان اسماء سے حق تعالیٰ
دست او خواهد شد عین مراد من باشد و مر کی تسبیح و تقدیس نہیں کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی اسماء
اور از گرفتن خلیفہ ہمین است کہ ہمہ اسماء از کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرنا متضرع ہے علم پر ان
عفو و غفار و منقم و قہار بظہور آید ازینجا اسماء کے پس تمام بڑائی علم کیلئے ہے۔ اسی مقام
بماگفت لولم یدموالذہب بکم و خلقت خلقا سے فرمایا ہے کہ عالم کا سونا مجھوب کے عبادت سے
یدینون و ستفرون میگویند کہ شخصے پرید افضل ہے یعنی فرشتوں پر اس چیز سے کہ جن کا ذکر
ازہل بن عبد اللہ سمری کہ سباح دریائے کیا گیا ہے غلبہ کیا اور جو بخشش اور مہربانی
معرفت بود و تساح بحر حقیقت و گفت حضرت احق نے نثار خلیفہ میں و دلالت کی ہے اپنے
ما مراد احق بالخلق یعنی چہیست مراد حق تعالیٰ نادانستگی سے اسی چیز کے یہ طالب ہوئے جیسا کہ
از خلق و چہ خواستہ باشد از مردم اہل ضلال اب تک گذرا اور اس سال نے ملائکہ پر حکم کیا
پس گفت آن شاہ ملک حقیقت ماہم علیہ اور زور دیا کہ وہ حق تعالیٰ سے خلافت مانگیں
یعنی چیزے است کہ مردم مرتکب بدان جیسا کہ اب تک گذرا۔ یعنی جس وقت کہ فرشتوں
چیز اند و این قول باری تعالیٰ دلالت نے آدم علیہ السلام کے نثارۃ عنصری پر نظر ڈالی
میکند کہ قول ملائکہ استفسار نہ بود و گرنہ جواب فوراً کہا کہ اجعل فیہا من بفس۔ و فیہا الخ۔ اللہ تعالیٰ
ناور برابر باشد و ار حکم ناور برابر متصور نے قرآن میں فرمایا ہے یعنی یاد کر اے محمد مصطفیٰ
نیست پس تو اند بود کہ مراد از نثار کہ در من صلی اللہ علیہ وسلم و ہر عارف کہ جس وقت فرشتوں
حیث النثارۃ واقع است ملائکہ باشد کہ سے تیرے رب نے کہا کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ

بموجب حجب است و حورث ظلمت چنانکہ
 میشبوی بدانکہ اے برادر چہارارکان از
 انسان مثل چہارارکان سرہ معمول است
 کہ بعد از کسر و انکسار در چہار سرخ روی
 روئے میدہد ق و لیس الازراع و ہو
 عین ما وقع منہم فما قالوہ فی حق آدم ہو عین
 ما ہم فیہ مع الحق فلو لا ان نشاتم تعطی
 ذلک ما قالوا فی حق آدم ما قالوہ وہم لا
 یشعرون بل یعنی و حال آنکہ نبود آن
 قول ملائکہ و طعن ایشان در حق آدم مگر
 نزاع با حق تعالی چہ اعتراض بر فعل حکم
 و بر فعل ہر کس نزاع باشد بادے و
 اچہ در حق آدم گفتند کہ افساد و سفک
 و مار در زمین خواہند کرد عین آن چیز است
 کہ واقع شد از ملائکہ چہ فساد و سفک و مار
 از قوای شہویہ و عضیہ است کہ ملائکہ ارضہ
 باشند پس چیزے کہ گفتند در حق آدم کہ
 مخالفت با حق خواہد کرد عین مخالفت
 ایشان با حق تعالی باشد چنانکہ گذشت

زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کر دوں جو کہ بجائے میرے ہو اور
 میرا کام کرے اور میرے تمام اسماء و صفات سے متصف
 ہو اُس کے جواب میں ملائکہ نے کہا کہ کیا آپ ایسے
 شخص کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد و
 خون ریزی کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ جانو کہ اس قول
 میں ملائکہ سے مراد ملائکہ ارضی ہیں اس وجہ سے منازعت
 کو اپنا شعار اور مخالفت کو اپنا دثار بنایا اور اس
 زمرہ میں جن و شیاطین سب داخل ہیں کیونکہ اُن کی
 نشاۃ اُن کے حجاب و غفلت کا سبب ہے ورنہ
 اہل جبروت دارباب ملکوت سماوی اپنے غلبہ نوری
 سے انسان کی شرافت و لطافت اور اللہ تعالیٰ سے
 جو قرب اُن کو حاصل ہے اُس کو دیکھتے ہیں اور جلتے
 ہیں اور اُس کے مراتب و اسرار کو جمع کر نیوایے اور
 احاطہ کر نیوایے ہیں اگرچہ حقیقت انسانی کو جیسا کہ
 جاننے کا حق ہے نہیں جانتے اور آدم علیہ السلام صبی
 جمعیت اور حق تعالیٰ کے تمامی اسماء سے متصف
 ہوتا اُن کے نصیب میں بھی نہیں تھا اس لئے اُن کہ
 بھی نصیب نہیں ہوا۔ پس حجت و منازعت آدم
 علیہ السلام کے خلیفہ بنانے کے سلسلے میں حق تعالیٰ

ہمیں زمان و تو اند بود کہ توجہ کلام سیخ این
 باشد یعنی نیست افساد و سفک دمار مگر
 نزاع با حق و این نزاع عین چیزی است
 کہ واقع شد از ملائکہ پس آنچه در حق آدم
 گفتند خود کردند و خبر ندارند و ہذا ہوا بحق
 المسین والصدق المتین فی توجیہ المسین
 پس اگر نشاء ملائکہ کہ حاجب باشد از معرفت
 بہ مرتبہ آدم و جمعیت اونمی داد و تقاضا نمی
 کہ نزاع با حق کند نمیکنید در حق آدم
 آنچه گفتند و حال آنکہ شعور ندارند کہ با چه
 میگوئیم و آنچه میگوئیم در حق آدم از ما صادر
 باشد و خواهد شد الا انہم ہم المفرون
 ولاکن لا یشرعون ملائکہ قوای شہویہ و عصہ
 کہ ملائکہ ارضہ اند غالب می شوند بر نفس و
 میگردد اند منقاد خود و اکنون آن نفس
 نفس امارہ باشد بسور و چون ملائکہ مذکورہ
 در نشاء انسانی مرکوز شدند کار ایشان
 بجائے رسید کہ وہم آن جائز رسد و کشف
 این حکم در ترجمتہ کتاب شدہ واقع است
 اور ملائکہ ارضی و جن و شیاطین کے درمیان تہی یہی وجہ
 ہے کہ شیخ قدس سرہ کے شرح میں جو کہ قامت اللہ
 تعالیٰ علی الملائکہ ہے اشارہ ہے کہ ملائکہ سے مراد بعض
 ملائکہ میں کل ملائکہ مراد نہیں ہیں جو میں نے کہا ہے اُس کو
 یاد کرو پس ملائکہ ارضی نے آدم علیہ السلام کے نشاء
 عنصری پر جو کہ اربعہ عناصر سے مرکب ہے اور ایک دوسرے
 کے ضد میں نظر کی اور یہ سمجھا کہ آدم علیہ السلام سے سوائے
 خوں ریزی اور فساد کے حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس
 نہ ہو سکے گی اور آدم علیہ السلام کے روحی نشاء جو کہ
 روح اللہ بلکہ عین اللہ ہے اُس کا بھی ادراک نہ
 کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس وقت جسم کا ہم
 تسویہ کر چکیں اور اُس میں اپنی روح پھونک دیں
 اُس وقت تم سب کے سب سجدہ میں چلے جانا حالانکہ
 آدم علیہ السلام کا ظاہر اللہ تعالیٰ کا ظاہر اور آدم
 علیہ السلام کا باطن حق تعالیٰ کا باطن ہے اس سے یہی
 وہ عاقل تھے اس وجہ سے ملائکہ نے کہا کہ اے قادر مختار
 تو زمین میں ایسے آدمی کو پیدا کرتا ہے اور اپنا خلیفہ
 بنا رہا ہے کہ وہ زمین پر فساد و خوں ریزی کریں گے
 حالانکہ ہم تیری تسبیح اور حمد و ثنا کرتے ہیں اور تیری

فادلتک ہم المفسدون فی حقیقتہ صدور
فساد و سفک و ما از قوای جسمانی نہ از
قوای روحانی و قلبی دلیل واضح است
کہ اہل جبروت و ملکوت منازع نہ بودند
چہ از ایشان مخالفت نمی آمد بلکہ شعور
افساد و سفک و ما ندارند۔ و تواند بود
کہ قول شیخ قدس سرہ و لیس الا انزع
باشد از زبان ملائکہ باشد و مرتبط کلام
سابق کہ اجعل و فیہا باشد تا آخر و قول
او دو ہو عین ما وقع منہم تا آخر باشد از
زبان شیخ باشد در رد و قول ملائکہ چنانکہ
شرح آن در احتمال ثانی گذشت۔ ق
فلو عرفوا نفوسہم لعلموا و لو علموا العصموا
ل یعنی اگر میدانستند ملائکہ نفوس خود را
کما ہی بر آسہ عالم می بودند و می دانستند
کہ ما او اہم و خلیفہ کل خواہد شد اگر میدانستند
ایں را بر آئینہ محفوظ و معصوم می بودند
از منازعت با حق و طعن و جرح در آدم
د تواند بود کہ بگوئی در توجیہ کلام کہ اگر

تقدیس اور پاکی بیان کرتے ہیں اور خلیفہ بنایا زمین پر
مفسد اور طالع کو مصلح اور صالح پر ظلمت و
مصلحت ہے ایسی سمجھ اُن کی غلطی پر مبنی تھی حالانکہ
یہ امر ایسا نہ تھا۔ خواجہ سمجھتا ہے اور اُس کے گمان میں
ہے کہ میں کچھ حاصل کر رہا ہوں اُس کا گمان محض گمان
ہی خواجہ کے ہاتھ لگا ہوا ہے جس کی کوئی حقیقت
نہیں ہے۔ یہ تمام غلطیاں یعنی حق تعالیٰ سے منازعت
کرنا وغیرہ اُن کے حجاب کے وجہ سے اور خلیفہ کے
نشارۃ عنصری پر غائر نظر نہ ڈالنے کی وجہ سے ہوئیں
انہیں غلطیوں کے ظاہر و سرزد ہونے کی وجہ سے
جبکہ حق تعالیٰ نے اُن کو تحقیق جو ہم جانتے ہیں اُس کو
تم نہیں جانتے کا کوڑا مارا تو سیدھے ہو گئے اور کہنے
لگے کہ آپ پاک ہیں نہیں ہے علم ہم کو مگر اسی قدر کہ
جس قدر آپ نے عطا فرمایا ہے آپ عزیز و حکم
میں یعنی حق تعالیٰ سے اُن کے اس طرح سے منازعت
کرنے کے جواب میں کہا کہ سمجھو میں وہ چیز جانتا ہوں
جس کو تم نہیں جانتے اور آدم علیہ السلام کے خلیفہ
بنانے میں جو کچھ کہ آدم علیہ السلام سے ہو گا وہی میری عین
مراد ہے اور خلیفہ بنانے میں میری مراد یہ ہے کہ

می شناختند ملائکہ و ذات و حقائق خود بر | میرے تمام اسماء عفو و غفار و معصوم و غیرہ کا ظہور ہوا سی
 آئہ میدا نستند کہ انچہ بہ نسبت آدم | جگہ سے ہم سے نبی مکرم نے فرمایا ہے کہ اگر نہ کرتے گناہ تو میں
 کر دے و ساطت قدم شوم انسان ہرگز | سب کو اپنے طرف اٹھالیتا اور دوسری مخلوق پیدا کرتا
 از آدم واقع نخواہد شد بلکہ واقع نخواہد | جو گناہ کرتے اور میں ان کو بخشا کہتے ہیں کہ ایک شخص
 شد مگر از انسان کہ روح انسان لراقت | نے حضرت سہل بن عبد اللہ سری سے جو کہ دریائے نعت
 خود است و گرد معصیت نمی گردد و نقصان | اور بحر حقیقت کے تیراک اور غوطہ غور تھے دریافت کیا
 خود و کمال مرتبہ انسان را معلوم می کردند | کہ اللہ تعالیٰ کے خلق کے پیدا کرنے سے کیا مراد و مصلحت
 ہر آئہ معصوم می ماند و محفوظ از | ہے کہ لوگ گمراہی میں پڑے ہیں اور برے افعال کر رہے
 نزاع و جرح آدم و تزکیہ نفوس - بدانکہ | ہیں اُس کے جواب میں اُس ملک حقیقت کے بادشاہ
 بعض مردم چون اطلاع بر حقیقت ملائکہ | نے فرمایا ماہم علیہ یعنی جس چیز کے لوگ مرتب ہو رہے
 و حقیقت خود ندارند حیرانند و میگویند | ہیں وہی حق کی عین مراد ہے باری تعالیٰ کا یہ قول اس
 کہ چرا ملک رسول نشد و چرا ملائکہ باستغفاً | امر پر دلالت کرتا ہے کہ ملائکہ کا حق تعالیٰ سے منازعت
 رسول مشغول باشند چنانکہ گفت ان اللہ | کرنا استفسار نہ تھا اگر استفسار ہوتا تو جواب نادر و
 و ملائکہ یصلون علی النبی و چرا حق تعالیٰ | برابر ہوتا جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں کہا ہے وہ
 می فرماید لوجعلناہ ملکا لجعلناہ رجلاً | نادر و برابر نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نشاء سے مراد جو
 و اگر حقیقت خود و حقیقت ملائکہ معلوم | کہ من حیث النشاء ہے نشاء ملائکہ ہو جو کہ سب حجاب
 میگردند می دانستند کہ ماکل ایم و عالم | اور صورت غفلت ہے۔ جانو کہ اے برادر چارارکان
 جز ما جبرئیل درماست و میکائیل درماست | انسان میں مثل چارارکان مثل سرہ ممول کے ہیں جو کہ
 و اسرافیل درماست و عزرائیل درماست | بعد ٹوٹنے اور کسر و انکسار کے ایک دوسرے سے ملنے

و خناس درماست و عزرائیل درماست
 و ارض درماست و سما درماست و ہوا
 درماست و نار درماست و باد درماست
 مالیہ از چشم فکر باز کنی: بر زمین و زمانہ ناز کنی۔
 آسمان و زمین طفیل تواند: تو امیری و جملہ خیل تواند
 اے برادر جن در تو ملک در تو بیت المعمور
 تو ی و شارتان تو ی و بیت المقدس
 تو ی و بیت الاحرام تو ی و حجر الاسود دست
 و مکہ تو ی و مدینہ تو ی لا اقسام بہذا البلد و
 انت حل بہذا البلد تا آنکہ تو ی من و یار
 میگونی و گرنہ مجب کجا است و محبوب کجا
 و طالب کجا مطلوب کجا و حل این مطلب
 در ترجمتہ کتاب واقع شدہ است و
 درین قول شیخ قدس سرہ اشعار است کہ
 علم موجب عصمت است از وقوع در
 مہالک بدانکہ علم ہر عمل بہتر از ان عمل است
 چنانکہ فقیر در انفاس النخاوص نوشتہ است
 ق ثم لم یفغوا مع التجریح حتی زاووا قی
 الدعوی بما ہم علیہ من التقدیس والتسبیح

کے بعد ہن کو سرخ کرتے ہیں یعنی ملائکہ لعن طعن جو کہ
 آدم علیہ کے خلیفہ بنانے کے بارے میں کر رہے تھے کہ آپ کے
 حکم کے خلاف آدم علیہ السلام سے سرزد ہو گا اصل میں
 یہ منازعت فرشتوں کی اللہ تعالیٰ سے تھی اسلئے کہ حکم
 اور عادل یا کسی کے فعل پر اعتراض کرنا دراصل اُس سے
 منازعت کرنا ہے اور جو کچھ کہ آدم علیہ السلام کے حق
 میں کہ اس پر فساد و خون ریزی کریں گے کہا یہ عین وہ
 چیز ہے جو کہ ملائکہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقع ہوئی
 کیونکہ فساد و خون ریزی کرنا قوائی شہویہ عصیہ کا کام
 ہے اور یہی ملائکہ ارضیہ میں یعنی جو کچھ کہ ملائکوں نے آدم
 علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یہ آپ
 کی مخالفت کریگا تو اُس کی یہ مخالفت عین اللہ تعالیٰ
 کے ساتھ ہے جیسا کہ اس وقت بیان کیا گیا اور ہو سکتا
 ہے کہ شیخ کے کلام کی یہ توجہ ہو یعنی فساد و خون ریزی
 کوئی چیز نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ سے منازعت کرنا
 ہے اور جو چیز کہ فرشتے آدم علیہ السلام کے بارے میں
 کہتے تھے کہ یہ آپ کی عدول حکمی کریگا یہی عین وہ چیز ہے
 کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کر رہے تھے لیکن ملائکہ
 اس کو نہیں سمجھتے تھے کہ جس چیز کیلئے ہم آدم پر طعن کر رہے

و عند آدم من الاسماء الالبیہ ما لم یکنی الملائکۃ
 لقف علیہا مما سجت رہا بہا ولا قد
 سہ منہا تقدس آدم و لیسحہ ل جائز است
 من در من الاسماء الالبیہ ساسہ باشد و غیران
 یعنی پس قناعت و استادگی نکرده اند
 ملائکہ بر تخریج و در طعن آدم کہ افساد و سفک
 و مار خواہا کرد بلکہ تجاوز کردند و گذشتند
 جراحت و طعن در آدم تا آنکہ کہ زیادہ کردند
 در دعوی افساد و خون ریزی آدم عبادت
 و لطافت خود کہ ایشان بر آں بودند و تسبیح
 و تقدیس خود دیدند و حال آنکہ نزدیک
 آدم از اسماء الہی اسماء بودند و نتوانستند
 ملائکہ کہ بر آندا و اقف و مطلع شوند پس
 تسبیح و تقدیس نکردند رب خود را بدان
 اسماء و نہ تقدیس از لقا لیس آن اسماء
 بان اسماء و اگر عن را بمعنی یا لگوئی چنانکہ
 تقدیس آدم باشد و تسبیح او و تقدیس شے
 متضرع است بر معرفت آن شے و ملائکہ
 علم با اسماء کہ مخصوص با آدم باشند ندارند

ہیں اسی جرم کا ارتکاب ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رہے
 ہیں یعنی جو کچھ کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا وہ
 خود کہا اور اس کی خبر نہیں رکھتے تھے اور یہ وہی حق ہے
 ظاہر اور سچائی مضبوط توجیہ مستحکم میں پس اگر ملائکہ کی
 نشاہ جو کہ آدم علیہ السلام کے معرفت و جمعیت سے
 آگاہ نہیں ہے اگر ملائکہ سے تقاضا نہ کرتی کہ وہ حق تعالیٰ
 سے نزاع کریں تو ملائکہ حق تعالیٰ سے ہرگز ہرگز منازعت
 نہ کرتے اور آدم علیہ السلام کے حق میں جو کہا ہے اس کو
 بھی نہ کہتے حالانکہ ملائکہ اس بات کا کبھی شعور نہیں رکھتے
 کہ ہم آدم علیہ السلام کے حق میں کیا کہہ رہے ہیں اور
 جو کچھ ہم آدم علیہ کے حق میں کہہ رہے ہیں وہی فعل ہم
 سے اس وقت صادر ہو رہا ہے اور ہو گا تحقیق وہی
 فساد کر نیوالے ہیں لیکن نہیں جانتے جالو کہ تو امی غضبہ
 و شہویہ جو کہ ملائکہ ارضی میں جس وقت نفس پر غالب
 ہوتے ہیں اور نفس کو اپنا تابعدار بنا لیتے ہیں اس وقت
 وہ نفس نفس امارہ ہو جاتا ہے اور جب کہ ملائکہ نشاہ
 انسانی میں ہیں تو انسان ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں پر وہم
 کا گذر نہیں ہے اور اس مطلب کا کشف ترجمتہ الکتاب
 میں کیا گیا ہے تحقیق وہی فساد کر نیوالے ہیں در حقیقت

پس ندارند تسبیح آدم و تقدیس او در
قول شیخ قدس سرہ کہ لم یکن الملائکۃ نقف
علمیا باشد لطافتی است کہ در لم نقف الملائکۃ
نباشد ازین حاست کہ این گفتہ اگر نہ
احضر بود و در لاقدمتہ عنہا چیزی است
از اسرار کہ در لاقدمتہ بہا نباشد و این
رامونہی تو انیم گفتہ و کشف و وجدان
خضراہ تو نمی تواند شد۔ و مراد از ملائکہ
درین قول جمیع ملائکہ اندارضی و سماوی چہ
بیچ ملکہ صاحب جمیع اسماء الہی نیست و
این خلعت را جز بردوش آدم پیدا خند
و این نعمت را جز کام آدم فرو نہ برولے
برادر ہر ملک را مقامے است معلوم کہ
از ان مقام تجاوز نمی تواند نمود از ان
میگویند اگر یک سرے موئے برتر پریم :
فروغ تجلی بسوزد پریم۔ پس تسبیح او نباشد
مگر بآن مقام بخلاف ایشان کہ مقام
انسان حاوی جمیع مقامات است علوی
و سفلی و بہر مقلے تسبیح و تقدیس میگویند

اور اصل میں فساد اور خون ریزی کا صادر ہونا تو ای
جسمانی سے تعلق رکھتا ہے تو ای روحانی و قلبی سے
تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یہ دلیل واضح اور روشن ہے
کہ اہل جبروت و ملکوت اللہ تعالیٰ سے منازعت
کر نیوالے نہیں تھے ان سے کوئی مخالفت نہیں تھی بلکہ
فساد و سیفک دمار کا شعور بھی نہیں رکھتے تھے اور
ہو سکتا ہے کہ قول شیخ قدس سرہ کا جو کہ لیس الا اسراع
ہے ملائکہ کے زبان سے اور ملنے والا قول سابق سے
ہو جو کہ تجعل فیہا تا آخر ہے۔ شیخ قدس سرہ کا قول جو
کہ وہو عین ما وقع منہم تا آخر ہے ملائکہ کے قول کے رد میں
شیخ کے زبان سے جس طرح سے کہ ان کی شرح اجمال
ثانی میں گزری۔ یعنی اگر ملائکہ اپنی ذوات و نفوس کو
جیسا کہ جاننے اور پہچاننے کا حق ہے جاننے تو ضرور
جاننے اور جاننے والے ہو کے کہ ہم حرد میں اور خلیفہ
کل ہے اور اگر ان کو سمجھ جائے اور جان جاتے اللہ
تعالیٰ سے منازعت اور خلیفہ کے حق میں نامناسب
الفاظ نہ نکالتے اور آدم کے حق میں جرح و طعن سے
معصوم و محفوظ رہتے اور ہو سکتا ہے کہ شیخ قدس
سرہ کے کلام کی تم یہ توجیہ کر دو کہ اگر فرشتے اپنی ذوات

بلکہ بمعصیت و مخالفت نیز تسبیح میگوید
 باہم ثواب و غفار و عفو و رؤف و رحیم
 و غیر آن چنانکہ گذشت کلام قدسی لو لم
 الحدیث۔ پس بالتصاف منققت
 در عین کمال است خواب او عین بیداری
 باشد و غفلت او عین ہوشیاری چہ روشنی
 ابر و از کزی و لیت و کزی سایہ از صاحب
 سایہ باشد و مخالفت طاہر عین القیاد باطن
 است۔ و امن و ایتہ الا خدا سا ان
 ربی علی صراط المستقیم پس طریق اعوجاج
 پیست و راہ کیست و مصی ربک ان
 لا تعبد والا ایاہ۔ بندہ ضال از طاعت
 مضل غافل نیست و از افاضہ و زایل
 نہ و از جناب او قرار ندارد و بحال اسم
 ہادی قرار نہ دارد و بہ بشیر و تندیر او گاہے
 نہ کند و خبر بفرق مضل آہے نزد بخواند
 سہ شمشاد سارہ رورما از کہ کمتر است
 حکم امر بکوی راست و مراز شرعی را جز
 صدائے مس نہ نامور بی پارہ چہ کند

اور حقیقت کو پہچانتے تو ضرور جانتے کہ جو کچھ ہم خون ریزی
 اور فساد کو آدم علیہ السلام کی طرف نسبت دے رہے
 ہیں وہ بغیر ہمارے قدم شوم کے آدم علیہ السلام سے
 سرزد نہ ہوگا اس لئے کہ روح انسانی اپنی صرافت پر ہے
 اور معصیت کے گرد گھومتی نہیں ہے۔ یعنی روح سے
 معصیت و گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے۔ جب اس چیز
 کو فرشتے جان جاتے تو ان میں جس چیز کی کمی ہے اس
 کو بھی اور خلیفہ کے کمال و مرتبہ کو معلوم کر لیتے اور
 اور اگر یہ تمام باتیں ان کو معلوم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ
 سے منازعت اور آم علیہ السلام کے حق میں جرح و
 طعن سے اور اپنے نفوس کے ترکہ سے محفوظ و معصوم
 رہتے۔ جانو کہ بعض لوگ اپنی اور فرشتوں کی حقیقت
 کو نہیں جانتے اور نظر نہیں رکھتے وہ حیران ہیں اور
 کہتے ہیں کہ کیوں فرشتے رسول نہ ہوئے اور رسول کے
 استغفار میں ملائکہ کیوں مشغول ہیں جس طرح سے
 حق تعالیٰ نے خبر دی ہے تحقق اللہ اور اس کے فرشتے
 او پر نبی کے درود بھیج رہے ہیں اور کس نے فرمایا ہے
 کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو اس کو بھی آدمی بناتے
 اگر اپنی اور فرشتوں کی حقیقت کو معلوم کرتے تو جانتے

والد غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا
یعلمون۔ پس ابو بکر خنداں باشد و البولب
گریاں و ہر دو یارب خود سرے دارند
و حرکزی و صلاوت و جو انمردی نیارند
اگر ابو بکر مسرور است ابو لوب معذور
و لا لوان لم فتقدرون۔ پس در عدم
اعتدار معذور باشندہ بگوش گل
چہ سخن کردہ کہ خندان است : بہ عند لیب
چہ فرمودہ کہ نالاں است۔ بلبل اگر از مغنہ
سرای خود گل را شگفتہ گرداند صعوہ بے
زبان بیچارہ چہ کند کہ دہاں او بار نشود کہ
خوب ندارد۔ و یک خوش خرام را
اگر در باغ گذارند زارغ رو سیاہ را چہ
کند کہ کار را او تباہ گرداند و باغبان
فریاد رس آن شود لاجرم عارف میگردد
دینخواندہ کہ تو اے گل گوش بر آواز بلبل مسکنی
کار مشکل می شود بر بے زبانان چمن۔
سبحان اللہ از کجا بہ کجا بار بسوے اصل
مطلب بدانکہ چوں ملائکہ لہوس خود را

کہ ہم کل ہیں اور عالم ہمارا جزو ہے جبرئیل ہم میں ہے میکائیل
ہم میں ہے اسرافیل ہم میں ہے عزرائیل ہم میں ہے خناس ہم
میں ہے عزرائیل ہم میں ہے زمین ہم میں ہے آسمان ہم میں
ہے ہوا ہم میں ہے آگ ہم میں ہے۔ ماسد از چشم فکر بار کنی۔
بر زمین و زمانہ ناز کنی۔ آسمان و زمین طفیل تواند۔
تو اسری و جلا خیل تواند۔ اے بھالی جن تجھ میں ہے
فرشتہ تجھ میں ہے بیت المعمور تو ہی ہے۔ سارستان تو ہی
ہے بیت المقدس تو ہی ہے۔ بیت الحرام تو ہی ہے۔
حجر الاسود تجھ میں ہے مکہ تو ہی ہے مدینہ تو ہی ہے۔ قسم
کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہیگی اس
شہر میں جب تک تو ہے من و بار کہتا ہے نہیں محب کہاں
ہے محبوب کہاں ہے طالب کہاں ہے مطلوب کہاں ہے
اس مطلب کا حل تہجۃ الکتاب میں کیا گیا ہے۔ اور
شیخ قدس سرہ کے اس قول میں اشعار ہے کہ علم ہلاکت
کے وقت عصمت کا سبب ہوتا ہے۔ جانو کہ کسی چیز کا
علم ہوتا اور اس پر عمل لرتا ہوتا ہے تو عمل کرنے سے علم
علم افضل و بہتر ہے۔ جیسا کہ انفاس الخواص میں تحریر کیا
گیا ہے۔ جائز ہے کہ من من میں اسرار الالہیہ بیان ہو یا
علاوہ اس کے ہو یعنی فرشتے آدم علیہ السلام کے حق میں

نداشتند دعویٰ یسفک دمار و فساد آدم
 پیش کردند و تسبیح و تقدیس خود را دیدہ
 نزاہت و لطافت خود را بر آن دعویٰ
 مزید نمودند و انستند کہ مسیح اوست
 و مقدس او یسج و یقدس بنفسہ بنفسہ
 فی الطاہر و مظهر عین ظاہر است ہوا الاول
 والآخر و الظاہر والباطن الا انہ بکل شئی
 محیط۔ دنیا فتند کہ این دعویٰ موجب ترک
 است و مورت کفر۔ و میگوند بندہ کہ لواچی
 ملائکہ نیز مقبوض قادر مختار باشد چنانکہ
 گذشت ہمیں زمان پس ملائکہ را تو معذور
 و از کہ دانای و توانا۔ تو انا بود ہر کہ دانا بود
 زدانش دل پیر بر تابود۔ اگر چہ ملائکہ اہل
 ضعف اند و ارباب عذر ترا معذورند
 تو گو تو دا و خوان تو من خوان و اودان
 تو جان باش ازیں تو تن باش اوجان
 و در بعضے نسخہ لفق متروک است
 ق فوصف الحق لنا ما جری لتقف عنہ
 و تتعلم الادب مع اللہ یعنی بیان کرد
 جرح و طعن پر بس نہیں کیا یعنی آدم علیہ السلام کے حق میں
 فرشتے یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو گئے یہ آدم زمین پر فساد
 و خون ریزی کریں گے بلکہ آدم علیہ السلام پر اپنی فضیلت
 اور بزرگی کا یہی دعویٰ کیا اور کہا کہ کیا ہم تیرے تسبیح و
 تقدیس کیلئے کافی نہیں ہیں اور اسی اُسی تسبیح و تقدیس کا
 ذکر کیا جس پر وہ تھے حالانکہ آدم علیہ السلام کے اندر جو
 جمعیت اسماء الہیہ کی تھی اُس کو ملائکوں نے نہ جانا اور
 جن جن اسماء الہیہ سے آدم علیہ السلام حق تعالیٰ کی تسبیح
 و تقدیس کرتے ہیں اُس سے بھی وہ واقف نہ ہوئے
 اور جن جن اسماء الہیہ سے آدم علیہ السلام نے حق تعالیٰ
 کی تسبیح و تقدیس کی اُن اُن اسماء الہیہ سے ملائکہ حق
 تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس نہ کر سکے اور نہ سمجھ سکے اور نہ
 جان سکے۔ اگر عن کو معنی یا کو جیسا کہ آدم علیہ السلام
 کی تسبیح و تقدیس ہے اس جگہ حضرت شیخ قدس سرہ
 یہ امر واضح فرما رہے ہیں کہ ایک تقدیس اور تسبیح ہوتی
 ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کے اسماء کی معرفت اور علم ہوتا
 ہے اس مقام پر اسماء کے معرفت کی فضیلت بیان
 فرماتے ہیں کہ فرشتے اللہ کے صرف اُن اسماء کی معرفت
 رکھتے تھے جس کی وہ تسبیح اور تقدیس کرتے تھے جتنا کہ

حق تعالیٰ برائے ما اچھے رفتہ لو درمیان حق
 تعالیٰ و ملائکہ کہ برابر حق اعتراض کرند و در
 آدم جرح و طعن و در عرصہ ندامت و
 اعتراض آمدند و در مقام انفعال و ملامت
 استاد تا استادہ باشم نزدیک حق و حکم
 او و توقف نامم نزدیک دعویٰ نزاہت
 و جرح کس بتامل صادق و اعتبار و اثق
 پس ترک این خیال کنم و منازعت بایزد
 متعال را یکو بہ ہم۔ ولا نخوص مع انخالفین
 و بیا لورم ادب با حق تعالیٰ یعنی زبان را
 در کلام حرکت ندسیم و اچھے از ملائکہ صادر شد
 از ما صادر نشود و خبر اقیاد و قبول و عدم
 نزاع در پیش لگیم چہ مرنیہ حق تعالیٰ جز
 ابن حکم قبول نکند۔ ق فلا تدعی ما نحن
 متحققون بہ و حا دون علیہ بالنیقتل
 پس دعویٰ نکنیم ناچیزی را کہ مستحق باشم
 بدان چیز و عالم بحقیقت حال وے و
 حاوی مستمل باشم بر آن یہ تقید و ضبط
 یعنی پس دعویٰ نکنیم چیزی کہ دانستہ باشم
 وہ جانتے تھے اور آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے تمام
 اسماء کے عارف تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 علم آدم الاسماء کلہا یعنی سکھلا دیا آدم کو کل اسماء اور اس
 جگہ قول شیخ قدس سرہ کہ لم تکن الملائکۃ لتقف علیہا یعنی
 واقف اور مطلع نہ ہو سکے میں بہت بڑی لطافت
 ہے کہ جو لم تقف الملائکۃ (یعنی نہ واقف ہوئے فرشتے)
 میں نہیں ہے اس وجہ سے لم تکن الملائکۃ لتقف علیہا
 کہا ہے ورنہ لم تقف الملائکۃ حضر تھا۔ اور لا قدسۃ
 عنہا میں ایک ایسا راز و اسرار ہے کہ جو لا قدسۃ بہا
 میں نہیں ہے۔ اور اس کو ہم تم سے نہیں کہتے ہیں کشف
 و وجدان تمہارا حصر راہ ہو سکتا ہے یہ راز و اسرار
 تم کو کشف و وجدان سے معلوم ہوگا اور اس قول میں
 ملائکہ سے مراد تمام ملائکہ ارضی و سماوی ہیں اس لئے کہ
 کوئی فرشتہ تمام کل اسماء الہیہ کا جامع اور مالک نہیں ہے
 اور اس خلعت کو سوائے آدم علیہ السلام کے کدھے
 کے کسی دوسرے کے کدھے پر نہیں ڈالا اور اس نعمت
 کو سوائے آدم علیہ السلام کے خلق کے کسی نے نہ چکھائے
 میرے بھائیو ہر فرشتوں کیلئے ایک مقام معلوم ہے کہ
 اس مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے اسی مقام پر کہتے

و داشتہ چہ جمیع کمالات مراد را باشد کہ ظاہر
 ما ایم و باطن او غلط ظاہر او ست و باطن او
 ما و تو در میانہ موہوئیم۔ پس دعویٰ ہر چیز
 و دیدن ہر کمال در خود ارجہل باشد و حجب
 و غفلت و عجب قنکیف لنا ان نطق
 فی الدعویٰ فنعم بہا ما لبس لنا بحال و لا نحن
 فیہ علی علم فنفسح لہا پس چگونہ سزاوار است
 بما کہ عنان را سرد ہم در دعویٰ و عام گردانم
 و در ضمن دعویٰ بخود نسبت بد ہم چیزی کہ
 نباشد برائے ما بیچ حال و علم دے نہ داریم
 پس نصیحت در سوا شویم یعنی دعویٰ چیزی
 کہ برائے ما نباشد بیچ و چہ نہ در حقیقت
 و نہ در انتساب۔ و دعویٰ چیزی کہ عالم
 دے نباشیم مکنیم چنانکہ ملائکہ دعویٰ اہلیت
 خلافت و قابلیت این منصب عالی کردند
 و اہلیت و قابلیت بیچ و چہ نہ داشتند و
 عالم نبودند بحال آدم و استحقاق او بخلافت
 و دعویٰ این حکم کردند ہرگز ملک مستحق خلافت
 نباشد۔ مستحق خلافت انسان است

ہیں کہ اگر نبال کے برابر ہم آگے بڑھیں تو تجلی کے روشنی
 سے ہمارے پر جل جائیں پس جس مقام پر ملائک میں
 اسی مقام سے حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں بخلاف
 مقام انسان کے کہ مقام انسان تمام مقامات علوی
 و سفلی کا حاوی ہے اور ہر مقام سے حق تعالیٰ کی تسبیح
 و تقدیس کر رہا ہے یہاں تک کہ مخالفت و معصیت
 کی صورت میں بھی حق تعالیٰ کے اسماء کی جو کہ غفار
 و غفور درودت در حیم ہے و منقم و قہار و غیرہ وغیرہ
 ہیں تسبیح و تقدیس کر رہا ہے جیسا کہ کلام قدسی سے
 ظاہر ہے لولم یدموا الحدیث۔ ایسی صورت میں
 معصیت کے صفت سے متصف ہونا اس کا عین
 کمال ہے نیند اس کی عین بیداری اور غفلت
 اس کی عین ہوشیاری ہے اس لئے کہ ابرو کی
 اس کے بڑھائی میں ہے۔ سایہ کا بیہ ہونا جس کا
 سایہ ہے اس کا بیہ ہونا ہے مخالفت ظاہری
 عین تابعداری باطن ہے۔ اور کوئی دابتہ نہیں ہے
 مگر یہ کہ اس کی پیشانی اللہ تعالیٰ پکڑے ہوئے ہے
 تحقیق میرا رب سراط مستقیم ہے پس کون ہی
 راہ بیڑھی ہے اور اس کا راستہ کیا ہے۔ درکار کا

وفساد و سفک بحال خود باشد نہ این
 معنی در انسان باشد انسان افضل از
 فضل ملائکہ است و استحقاق خلافت
 نظر با حاطہ علم است نہ نظر بہ کثرت تسبیح
 و تقدیس چون ملائکہ سوال و دعویٰ نکینم -
 و اگر نہ چون ایشان فضیحت و رسوا شویم
 بالاطال دعویٰ نزدیک خدائے تعالیٰ و اہل
 آنکہ عارف بامور باشد کما ہی چنانکہ الباطل
 کرد حق تعالیٰ دعویٰ ملائکہ حق نہدا
 تعریف الالہی مما ادب الحق بہ عبادت
 الادبار الامنار الخلفارل پس این تعلیم
 الہی و تلقین کہ در قصہ ملائکہ و آدم باشد
 از جملہ تلقین ہاست کہ در ہما ادب ساختہ است
 حق تعالیٰ بندگان خود را کہ صاحب و قابل
 ادب باشد با حق و مردان دے و امتنان
 و صاحب امانت بر اسرار وے کہ خیانت
 نکنید وے حکم صرف و تصرف نہ نمایند و
 خلفا باشند و صاحب خلافت و حافظ
 مر خلق را از ہلاک و انعدام - فانہم لا تحرکون

حکم ہو چکا ہے کہ سوائے اُس کے دوسرے کی عبادت
 نہ کی جائے۔ مگر اہ بندہ اسم مفضل کے تابعداری سے
 غافل نہیں ہے اور اس کے فیض سے محروم نہیں ہے
 اور ہر وقت اسم مفضل کے دربار میں ہے کسی حالت
 میں اُس کے دربار سے فرار نہیں ہے اسم ہادی کے
 چہرہ مبارک پر اُس کی نظر نہیں ہے اور اسم ہادی
 کے ڈرانے یا خوش خبری دینے پر توجہ نہیں کرتا اور
 اسم مفضل کیلئے ہر وقت آہ کھینچتا رہتا ہے اور کہتا
 ہے کہ ہمارا شمشاد جو ہماری پرورش کر رہا ہے وہ
 کس سے کم ہے عالم میں تکوین کا حکم جاری ہے حکم
 تشریحی سوا خدا کے اور کچھ نہیں ہے اور مولو ہی
 لانے والے بیچارے کیا کریں اللہ تعالیٰ ہر کام کے
 اوپر غلبہ رکھتا ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے
 اب سنو کہ ابو بکر ہنسے والے ہیں اور ابو لیب رونے
 والا اور دونوں اپنے اپنے رب کے نزدیک ایک
 سر یعنی بھید رکھتے ہیں اور سوائے کجی و عبادت
 و جوان مردی کے کوئی خبر نہیں لائے اگر ابو بکر سرد
 ہیں تو ابو لیب معذور ہے اور نہیں دیا جائیگا حکم کہ
 عذر کریں پس عذر نہ کرنے میں بھی وہ معذور ہیں۔

السنتم علی امرہ تعالیٰ التعجل بہ حتی بانی علیہم
 سائہ انہ تعالیٰ علیہ رحمہ و شیبانہ ق ثم رجوع
 الی الحکمتہ ل این شروع است در میان
 ارتباط حق بخلق و مراتب تنزیلات او اگر چه
 ہر یکے عین دیگرے باشند و در میان آنکہ انسان
 مخلوق است بصورت حق و این مبنی است
 بر چند حکم بنا بر این مقدم کردہ شد ند حکم بدستور
 بریں بیان پس گفت ثم رجوع الی الحکمتہ -
 یعنی پسترجوع میکنم ازین حکایت کہ رفت
 بسوئے حکمتے و معرفتے کہ موجب نجات باشد
 از چنگ اوہام و شکوک - ق منقول اعلم
 ان اسوال کلینۃ وان لم یکن لہا وجود فی عینہا
 فی معقولۃ معلومۃ ملاسک فی الدین فیہی
 باطنۃ ل یعنی پس میگوئیم کہ بدانکہ امور کلیہ
 چون علم و حیات مثلاً اگر چه در خارج تحقیق
 ندارد و نظر بذات و از غیر اعتبار عرض وجودی
 ندارد لیکن مریہا را وجودے ہست در
 عقل و معلوم اند بے شک و ثابت در ذہن
 پس آن امور باطن اند کہ معقول اند و معلوم

پھول کے کان میں کیا بات کہدی کہ وہ ہنس رہا ہے
 اور بلبل سے کیا بات چیت کی کہ وہ نالان و پریشان ہے
 بلبل اگر اپنے نغمہ سرائی سے پھول کو خوش اور شگفتہ کرتا
 ہے صعوہ بے زبان بیچارہ کیا کرے کہ منہ اس کا نہیں
 کھلتا اور اچھی آواز نہیں رکھتا۔ اگر کبک خوش خرام
 کو بلغ میں چھوڑ دین تو زاع رو سیاہ کیا کرے کہ
 اس کا کام تباہ ہو جاوے اسی وجہ سے عارف روتا
 ہے اور کہتا ہے۔ اے معشوق حقیقی اگر تو بلبل کے
 آواز پر کان کھولے گا تو چمن کے بے زبانوں پر بہت ہی
 گران گذریگا۔ سبحان اللہ ہم کہاں تھے کہاں آگے پھر
 ہم اصل مطاب کی طرف لوٹتے ہیں۔ جانو کہ جبکہ ملائکوں
 نے اپنے نفوس و ذوات کو نہیں پہچانا اس وجہ سے
 آدم علیہ السلام کے فساد و خون ریزی کو آگے کیا اور
 حق تعالیٰ سے منازعت کرنے لگے اور پھر اس کہنے پر بھی
 اکتفا نہیں کیا مزید کہا کہ ہم میں پاکیزگی و لطافت ہے
 اور یہ نہ جانا اور نہ سمجھا کہ مسیح اور مقدس وہی ہے
 خود بخود وہی تسبیح اور تقدیس اپنے نفس سے اپنے
 نفس کیلئے ہر ہر نظر میں کرنا ہے اور مظهر عین ظاہر ہے
 وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن

ق مالا تزول عن الوجود العینی ل یعنی باوجود آنکہ خود وجود ندارد در خارج جدا
ہے تحقیق وہ ہر شے کا محیط ہے اور ملائکہ نے یہ نہ سمجھا کہ ہمارا یہ دعویٰ موجب شرک اور مورث کفر ہے۔

نمی شوند از وجود موجود عینی کہ موجود عینی بے آنها متصور نیست پس علم و حیات اگرچہ
حضرت شیخ محب اللہ آبادی اس مقام پر فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی نیاں بھی قادر مختار کے قبضہ میں

باطن اندام از وجود عینی جدا نیستند و عالم وحی بدون آنها ثبوتے ندارند و در بعضے
مقبوض ہیں جیسا کہ اس وقت گذرا پس تم بھی فرشتوں کو معذور رکھو کہ تم تو انا اور جلنے والے ہو۔ تو انا بود

نسخہ لا يزال عن الوجود العینی واقع است بجائے لا تزول از ازالہ باشد مفعول را
ہر کہ دانا بود۔ زدانش دل سر برنا بود۔ اگرچہ ملائکہ اہل ضعف اور ارباب عذر ہیں کہ تم کو معذور نہیں رکھا

یعنی یقین است و بار موحده۔ یعنی امور کلیہ باطن و دور جدا کردہ نمی شوند از
تو گو تو داد خوان تو من خوان و اودان۔ تو جان باش و اودن تو تن باش اوجان۔ اور بعضے نسخوں میں لقف

وجود العینی ممکن نیست کہ امور مذکور باطن و عینی نباشند۔ و تو اند بود کہ وجود عینی بحال
متروک ہے۔ یعنی ہمارے لئے حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ملائکوں کا حال بیان کیا جیسا کہ گذرا وہ یہ ہے کہ

سابق باشد۔ ق ولما حکم واللاتر فی کل ما له وجود عینی بل ہو عینا لا غیر ہا یعنی اعیان
ملائکوں نے اللہ تعالیٰ سے خلیفہ کے بنانے پر اعتراض کیا اور آدم علیہ السلام کے حق میں طعن و جرح کی

الموجودات العینہ ولم سزول تلك الحقائق الکلمہ عن کوہنا فقولتہ فی نفسہا ل یعنی مر

اور اعتراض و ندامت کے میدان میں آکر حق تعالیٰ سے منارعت کرنے لگے اور ملامت اور انفعال کے

آن امور است حکم و اثر در ہر چیزے کہ مر مقام پر کھڑے ہو گئے ہم سے اس لئے بیان کیا کہ ہم

اور الوجود عینی باشد چہ اگر موجود وحی را اللہ اور اُس کے حکم کے سامنے ادب سے کھڑے

مثلاً وجود و حیات نباشد موجود وحی نباشد رہیں۔ اور بڑائی و بزرگی و پاکیزگی کا اللہ تعالیٰ کے

و متصف بکمالات نشود و ہم چنین علم و ارادہ
 حاکم اند و ما در عالم و مرید پسترا غراض
 کرد ازین قول و گفت بل ہو عتبا یعنی بلکہ
 موجود عینی عین امور کلیہ است یعنی غیر آہنا
 نیست چنانکہ گفت لا غیر ہا پس قول شیخ
 قدس سرہ کہ اعنی اعیان موجودات العینہ
 باشد تفسیر ہواست کہ در بل ہو باشد یعنی
 مراد میدارم از ہوا عیان موجودات خارجی
 یعنی اعیانان موجودات خارجی عین امور
 کلیہ اند پس مراد امور کلیہ را حکم و اثر در نالہ
 الوجود العینی کہ عین ثابتہ باشد ہرگز نیست
 بلکہ حکم و اثر در القاف عین اعیان ثابتہ است
 چہ مالہ الوجود العینی کہ عین ثابتہ باشد بحکم
 وجود و علم و حیات و ارادہ موجود است
 و عالم وحی و مرید پس حکم و تاثیر امور کلیہ
 چون وجود و حیات و علم و قدرت مثلاً در
 امور کلیہ کہ اعیان موجودات خارجی باشند
 نیست بلکہ در اقصان است و امور مذکور
 با وجود آنکہ حکم و تاثیر دارند در وجود جدا
 ساتھ دعویٰ نہ کریں اور کسی پر طعن و جرح کرنے سے پرہیز
 کریں اور بہ تامل صادق و اعتبار و اثق سوچیں اور سمجھیں
 اور اس مثال خام سے باز رہیں اور منازعت حق تعالیٰ
 در میان میں نہ لادیں اور منت کر غور و خوض ساتھ خوف
 کھانیوالوں کے اللہ تعالیٰ کے اس حکایت سے ادب سکھیں
 یعنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حرکت نہ دیں اور ہو
 کچھ کہ فرشتوں سے صادر ہوا ہم سے صادر نہ ہوتا بعداری
 اور قبول احکام کے علاوہ دوسرا کام ہمارا نہ ہو کیونکہ
 اللہ تعالیٰ کے حکمت و معرفت کے قبول کر نیکام تہ سوائے
 اس حکم کے دوسری چیز کو قبول نہیں کرتا۔ یعنی ہم اس
 چیز کا دعویٰ اللہ تعالیٰ سے نہ کریں جو ہمارے لئے
 سزاوار نہیں ہے اس لئے کہ ہم اپنی اور حق کی حقیقت
 کو پہچانتے ہیں اور کل امور کے احاطہ کر نیوالے ہیں
 ہمارے لئے زیاد مناسب یہی ہے کہ جو چیز ہمارے لئے
 نہیں ہے اس چیز کا دعویٰ کسی حال میں بھی ہم حق
 تعالیٰ سے نہ کریں کیونکہ تمام کمالات اسی کے ہیں ظاہر
 ہم ہیں اور باطن وہ ہے یہ غلط ہے ظاہر وہی ہے باطن
 وہی ہے ہم اور تم جو در میان میں ہے یہ ہمیں وہم
 ہے اصل میں حق ہے پس ہر اس چیز کا دعویٰ نہیں کریں

نمیشوند از معقولیۃ کہ نظر بذات معقول اند ہم مستحق نہیں ہیں اور ہر اس چیز کا کمال اپنے میں دیکھنا جہل
چنانکہ گفت ق ولم یزل ملک الخالق اور حجاب اور غفلت اور غرور ہے۔ یعنی ہمارے لئے کس طرح
الا ولم یزل اذرا ل نزول است سے یہ سزاوار ہے کہ دعویٰ کے لگام کو ہم عام کر دیں اور چھوڑیں
پس باوجود آنکہ آن امور از وجود عینی جدا اور اپنے دعویٰ کے زعم میں اپنے وجود و کمالات کو اپنی طرف
نیستند و حکمے و اثرے دارند۔ اما نظر بذات نسبت دیں یعنی ایسی چیز کا دعویٰ ہم نہ کریں جو ہمارے لئے
و تعین خود معقول اند۔ ق فہی الظاہرۃ حقیقتاً اور نسبتاً کسی طرح جائز نہیں ہے اور ایسے چیز کا
من حیث اعیان الموجودات کما ہی الباطنۃ بھی دعویٰ نہ کریں جس کا علم ہم نہیں رکھتے اگر ایسی چیز دنیا کا
من حیث معقولات ل یعنی پس امور کلیہ ہم دعویٰ کریں گے جو ہمارے لئے کسی طرح سزاوار نہیں ہے
ظاہر اند نظر باعیان موجودات خارجی و تو سوائے فصیحت اور رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔
احکام و آثارے کہ ظاہر اند از موجودات جس طرح سے کہ ملائکہ کہ اہلیت اور قابلیت ان میں
خارجی چہ اعیان موجودات خارجی و آثار خلافت کی نہ تھی اس منصب عالی کا دعویٰ کیا جس کے
آن ظاہر اند و اعیان موجودات خارجی وہ مستحق نہ تھے اور آدم کی حقیقت اور اپنی حقیقت سے
عین آن امور کلیہ معقولہ اند چنانچہ امور مذکور محبوب اور غافل تھے اور آدم کی جمعیت اور خلافت کے
باطن اند نظر معقولیۃ آن چہ نظر بذات استحقاق کو نہیں جانتے تھے اگر جانتے تو جان جلتے کہ ہم
خود جودی در خارج ندارند ق فاستناد خلافت کے مستحق نہیں ہے خلافت کا مستحق انسان ہے
کل موجود عینی لہذا ہ الامور الکلیۃ اللتی اور فساد و خون ریزی اپنے حال پر ہے اور یہ معنی ہر
لا یکن رفہا عن العقل ولا یکن وجود ہا انسان میں نہیں ہے افضل انسان ملائکہ سے افضل ہے
فی العین وجود اد ترزول بہ عن ان یكون اور خلافت کا مستحق ہونا احاطہ علمی کے نظر سے ہے کثرت
معقولہ سوا ل یعنی پس استناد ہر موجود طاعت و تسبیح و تقدیس کے نظر سے نہیں ہے۔ پس مثل

یعنی باین امور کلیہ و انتساب آن بسوئے
 امور مذکورہ کہ ممکن نباشد رفع و برداشتن
 آن از عقل ازان کہ آن امور عقلی باشند
 و ممکن نیست وجود آن امور در خارج کہ
 براسند بسبب آن وجود از معقولتہ و باطنتہ
 برابر است یعنی انتساب ہر موجود عینی ذاب
 و ممکن بسوی این امور کلی کہ نظریات و از
 غیر اعتبار عروض و معروضات را وجودے
 ندارند و از معقولیہ صرف و باطنیہ خالص
 نمی براسند برابر است چہ در ہمہ صورت
 مر امور کلی را حکمے و اثرے باشد و گمان نہ
 بری کہ حکم و تاثیر امور کلی در ممکن باشد و بس
 و در بعضی نسخہ کلمہ سواء متروک است و
 برین تقدیر خبر مدد کہ استناد کلی موجود عینی
 باشد و قول اولہذا لامور الکلمہ است یعنی استناد
 ہر موجود عینی بسوی آن امور است یعنی ذاب
 و ممکن درین استناد و انتساب برابر اند
 این قول بر تقدیر اول متعلق است باستناد
 و سوا خبر است استناد ق سوا را کان ذلک
 فرشتوں کے ہم دعویٰ نہ کریں۔ نہیں تو مثل اُن کے ہم
 بھی اپنے جھوٹے دعویٰ سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے
 اہل کے نزدیک جو کہ ہر امور کے عارف ہیں فصیحیت
 در سوا ہوں گے اور اُن کو بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے
 فرشتوں کا دعویٰ کس طرح جھٹلایا ہے۔ پس یہ تعلیم
 الہی اور تلقین موسیٰ جو کہ فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے
 درمیان منازعت کے قصہ میں ہے اُن جملہ تلقینوں
 میں سے ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
 کو جو کہ قابل ادب ہیں اُن کو ادب سکھلاتا ہے اور
 وہ ادب کرتے ہیں اور علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کے
 جوان مردوں سے جو کہ امین ہیں اور اُس کے اسرار
 کے امانت رکھنے والے ہیں وہ خلفاء اور صاحب
 خلافت ہیں اور ہلاکت اور انعام سے خلق کو بچاتے
 ہیں اور حفاظت کرتے ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ ادب
 سکھلاتا ہے اور وہ صاحب ادب ہیں تحقیق وہ
 وہ لوگ زبان کو حرکت نہیں دیتے اور اوپر اللہ تعالیٰ
 کے حکم کے اور جلدی نہیں کرتے یہاں تک کہ اُس کا
 شرح و بیان ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے شرح
 و بیان کا ذمہ دار ہے۔ یہ بیان اور تالیق کا جو کہ

الموجود العینی موقناً او غیر موقناً او غیر موقت بسبب الموقت و غیر الموقت الی ہذہ الامر الکلّی نسبت واحدۃ ل یعنی برابر است کہ باشد موجود عینی موقت بمعنی زبانی چنانکہ ممکن حادث یا عمر موقت زبانی چنانکہ ممکن قدیم و قدیم واجب نسبت زبانی و غیر زبانی بسوئے امر کلّی و معقول یکسان است و در محکوم و متاثر شدن ازاں امر محدود موجود و مشترک اند و سادہ می موجود زبانی و غیر زبانی در استناد بسوئے امر کلّی محل و مضربست و حکم باین کہ امر کلّی در اں موجود عین آن قدیم باشد و در مرحدومی دیگر غیر آن و حادث منافی وحدت نسبت ہر دو بسوئے امر کلّی نباشد این حکم باقتضای محال امر کلّی است کہ ہر موجودات عینی باشد چہ در محال را سر در امر کلّی حکمے تاثیرے است چنانکہ ق غیر آن ہذا الامور کلّی ترجع الیہ حکم من الموجودات العینہ بحسب ما تطلبہ حقائق تلک الموجودات العینہ

خلق کے ساتھ ہے اُس کا اور حق کے مراتب کے سرلات کا بلکہ حق و خلق ایک دوسرے کے عین ہیں اُس کا اور یہ کہ انسان حق کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے شروع کیا جاتا ہے یہ بیان چند حکمتوں پر مبنی ہے اس لئے اُس بیان سے پہلے اُن حکمتوں کو بیان کرنا مقدم ہوا۔ حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ العزیز ہم سب کو اس حکایت سے اُس حکمت و معرفت کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہ حکمت و معرفت ہم سب کو حکمت و معرفت سکھانے والی اور اوہام باطلہ اور سلوک کے جنگل سے نجات دلانے والی ہے پس ہم سب پر لازم و فرض ہے کہ اُس حکمت کو سمجھیں کہ وہ حکمت اور معرفت کیا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سمجھو کہ امور کلیہ مثلاً علم و حیات کا اگرچہ خارج ہیں کوئی وجود نہیں ہے اور نظر بذات خود میں بغیر عرض کے موجود و ظاہر نہیں ہوتے لیکن اُس کا وجود عقل میں ہے اور معلوم ہے اور بے شک و شبہ ثابت ہیں پس وہ امور باطنی میں ہیں کہ معقول اور معلوم میں ذہن میں یعنی باوجود اس کے کہ وہ خارج میں کوئی وجود نہیں رکھتے لیکن موجود عینی سے جدا نہیں ہوتے اس لئے کہ موجود عینی

کنسبۃ العلم الی العالم والحیاء الی المحی فا
 حیوۃ حقیقتاً معقولہ والعلم حقیقتاً معقولۃ
 متمیزہ عن الحیات کما ان الحیات متمیزہ
 عنہ ل یعنی لیکن بدرستیکہ بسوی این امر کلی
 معقول راجع میشود و تاثیر میکند و روے
 حکمے از موجودات خارجہ بحسب معتقدانے
 حقائق آن موجودات چنانکہ نسبت علم
 بسوے عالم و نسبت حیات بسوے حی
 پس حیات حقیقت معقولہ است و علم
 حقیقت المعقولہ متمیزہ است از حیات
 چنانچہ حیات از علم یعنی مرام معقول کلی را
 حکمے و اثرے است در موجود عینی و بسوے
 مرموجود عینی از واجب و ممکن مستند است
 علی السوۃ کہ نسبت موقت و غیر موقت
 بسوی امر کلی برابر باشد لیکن متعین میشود
 مرام کلی را حکمے از موجودات خارجی کہ محال
 امر کلی باشد چنانچہ تقاضا کند پس امر کلی
 را دراک موجود حالت دیگر باشد بحسب
 حقیقت آن و در موجودے دیگر بحسب

بغیر ان کے مصور نہیں ہیں اور عالم وحی بغیر ان کے
 ثبوت نہیں رکھتے۔ پس علم و حیات اگرچہ باطن میں لیکن
 موجود عینی سے جدا نہیں ہیں اور عالم وحی کا ثبوت انھیں
 سے ہے۔ بعضے نسخوں میں لایزال عن الوجود العینی واقع
 ہے بجائے لار دل عن الموجود العینی کے اسی صورت
 میں لایزال از الہ سے ہے اور مفعول کیلئے مبنی ہے اور
 عینی عین اور بائے موحده سے ہے یعنی امور
 کلیہ باطن میں لیکن موجود عینی سے دور جدا نہیں کئے
 جاسکتے یہ ممکن نہیں ہے کہ امور کلیہ باطن اور عینی نہ ہوا
 اور ہو سکتا ہے کہ وجود عینی اپنے سابق پر ہو۔ یعنی خاص
 ان امور کیلئے کہ جن کیلئے وجود عینی ہے امور کلیہ کا
 حکم و اثر ہے کیونکہ اگر موجود وحی کو مثلاً وجود و حیات
 نہ ہوتا موجود وحی نہیں ہو سکتے اور کمالات سے
 متصرف بھی نہ ہوں گے اسی طرح علم و ارادہ حاکم ہیں
 اور عالم مرید میں اثر کر نیوالے ہیں پس اس قول سے
 اغراض کیا اور کہا بل ہو عینہا۔ یعنی بلکہ وجود عینی
 عین امور کلیہ ہیں ان کے علاوہ نہیں ہیں جیسا کہ لا غیر ہا
 کہا گیا۔ شیخ قدس سرہ کا قول جو کہ اعیان الموجودات
 العینہ ہے ہو کی تفسیر ہے جو کہ بل ہو میں ہے ہو سے مراد

حقیقت وہے چنانکہ عنقریب مکشوف
می شود پس نسبت علم بسوے ہر عالم نسبت
واحد است و اثرے و حکمے دارد در ہر عالم
و ہم چنین نسبت حیات بسوے ہر حی
نسبت واحد است و حکمے و اثرے دارد
در ہر حی و ہر یکے از علم و حیات امر کلی است
و حقیقت معقولہ و ہر یکے متمیز و منفرد است
از دیگرے چنانکہ مر علم و حیات را حکم و اثر نسبت
در عالم وحی ہم چنین مر عالم وحی را حکم و اثرے
است در علم و حیات بحسب حقیقت عالم
وحی چنانکہ میشوی۔ ق ثم نقول فی حق
تعالیٰ ان کہ علم و حیاة فی الحی العالم و نقول
فی ملک ان لہ علما و حیاة فہو الحی العالم و
نقول فی اللسان ان لہ حیاة و علم فہو الحی
العالم و حقیقت العلم واحدہ و حقیقت
الحیاة واحدہ و لہما الی العالم و الحی
لہ واحدہ ل این قول شروع است
در میان و تاثیر حکم امر کلی در موجودات
عینی واجب باشد یا ممکن و در میان برابر

اعیان موجودات خارجی ہیں یعنی اعیان موجودات
خارجی عین امور کلیہ ہیں بس امور کلیہ کا جو کچھ حکم و اثر
مالہ الوجود العینی میں کہ عین ثابتہ ہے ہرگز نہیں ہے بلکہ
حکم و اثر اعیان ثابتہ کے انصاف میں ہے کیونکہ مالہ الوجود
العینی کہ ہیں عین ثابتہ ہے بحکم و وجود و حیات و ارادہ
موجود ہے اور عالم وحی و مرید ہیں۔ پس حکم و تاثیر
امور کلہ مثل وجود و حیات اور علم و قدرت مثلاً امور کلہ
ہیں اعیان موجودات خارجی میں اُس کا حکم و اثر نہیں
ہے بلکہ حکم و اثر انصاف میں ہے اور امور مذکور باوجود
اس کے کہ حکم و تاثیر رکھتے ہیں معقولیت سے دور و جدا
نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ بذات خود معقول ہیں جیسا
کہ گذر چکا۔ لم یزل زال یزدل سے ہے۔ یعنی باوجود
اس کے کہ امور کلہ وجود عینی سے جدا نہیں ہیں اور
حکم و اثر رکھتے ہیں لیکن اپنے عین و ذات کی نظر سے
معقول ہیں۔ یعنی امور کلیہ اعیان موجودات خارجی
میں ظاہر ہیں اور موجودات خارجی میں اُن کے
احکام و اثرات کا ظہور ہے کیونکہ اعیان موجودات
خارجی میں اُن کے آثار ظاہر ہیں اور اعیان موجودات
خارجی عین اُس امور کلہ معقولہ کے ہیں جیسا کہ امور

ویکساں بودن نسبت امر کلی بسوی ہر واحد
 یعنی پستری میگویم در حق تعالی کہ مراوراء علم است
 و حیات پس حق تعالی عالم وحی باشد و میگویم
 در حق ملک کہ ہر ملک را حیات است و علم
 پس ملک وحی و عالم باشد و میگویم در حق
 انسان کہ مرا انسان را حیات است و علم
 پس انسان وحی و عالم باشد و حقیقت علم و
 ماست آن یکے است جمیع افراد وحی نسبت
 ہر دو بسوی عالم وحی نسبت واحد است
 پس چنانکہ ممکن بے علم و حیات عالم وحی
 نیست ہم چنین واجب تعالی بے علم و حیات
 عالم وحی نباشد پس علم و حیات را حکم و تاثیر
 است در جمیع افراد کہ بحکم و تاثیر آن ہر دو عالم
 اند و وحی و حقیقت ہر واحد ہر دو محل
 یکی است ق و نقول فی العلم الحق تعالی انہ
 قدیم وحی العلم الانسان انہ حادث ل این
 شروع است در بیان تاثیر و حکم موجود عینی
 در امر کلی یعنی میگویم در حق علم حق تعالی کہ آن
 علم قدیم است و عدم مسبوق بعدم و غیر بانی

مذکورہ اُس کے نظر معقولیہ سے باطن ہیں کیونکہ نظر بذات
 خود خارج میں امور کلیہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یعنی
 استناد و انتساب امور کلیہ کا ہر موجود عینی سے ہے
 اور عقل سے اُن کے وجود کو در کرنا محال ہے موجودات
 عینی خارجی سے استناد و انتساب کے وقت یہی وہ
 معقول ہی رہیں گے اُس کا وجود جس طرح و جیسے کہ وہ
 میں خارج میں ممکن نہیں ہے اور اس وجہ سے کہ وہ
 امور عقلی ہیں۔ اُن کا وجود خارج میں جیسے کہ وہ ہیں
 ممکن نہیں ہے اور اسی وجود کے سبب سے معقولیت اور
 باطنیت میں برابر ہیں یعنی ہر وجود عینی کا انتساب جو کہ
 واجب اور ممکن ہیں امور کلیہ کی طرف جو کہ عروض کے بغیر
 ظاہری وجود نہیں رکھتے۔ اور معقولیت صرف و
 باطنیت خالص سے نہیں نکلتے برابر ہے کیونکہ تمام صورتوں
 میں امور کلیہ کا حکم و اثر ہے تم یہ گمان نہ کر دو کہ امور کلیہ کا
 حکم و اثر ممکن ہی نہیں ہے اور بس بعضے نسخوں میں کلمہ
 سواۃ متروک ہے ایسی صورت میں خبر مبتدا جو کہ
 استناد کل موجود عینی کا ہے شیخ قدس سرہ کا قول
 ہذا لامور الکلیہ ہے۔ یعنی استناد و انتساب ہر
 موجود عینی میں جو کہ واجب اور ممکن نہیں حکم و اثر

و میگویم در حق علم انسان کہ آن علم حادث است
 و مسبوق بعود و زبانی پس علم باری تعالی
 از حکم محال باشد کہ واجب تعالی قدیم است
 و حدود علم انسان سر از حکم محل باشد
 کہ انسان حادث است و ہم چنین حیات
 پس ہر موجود عینی را کہ محل امر کلی باشد حکمے
 و تاثیر است در امر کلی و ہم چنین ملک
 اگر ملک قدیم است چنانکہ عقول عشرہ پس
 علم و حیات آنها قدیم باشد و اگر حادث
 باشد پس حادث ازین جا راست کہ ملک
 را درین جا ذکر نکرد کہ حکم او تمقالتہ معلوم توان
 کرد و حقیقت امر کلی در جمیع محال یکی است
 و نسبت آن بسوئے ہر محل برابر۔ ق
 فالنظر الی ما حدسہ الاضافت من الحکم فی
 ہدہ الحقیقۃ المعقولیہ والطرالی ہذ تباط
 بین المعقولات و الموجودات العینہ ل
 یعنی نظر کن بسوئے چیزی کہ پیدا کردہ است
 آنرا اضافہ و نظر کن بسوئے ارتباط
 و موصلت میان معقولات کہ نظریات
 امور کلیہ کا دولوں میں برابر ہے یہ قول پہلی صورت پر
 اسناد سے متعلق ہے اور سو اے اس کی خبر ہے۔ یعنی
 برابر ہے کہ ہو موجود عینی موقت بمعنی زبانی جیسے کہ
 ممکن حادث یا غیر موقت بمعنی غیر زبانی جیسے کہ ممکن قدیم
 اور قدیم و واجب کی نسبت زبانی و غیر زبانی امر کلی
 و امر معقول کی طرف برابر ہے اور دولوں اُس کے
 حکم سے محکوم و متاثر ہیں دولوں موجود زبانی اور
 غیر زبانی اسناد میں امر کلی کی طرف برابر ہونے میں
 محل و مضر نہیں ہیں اور یہ حکم کہ امر کلی ایک موجود میں
 اُس کا عین و قدیم ہے اور دوسرے موجود میں خلاف
 ہوں گے و علاوہ اس کے ہے اور وہ حادث ہے یہ امر
 دولوں طرف نسبت کرنے سے امر کلی کے وحدت کے
 منافی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حکم و اثر امر کلی کا موجودات
 عینی کے محال کے اقتضاء سے ہے اس لئے کہ محال کا
 بھی حکم و اثر امر کلی میں ہے۔ لیکن اس امر کلی معقول
 کی طرف وہی حکم راجع ہوئے اور اسناد و نسبت
 پاتے اور تاثیر کرتے ہیں جس کو موجودات خارجہ
 کے اعمان کے حقائق اپنے اپنے استعدادات کے
 مطابق جیسے کہ وہ ہیں طلب و تقاضا کرتے ہیں

وجود عینی ندارد و میان موجودات عینی پس
قدم واجب تعالیٰ را نسبت آن علم بسوئے
واجب تعالیٰ پیدا کردہ است و حدوث
علم الانسان و ہر حادثہ را اضافة و نسبت
آن علم بسوئے انسان و ہر حادثہ پیدا کرد
پس مرتب شد ہر واحد از امر کلی و موجود
عینی بدیگرے ما ارتباط کلی و اگر نہ بتاثیر
یکے در دیگرے ارتباط حاصل است و حکم
یکے در دیگرے کافی باشد برائے ارتباط
پس محل و اضافة امر کلی بسوئے وے
در وے حکم و اثر کرد و قدم و حدوث
بخشد چنانکہ بشوئی - ق حکم العلم
علی من قام بہ انہ عالم حکم الموصوف نہ
علی العلم یا نہ حادثہ فی الحق الحوادث
قدیم فی الحق القدیم یعنی پس چنانکہ حکم
کرد علم بر کسے کہ قائم باشد بوی این کائنات
علم است علم کرد آنکہ موصوف باشد بدان
علم بران علم کہ آن علم حادثہ باشد در حق
حادثہ و قدیم در حق قدیم - پس چنانکہ علم

جیسے کہ علم کی نسبت عالم کی طرف اور حیات کی نسبت
حی کی طرف ہے حیات حقیقت معقولہ ہے اور علم حقیقت
معقولہ حیات سے متمیز ہے جس طرح سے حیات حقیقت
معقولہ علم سے متمیز ہے یعنی امر کلی معقولہ کو موجودات عینی
حارجہ میں خاص ایک حکم و اثر ہے اور ہر موجود عینی ممکن
و واجب کی طرف برابر مستند و نسبت میں یعنی نسبت
زبانی و غیر زبانی (موقت و غیر موقت) امر کلی معقول
کی طرف برابر ہے لیکن موجودات حارجہ جو کہ محال خاص
امر کلی کے ہیں ان کے اقتضار و استعدادات کے موافق
و موافق حکم و اثر امر کلی کا ان محال سے خاص اور متعین
ہوتا ہے پس امر کلی کی ایک موجود میں اس کے حقیقت
و استعداد کے اقتضار کے موافق دوسری حالت ہوتی
ہے اور دوسرے موجود میں اس کی حقیقت و استعداد
کے اقتضار کے موافق دوسری حالت ہوتی ہے علم کی
نسبت ہر عالم کی طرف نسبت واحد ہے اور علم کا حکم
و اثر ہم عالم میں ہے اسی طرح حیات کی نسبت ہر
حی کی طرف نسبت واحد ہے اور حیات کا حکم و اثر
ہر حی میں ہے۔ اور ہر ایک علم و حیات امر کلی معقولہ
ہیں اور ایک دوسرے سے منفرد اور متمیز ہے۔

حکم کر دبر موجود عینی حکم کر دبر علم و در بعضی نسخہ جیسے کہ علم و حیات کا اثر عالم وحی میں ہے اسی طرح عالم
 بجائے ابن قول چین واقع است حکما حکم وحی کا علم و حیات میں بحسب حقیقت و استعدادات
 العلم علی من قام بہ ان یقال فیہ انہ عالم عالم وحی کے حکم و اثر ہے۔ حکم و اثر و نسبت امور کلیہ کی
 کذلک حکم الموصوف بہ الخ۔ و مراد ظاہر است موجودات عینی میں جو کہ واجب اور ممکن ہیں ہر ایک کی
 و مقصود ہر دو عبارت کے است ق طرف برابر و یکساں ہے شروع کیا جاتا ہے۔ ہم سب
 فصار کل واحد محکوم ما بہ و محکوم ما علیہ ل کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کیلئے علم و حیات ہے اور حق تعالیٰ
 یعنی پس گشت ہر واحد از امر کلی و موجود جی و عالم ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ فرشتوں کیلئے علم و حیات
 یعنی محکوم بہ و محکوم علیہ۔ یعنی لعلم حکم کر دیم ہے اور وہ جی و عالم ہیں۔ اسی طرح انسان کیلئے ہم کہتے
 کہ واجب تعالیٰ و انسان ممکن عالم اند پس ہیں کہ اُن کیلئے بھی علم و حیات ہے اور جی و عالم ہیں۔
 موجود عینی محکوم علیہ باشد و علم کہ امر کلی اور علم کی ماہیت و حقیقت تمامی افراد عالم میں ایک ہے
 باشد محکوم بہ یعنی لعلم حکم کردہ شد کہ بر موجود اسی طرح حیات کی ماہیت و حقیقت تمام افراد جی
 عینی کہ عالم است و اگر بگوئی کہ علم کردہ است میں ایک ہے اور نسبت علم و حیات کی طرف عالم و
 بر موجود عینی بہ عالم روا باشد و مال ہر دو جی کے نسبت واحد ہے۔ اب سمجھو کہ جس طرح سے
 یکے است و ہم چین بجل علم حکم کر دیم بر علم ممکن بغیر علم و حیات کے عالم وحی نہیں ہے اسی طرح واجب
 کہ قدیم است و حادث پس امر کلی محکوم علیہ تعالیٰ بھی بغیر علم و حیات کے عالم وحی نہیں ہے علم و حیات
 باشد و موجود عینی کہ محل امر کلی است محکوم کا ہر افراد میں یکساں حکم و اثر ہے۔ علم و حیات کے حکم و
 بہ یا لگو کہ حاکم است و حکم ذہن تابع امر کلی تاثیر و اثر ہے ہر افراد عالم وحی ہیں اور علم و حیات کی
 و موجود عینی ق و معلوم ان ہذہ الامور حقیقت ہر محلات میں ایک ہے حکم و تاثیر موجودات
 الکلمۃ وان کانت معقولیۃ فانہا معدومۃ عینی کا جو کہ امور کلیہ میں ہے اُس کا بیان ہے۔ یعنی ہم

فی العین موجودات فی الحکم کما ہی محکوم علیہا
 اذ نسبت الی الموجود العینی ل یعنی معلوم است
 ومقرر کہ امور کلیہ اگرچہ معقول باشند و وجود
 دارند در عقل لیکن معدوم اند در خارج کہ
 وجودے در خارج بلا اعتبار عرض ندارند
 و موجود اند در حکم کردن برو وجود عینی چنانکہ
 محکوم علیہ اند و تیکہ نسبت دادہ شوند
 بسوئے موجود عینی پس اگرچہ امر کلی عقلی
 باشد و وجودے دارد در عقلی لیکن در
 خارج معدوم است و در حکم کردن بر
 اعیان موجودہ و بوجود عینی حاکم است
 وقت حکم چنانکہ محکوم غلبہ است وقت نسبت
 بسوئے موجود عینی ق مصل الحکم الامکان
 فی الاعیان الموجودات ولا فصل التفصیل
 ولا تجری فان ذلک محال علیہا ل واز
 شرح قبصری معلوم میشود کہ در بعضی نسخہ
 لفظ امکان نیست یعنی پس قبول کند آن
 امور مذکور و حکم ممکن را در اعیان موجود
 در خارج و قبول نمیکند بفصل و تجری را

کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا علم قدیم یعنی عدم مسبوق عدم سے
 اور قدیم و غیر زبانی ہے اور ہم انسان کے علم کے حق میں
 کہتے ہیں کہ وہ مسبوق عدم سے ہے اور حادث و زبانی
 ہے اس کو کبھی سمجھو کہ جبکہ واجب تعالیٰ قدیم ہے تو اس کے
 علم کا قدیم ہونا اس کے محل کے علم و اقتضار سے ہے
 اور جبکہ انسان حادث ہے تو اس کے علم کا حادث ہونا
 اس کے محل کے اقتضار و حکم سے ہے اسی طرح حیات
 کا حکم ہے ہر موجود عینی جو کہ محال امور کلیہ کے ہیں حکم و
 اثر امور کلیہ میں ہے۔ اور اسی طرح فرشتے ہیں چونکہ فرشتے
 قدیم ہیں جس طرح عقول عشرہ قدیم ہے اس لئے ان
 کے محل کے اقتضار سے حیات اور علم ان کا قدیم ہے۔ اگر
 حادث میں تو حادث میں۔ اس وجہ سے اس قیام پر
 فرشتوں کا ذکر نہیں کیا ان کو اس سے معلوم کر سکتے ہیں
 حقیقت امور کلیہ کی تمام محال میں ایک ہے اور نسبت
 ان کی ہر محال میں برابر ہے۔ یعنی اس چیز کی طرف نظر
 کر ذکر اس کو اصاف و نسبت پیدا کیا ہے۔ اور نظر
 کرو ارتباط و مواصلت در میان معقولات اور موجودات
 عینی کہ کس طرح اتم و اکمل ہے اب اس کو سمجھو کہ علم کی
 نسبت و اصاف نے چونکہ حق تعالیٰ قدیم ہے اس وجہ

چه بدرستیکه بعضی و تجزی محال است در امور کلی یعنی اگر چه امور کلیہ حکم را در موجودات عینی قبول میکنند و ممکن باشد این حکم لیکن تجزی و بعضی را قبول نمیکند کہ در یک موجودے حصہ باشد و در موجودے دیگر حصہ دیگر چه تجزی و بعضی در امور کلیہ محال است چه حقائق بسیط باشند یا مرکب طرفان تجزی بر حقائق ممکن نیست مثلاً علم اگر چه حکم کرد در موجود عینی و افراد مسکثر را عالم ساخت و بعروض و بحقوق در مواد متعدده متحقق شد لیکن سحری نیست چه ہمامہ در ہر عالم باشد چنانکہ پیشوی ق فانہا بذاتہا فی کل موصوف بہا کا الالسا سہ فی کل من ہذا النوع الخاص لم مصل ولم تعدد بتعدد الاشخاص یعنی چه بدرستیکہ امور کلیہ بذاتہ و تمامہ در ہر موجود اند کہ موصوف باشند باینہا چنانکہ انسابت کہ سر امر کلی است در ہر شخصے و ہر فردے ازین نوع خاص کہ انسان باشد بفضل و تجزی نیافتہ است

سے واجب تعالیٰ کے علم کو قدیم ظاہر کیا اور انسان چونکہ حادب ہے اس لئے علم کی حقیقت و نسبت و اصاف کے انسان کے حق میں علم کو حادث ظاہر کیا ہر ایک امر کلی موجود عینی ایک دوسرے سے ارتباط کلی کے ساتھ ترتیب ہو گئے۔ ورنہ ایک دوسرے کی تاثیر سے ارتباط حاصل ہے اور ارتباط کیلئے ایک کا حکم کافی ہے۔ پس محل اور اصافت امر کلی نے اُس کے طرف اُس میں حکم و اثر کیا اور ایک کو قدم اور دوسرے کو حدوث بخشا۔ یعنی پس علم نے جس کا تعلق علم سے ہوا اُس پر حکم کیا کہ وہ عالم ہے اُسی طرح اُس عالم نے علم پر حکم کیا کہ وہ علم حادث میں حادث ہے اور قدیم میں قدیم ہے یعنی جس طرح سے علم نے موجود عینی پر حکم کیا اُسی طرح موجود عینی نے علم پر حکم کیا اور بعضے نسخوں میں بجائے اس قول کے اس طرح واقع ہے حکم العلم علی من عام بہ ان یقال فیہ انہ عالم کذلک حکم الموصوف انہ اس قول سے مراد ظاہر ہے اور مال ہر دو عبارت کا ایک ہے۔ یعنی پس ہر ایک امر کلی وجود عینی محکوم بہ و محکوم علیہ ہو گیا۔ ہم نے علم سے حکم کیا کہ واجب تعالیٰ اور انسان ممکن عالم ہیں ایسی صورت میں موجود عینی محکوم علیہ ہوا

والقسام نہ پذیرفته است و متعدد و مکرر
 نشدہ معدود و اشخاص و افراد پس امور
 مذکورہ بذاتہ و سماویہ بہر موجود عینی کہ موصوف
 باشد بدال امور متحقق و متعلق اند نہ باحرار
 کہ بعض دتے در بعض باشد و بعض دیگر
 در بعض دیگر چنانکہ انسانیت نہ تمامہا در
 ہر فرد انسان است ہرگز بفصل و تجزی را
 قبول نموده است و از دائرہ وحدت نہ
 برآمدہ و چون افراد مکرر نشدہ و اگر نہ ہر
 فرد انسان نباشد و آنچه میگویند کہ حصہ
 الساسہ در رد باشد مثلاً غیر آن حصہ است
 کہ از عمر باشد از باب تسامحات است
 و مقصد آن است کہ انسانیت زید یکتف
 است بعوارض و مستحق خاص زیدی و انسانیت
 عمر و کتف بعوارض و مستحق عام عمر و
 ق و لا برحت معقولیت بل یعنی ہمیشہ اند
 امور کلیہ معقول و ثابتہ در عقل پس حقیقت
 اختلاف در تمامی حقائق مسلمہ و افراد متعدد
 و سماویا باشد و ہرگز مکرر و مکرر ان حقیقت

اور علم چونکہ امر کلی ہے محکوم بہ ہوا یعنی علم کے سبب سے موجود عینی
 پر حکم کیا گیا کہ وہ عالم ہے اور اگر تم کہو علم نے موجود عینی پر
 حکم کیا ہے رو اسے اور مال دونوں کا ایک ہے۔ اسی طرح
 سے علم جس محل میں قائم ہوا اُس محل نے علم پر حکم کیا کہ وہ
 قدیم ہے و حادث ہے۔ ایسی صورت میں امر کلی محکوم علیہ
 ہے اور موجود عینی چونکہ امر کلی کا محل ہے محکوم بہ ہے۔ یا
 کہو کہ حاکم ہے اور حکم ذہن تابع امر کلی و موجود عینی ہے
 یعنی یہ بات مقرر ہے اور معلوم ہے کہ امور کلیہ کا وجود نفس
 نہیں ہے اور خارج میں وہ معدوم ہیں اور اُن کا کوئی
 وجود نہیں ہے لیکن بلاشک و شبہ موجود عینی اُن کا
 حکم باری و ساری ہے اور جس وقت وہ وجود عینی کی
 طرف دے جاتے ہیں اُس وقت وہ حکم کلیہ میں
 امر کلی اگرچہ امور عقلی ہے و عقل میں وجود رکھتے ہیں
 اور خارج میں وہ معدوم ہیں لیکن وجود عینی اور اعیان
 پر حکم کرنے اور نسبت دیتے ہیں وہ حاکم وقت میں ہوا
 اور موجود عینی کی طرف نسبت دے جاتے کے وقت وہ
 محکوم علیہ ہیں۔ فیصلہ ہی کے لئے اس سے معلوم ہوتا ہے۔
 اس لئے اشخاص میں لفظ انسان نہیں ہے۔ یعنی وہ امور کلیہ
 مذکورہ موجودات عینی و اعیان موجودہ خارج میں

واقع شدہ است و مکرر و تعدد مظاہر در اس کے حکم کو قبول کرتے ہیں لیکن فیصل و تجزی کو قبول نہیں
کارخانہ وحدت حقیقت الحائق خلل سمودہ کرتے اس لئے کہ تجزی و فیصل امور کلیہ میں ممکن نہیں ہے یعنی
و ایں بیان خالی ارشاد تکرار نیست و اگرچہ امور کلیہ حکم کو موجودات عینی کے قبول کرنے میں اور
شیخ قدس سرہ نظر برین چیز ہا ندارد اس کا اس حکم قبول کرنا ممکن ہے۔ لیکن تجزی و فیصلی کو
اور جزو جہ اللہ مقصود و منظور نیست ازینجا قبول نہیں کرتے کہ ایک موجود میں علم و حیات وغیرہ کا
است کہ در اکثر حائی تکرار میکند و تو اند بود کچھ حصہ ہواورد و دوسری موجود میں علم و حیات وغیرہ کا
کہ در شرح قول سابق فیصل حکم الامکان دوسرا حصہ ہو کیونکہ تجزی و فیصل امور کلیہ میں محال ہے۔
باشد بگوئی کہ پس قبول میکند حکم امکان را کیونکہ حقائق بسیط ہوں یا مرکب ہوں تقسیم کا حکم او پر
یعنی حکم امور کلی ممکن است و محری حقائق کے ممکن نہیں ہے۔ مثلاً علم نے اپنے حکم اور نسبت
ممكن نیست و مال ہر دو توجہ واحد است سے موجودات عینی کے افراد کو عالم بنانا اور علم ان کے
ق و اذکان الارتباطین من له وجود عینی عروق و لحوق سے مواد متعددہ میں متحقق ہوا لیکن محری
و بین من لیس له وجود عینی قدرت وہی نہیں ہے کیونکہ وہ سامہ ہر عالم میں ہے۔ پس سمجھو کہ ہر
نسبت عدمہ فارتباط الموجودات ہر موجود عینی جو کہ امور کلیہ سے موصوف میں سامہ بذاتہ
بمعص اقرب ان یعقل لانه علی کل حال اس میں موجود ہیں جیسے کہ انسانیت یہ بھی امر کلی ہے
بینہما جامع و ہر دو وجود العینی و ہناک فماتم ہر شخص و ہر فرد اس نوع خاص سے جو کہ انسان ہیں
جامع و قد وجد الارتباط بعدم الجامع فسا فیصل و تجزی نہیں پایا ہے یعنی امور کلیہ بذاتہ و سامہ ہر
الجامع اقوی و احوق و قتیکہ ارتباط موجود میں موجود ہیں۔ اگرچہ
میان کسے کہ مراد وجود خارجی باشد انسانیت ہر انسان میں موجود ہے لیکن تجزی و فیصل
و میان چیزیں کہ نسبت اور وجود خارجی نہیں ہے اور ہر ایک انسان میں تقسیم بھی نہیں ہے

ثابت شد و حال آنکہ این امور نسبت عدسہ اور اشخاص کے مکثر سے مکثر بھی نہیں ہے پس امور کلیہ
 و اصافات اعتباراً نہ اند کہ خیر معروضات بذاتہ و سماہ ہر موجود عینی میں جو کہ اُس سے موصوف ہیں
 آہنا موجود در خارج نیستند و خود وجود مستحق و متعلق ہیں اور اس طرح نہیں ہے کہ کوئی جز اُسکا
 خبر بعقل ندارند۔ پس ارتباط بعض موجودات بعض انسان میں ہو اور کوئی جز بعض انسان میں ہو
 خارجی بہ بعض دیگر قریب بعقل است جیسے کہ انسانیت ماما ہر فرد انسان میں ہے ہرگز ہرگز
 و نزدیک تر لہم چہ بہ ہر حال و داتا در میان تجزی اور لفصل کو قبول نہیں کیا ہے اور امور کلیہ نے
 ہر دو جامع ہست کہ وجود عینی باشد کہ ہر کسی حالت میں تھی و حدت کے دائرہ سے قدم نہیں
 دو موجود اند بوجہ عینی و آن جا یعنی در نکالا ہے اور مثل افراد کے مکثر بھی نہیں ہوا ہے نہیں
 امور عینہ و امر کلی جامع نیست کہ امر کلی تو ہر فرد انسان موجود نہ ہوتا اور جو یہ کہتے ہیں کہ حصہ
 معدوم است در خارج و طرف و مگر انسانیت کا جو کہ رد نہیں ہے مثلاً اُس حصہ کے علاوہ
 موجود و حال آنکہ تحقیق یافتہ شد ارتباط ہے جو کہ امر میں ہے یہ لہامحات سے ہے مقصد یہ ہے
 میان این ہر دو یا عدم جامع چنانکہ گذشت کہ زید کی انسانیت عوارض اور مستحقات میں ردی
 پس ارتباط در میان دو جز یا جامع و با وجود سے مکلف ہے اور بکر کی انسانیت عوارض اور
 رابطہ قوی تر و سزاوار تر باشد و این ہمہ مستحقات میں بکری سے مکلف ہے یعنی زید و بکر میں انسانیت
 ظاہر است و شرح نمی خواهد۔ برابر ہے لیکن عوارض اور مستحقات میں زید بکر سے
 بدانکہ کلمہ من کہ در من لہ وجود عینی باشد جدا ہے۔ یعنی پس ہمیشہ امور کلیہ عقل میں ثابت اور
 بسبیل تقلیب بہ باشد و من کہ در من لیس معقول ہیں پس حقیقت الحقائق تمامی حقائق مسکرہ
 لہ وجود عینی باشد بطریق من مشکلا است اور افراد متعددہ میں ساما ہے اور اگر مسکرہ
 و اقرب بمعنی اصل فعل است و آن بعقل حقیقت الحقائق میں واقع نہیں ہوئی ہے اور کا بقانہ

کہ مبنی است مرعقول رابتادیل مصدر
 وحدت و یکتائی کا لعد و مظاہر و بکثر کے باوجود حقیقت
 فاعل اقرب است و کلمہ قادر قمام زائدہ
 الحقائق کے وحدت اور یکتائی میں خلل انداز نہیں ہوا
 باشدقی ولاسک ان المحدث قد شیت
 ہے یہ بیان تکرار کے ساتھ سے خالی نہیں ہے۔ شیخ قدس
 حدوثه واقصاراتی محدث احدنہ الامکانہ
 سرہ ان چیزوں پر نظر نہیں کرتے اُن کو سوائے وجہ اللہ
 لنفسه موجوده من غیره وهو الواجب لذاته
 اور کچھ مقصود و منظور نہیں ہے اسی وجہ سے اکثر مقامات
 حالاً و مالاً فهو مرتبط بہ ارتباط و احد
 پر مکرر سے کر بیان کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
 یعنی بے شک بدرستیکہ محدث کہ لصح
 قول سابق کے شرح میں جو کہ فیصل حکم الامکان ہے
 داں باشد یعنی مسبوق بعدم یا بمعنی غیر
 تم کہو کہ امکان کے حکم کو قبول کرتے ہیں یعنی حکم امر کلی کا
 مستقل در وجود و تحقق ثابت شد
 ممکن ہے اور اُس حکم میں تجزی نہیں ہے اور مال دونوں
 توجہات کا ایک ہے۔ یعنی پس جس وقت کہ ارتباط دریا
 حدوث آن۔ یعنی مسبقیت آن بعدم
 اُس کے کہ جس کیلئے وجود خارجی ہے اور درمیان اُس کے
 یا عدم استقلال آن در وجود و ثابت
 کہ جس کیلئے وجود خارجی نہیں ہے پایا گیا اور ثابت
 شد افتقار و احتیاج و سے بسوے محدث
 ہوا حالانکہ یہ امور نسبت عدمیہ اور اضافات اعداد
 ہیں کہ اُن کے معروضات کے سوا خارج میں کوئی وجود
 کہ پیدا کردہ باشد محدث را و قول شیخ
 نہیں ہے اور خود سوائے وجود عقلی کے دوسرا وجود
 قدس سرہ لامکانہ لنفسه علتہ است مر
 نہیں رکھتے۔ پس ارتباط بعض موجودات خارجی کا
 حدوث و افسار محدث را یعنی حدوث
 دوسرے بعض کے ساتھ قریب لعقل ہے اور فہم کے
 واقف قرار نظر بامکان ذاتی آن باشد
 زیادہ نزدیک ہے کیونکہ ہمیشہ اور ہر حال میں دونوں
 اگر چہ نظر بعلت واجب شدہ است۔ کے درمیان جامعیت ہے جو کہ وجود علینی ہے اور

پس امکان تھے بمعنی برابر بودن است وجود
 و عدم آن نظر بذات آن میخواید که آن تھے
 محتاج باشد بسوئی چیزیکه وجود بخشد اورا
 تا موجود شود۔ پس ہر موجود محدث در
 وجود خود محتاج بسوئی غیر باشد چنانکہ گفت
 فوجودہ من غیرہ۔ یعنی پس وجود آن محدث
 از غیر آں باشد و آن غیر واجب است کہ
 آن غیر واجب لذاتہ باشد کہ محدث بوسے
 مستند باشد بلا واسطہ یا بواسطہ و گرنہ
 تسلسل با تفاق اہل ملل و عقل جابر نسبت
 پس بر تقدیر اول غیر واجب لذاتہ است
 حالا و بر تقدیر ثانی واجب لذاتہ باشد مالا۔
 پس محدث لہجہ دال مرتبط است بہ آن
 غیر کہ واجب لذاتہ باشد حالا یا مالا بافتقار
 و احتیاج و آن غیر محدث باشد بکسر دال
 پس لا بد است کہ باشد ہر موجود ممکن مستند
 بسوئی واجب لذاتہ بواسطہ یا بلا واسطہ
 واجب لذاتہ مستند الیہ ہر موجود ممکن
 را بواسطہ یا بلا واسطہ چنانکہ میثوی قی

دو نون وجود یعنی سے موجود ہیں اور اس جگہ یعنی امور
 عینہ اور امر کلی میں جامعیت نہیں ہے اس لئے کہ امر
 کلی خارج میں معدوم ہیں اور دوسری طرف ثابت
 اور موجود ہیں حالانکہ در میان ان دونوں کے باوجود
 جامعیت نہ ہونے کے ارتباط ہے تو در میان اول
 دو چیزوں کے راتبہ قوی اور مضبوط اور جامعیت ہے
 ارتباط سزاوارتر ہے یہ سب ظاہر ہے یہ امر لیفصل
 و شرح نہیں چاہتا۔ جانو کہ من من لہ میں جو کہ وجود
 عینی میں ہے بر سبیل تقلاب عقلا واقع ہے اور جائز
 ہے کہ بر سبیل تقلاب نہ ہو اور من جو کہ من میں لیس لہ
 وجود عینی ہے بطریق من متاکلہ کے ہو اور اقرب کے
 معنی اصل مفعول کے ہیں اور ان لعقل جو کہ منی ہے
 مفعول کا تاویل سے مصدر فاعل کے اقرب ہے
 اور کلمہ فافاتم میں زائدہ ہے۔ یعنی بے شک و شبہہ
 سمجھو کہ محدث جو کہ لقیع دال ہے بمعنی مسبوق بعدم
 باوجود میں اپنے غیر مستقل یعنی سابقیت اس کی عدم
 میں یا عدم استقلال اس کا وجود میں اس کی
 حقیقت اس کا وجود ہے اس کی سابقیت اس کی عدم
 جو کہ دال کے لیے ہے اس کی سابقیت اس کی عدم

ولا بدان یکون المستند الیه واحب الوجود
 لذاته غنیاً فی الوجود بنفسه غیر مصفرد ہو
 اعطی الوجود مداتہ لهذا الحادث فانسب
 الیہ یعنی نیست چارہ ازیں کہ باشد مستند
 الیہ کہ حادث ہوے مستند باشد بالآخر
 واجب الوجود کہ نظر بذات خود واجب باشد
 نہ از جہتہ غیر چنانکہ ممکن موجود نہا چار است
 کہ غنی و بے نیاز باشد در وجود خود بذات
 خود و غیر محتاج غیر و این واجب الوجود
 غنی و بے نیاز بختہ است از ذات
 بخودی خود باین حادث وجود خاص و
 ہستی مخصوص پس منتسب شد این حادث
 بسوے واجب لذاتہ و جائز است کہ مستند
 صیغہ اسم فاعل باشد۔ و ضمیر فاعل راجع
 باشد بسوے محدث و ضمیر الیہ بسوے الف
 و لام فی لا بد است کہ باشد کہ مستند منتسب
 و مستند باشد محدث بسوے وے واجب
 الوجود لذاتہ تا آخر کلام و بر تقدیر اول
 الیہ قائم مقام فاعل است چنانکہ اشارت
 اپنے غیر کا ہے افہار و احتیاج اُس کا ثابت ہو ایک لکہ
 محدث کیلئے لازمہ ضروری ہے کہ اُس کا کوئی محدث
 ہو جو کہ اُس کا پیدا کر نیوالا ہو۔ اور قول شیخ قدس سرہ
 جو کہ لامکارہ لنفسہ حدوث اور محدث کے افہار کے
 لئے خاص علت ہے۔ یعنی حدوث و افہار اُس کا
 امکان ذاتی کی نظر سے ہے اگرچہ نظر بہ علت واجب
 ہوا ہے۔ پس ہونا کسی شے کا بمعنی جس کا عدم اور
 وجود برابر ہو اُن کی ذات چاہتی کہ اپنے وجود بکھٹنے
 والے کی طرف محتاج ہو جس سے وہ شے وجود میں
 آئی ہے یعنی موجود ہوئی ہے پس ہر موجود محدث اپنے
 وجود میں اپنے وجود بکھٹنے والے کا محتاج ہے جیسا کہ
 فرمایا ہے موجوداً غیر لہ۔ یعنی غیر سے موجود ہے یعنی پس
 وجود اُس محدث کا اُس کے غیر سے ہے اور غیر واجب
 لذاتہ حال و مال میں ہے یعنی واجب ہے کہ وہ غیر واجب
 لذاتہ ہو کہ محدث اُس کے ساتھ بواسطہ یا بلا واسطہ
 مستند ہوں نہیں تو مبذع کی طرف تسلسل لازم
 آویگا اور یہ تسلسل اہل ملل و اہل عقل کے اتفاق سے
 جائز نہیں ہے پہلی صورت پر غیر واجب لذاتہ ہے حالاً
 اور دوسری صورت میں واجب لذاتہ ہے مالا پس

رفت و دریں قول اشارت است معنی واجب الوجود آن است کہ در وجود خود محتاج بغير نباشد نہ در غیر وجود چنانچہ در ظهور خود اگر چه در غیر آن نیز محتاج نباشد۔ و واجب است مرجع حادث واجب الوجود باشد نہ واجب الصفات الاخره و از لطافت و اشارت قول او کہ ہوا عطا الوجود بذاتہ لہذا الحادث غافل و داہل مباشر سے
 انکس است اہل بشارت کہ اشارت داند نکشاہست بسے محروم اسرار کجا است قی و لما اقتصاہ لذاتہ کان واجبا بہ ل یعنی ہر گاہ طلب و تقاضا کرد واجب الوجود حادث را از جہت ذات و نظر بنفس خود گشت آن حادث واجب نظر واجب الوجود پس این حادث نیز واجب الوجود شد امانہ بذات بلکہ بغير۔ و نیز لطافت و اشارت این عبارت غافل و متساہل مباش و باد مکن قول حق تعالی در شان موسیٰ علیہ السلام واسطسک لنفسی فتواند بود

محدث لفتح دال۔ افتقار و احتیاج میں اُس غیر سے مرتبط اور ارتباط پائے ہوئے ہے جو کہ واجب لذاتہ ہے حالا و مالا اور وہ محدث ہے بکسر دال پس ضروری ہے کہ ہر موجود ممکن واجب لذاتہ کی طرف بواسطہ یا بلا واسطہ مستند ہو۔ واجب لذاتہ مستند الیہ ہر موجود ممکن کا بلا واسطہ یا بلا واسطہ ہے۔ یعنی اس سے چارہ نہیں ہے کہ ہو مستند الیہ کہ جس سے حادث مستند ہے بالآخر واجب الوجود کہ نظر بذات خود واجب ہے غیر کے جہت سے واجب نہیں ہے جیسے کہ ممکن موجود (یہ غیر کے جہت سے موجود ہے) اور ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود لذاتہ غنی اور بے نیاز اپنے وجود میں ہو اور غیر کا محتاج نہ ہو یہ واجب الوجود یعنی ہے اور اپنے ذات سے اپنے خودی میں خودی سے اس حادث کو وجود خاص اور ہستی مخصوص بخشنے والا ہے پس یہ حادث ممکن واجب لذاتہ کی طرف مسبب و مستند ہے۔ اور جائز ہے کہ مستند صیغہ اسم فاعل ہو اور ضمیر فاعل کی محدث کے طرف راجع ہو اور ضمیر الیہ کی الف و لام کی طرف راجع ہو۔ ضروری ہے کہ ہو واجب الوجود لذاتہ کہ جس کی طرف محدث مستند و

کہ بگوئی کہ ہر گاہ تقاضا و طلب کرد حادث
واجب را نظر بذات خود یعنی چون ذات
او تقاضاے وجود او کرد پس ذات او طلب
و تقاضا کرد واجب الوجود لذاتہ را تا متصف
شود موجود بنا بران گشت حادث واجب
الوجود نظر بواجب الوجود لذاتہ قی و لما کان
استنادہ الی من ظہر عنہ لذاتہ اقتصی ان یکون
علی صورتہ فیما نیست البیہ من کل شی من
اسم و صفتہ ما عدی الوجود الذاتی ل
یعنی ہر گاہ باشد استناد و انتساب آن حادث
بسوئے کسی کہ ظاہر شد از ان کس نظر بذات
آن کس یعنی ظہور آن حادث از واجب
الوجود بجهت ذات وے است و برائے
او باشد۔ بنا بران تقاضا و طلب کرد حادث
مذکور باستناد و آن کہ باشد آن حادث بر
صورت آن واجب در جمیع چیزے کہ نسبت
دادہ می شود بسوئے آن واجب ہر چیز یکہ
باشد۔ یعنی ہر اسمی و صفتی کہ باشد از اسماء
و صفات وے غیر از صفت و جوب ذاتی

منتسب ہے پہلی صورت پر الیہ قائم مقام فاعل کا ہے۔
جیسا کہ اشارہ کیا گیا اور بھی اس قول میں اشارہ ہے کہ معنی
واجب الوجود یہ ہے کہ وجود میں اپنے غیر کا محتاج نہ ہو
اور نہ غیر وجود میں جیسا کہ ظہور میں اسے کسی کا محتاج
نہیں ہے۔ اگرچہ غیر میں بھی اپنے محتاج نہیں ہے۔
اور واجب ہے کہ مرجع حادث کا واجب الوجود ہو
نہ واجب الھماہ آخر کلام۔ اور لطافت و اشارت
سے اُس قول کے جو کہ اعطی الوجود لذاتہ لہذا الحادث
ہے غافل در اہل مت رہو۔ اُس آدمی کا شمار اہل
بشارت میں ہے کہ جو اشارات کو سمجھتا اور جانتا ہے
اس لئے کہ بہت ہیں اور سمجھنے والے کم ہیں۔ یعنی
جس وقت کہ واجب الوجود نے اپنے ذات کے جہت
و نفس کی نظر سے حادث کو طلب و تقاضا کیا پس
وہ حادث واجب الوجود لذاتہ کی نظر سے واجب
الوجود ہو گیا پس یہ حادث بھی واجب الوجود ہے
لیکن غیر سے اپنے واجب الوجود ہے اپنی ذات سے
واجب الوجود نہیں ہے۔ تم اس عبارت کے لطافت
و اشارت سے بھی غافل و تساہلی کر نیوالے نہ رہو اور
حق تعالیٰ کے قول کو یاد کرو جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

یعنی چوں حادث ظاہر شد از واجب پس
ہرچہ در واجب الوجود بود در حادث را نمود
ازین جا ست کہ ولد انسان بصورت انسان
باشد و ولد فرس بصورت فرس و ولد طی
بصورت طی و ولد بصورت بقرا لی غیر ذلک
عسی انسانات و ازین حادث انسان مرا
درست و تواند بود کہ مطلق باشد کہ جمیع اسماء
و صفات واجب کہ در عالم کبیر و صغیر مکنوں
اند پس انسان بصورت حق تعالی باشد و
بجمیع اسماء و صفات او مشرف مگر وجوب
ذاتی کہ القاف باین صفت از حیطہ امکان
بیرون است چنانکہ میشود ق فان
ذلک لا یفصح فی الحادث وان کان واجب
الوجود و لکن وجوبہ لغزہ لا بنفسہ ل
یعنی یہ بدرستیکہ وجوب ذاتی صحیح و مستقیم
نمی شود در حق حادث اگرچہ باشد آن حادث
واجب الوجود ولیکن وجوب او بغیر او ست
کہ علت او باشد نہ بذات وے کہ ذات
او وجود او را علت نمی تواند شد۔ مثلاً اگر

کے شان میں ہے کہ میں نے اپنی ذات کیلئے تم کو اسے موسیٰ
برگزیدہ کر لیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کہو کہ جس وقت
حادث نے اپنی ذات کی نظر سے واجب کو طلب و تقاضا
کیا یعنی جب کہ حادث کی ذات نے وجود کا تقاضا کیا
یعنی حادث کی ذات نے واجب الوجود لذاتہ کا طلب
و تقاضا کیا اس لئے کہ وجود سے منصف ہو اس لئے
حادث بہ نظر واجب الوجود لذاتہ واجب الوجود ہو گیا
یعنی جب کہ استناد اور انتساب اُس حادث کا اُس
ذات سے ہے کہ وہ حادث اُس سے ظاہر ہوا ہے یعنی
اُس حادث کا ظہور واجب الوجود کے ذات کی بہت
سے اُس کیلئے ہے۔ اس لئے حادث مذکور نے اپنے استناد
اور انتساب کے بموجب طلب و تقاضا کیا کہ وہ حادث
تمام چیزوں میں واجب الوجود کی صورت پر ظاہر ہو۔
یعنی ہر اسم و صفت جو کہ واجب الوجود کے اسماء و صفات
میں اُس حادث میں ظاہر ہوں۔ سوائے نسبت وجوب
ذاتی کے یعنی جب کہ حادث واجب الوجود سے ظاہر
ہوا اس وجہ سے جو کچھ کہ واجب الوجود میں تھا حادث
میں ظاہر ہو کر سامنے آیا ہی وجہ ہے کہ انسان کا بیٹا
انسان ہی کے صورت پر اور گھوڑے کا بچہ گھوڑے کی

فرض کہ نان بے آرد نہ شود و آرد خود بخود تو اندک پس نان از آرد باشد و آرد از خود و عجب آنکہ نان از غیر آرد نیست پس میگویم کہ زید از خود نیست بلکه از مددع باشد و غیر مددع نیست و از اشعاع مددع غافل نیاید شد سبحان اللہ خوش کارے است و خوش بارے است کہ تو غیر او نہ و چون او نہ بلکه عین اومی و چون او نہ یعنی تمشام تو بوی از و خوب ذاتی نرسد و بگوش متعین تو صدائے از لالعن ترسانید از ان عارقی میگوید انا اقل من ربی ق ثم لتعلم انه لما كان الامر على ما قلناه من ظهوره لصوره اهلنا تعالى في العلم به على النظر في الاحداث و ذكر انه از انا آياته في لتعلم صفة متكلم مع العراست مبنی است مر فاعل را یا صیغه واحد مذکر غائب باشد مبنی مر فاعل را ای لعلم من هو لصد العلم و طالب للمرفه یا مبنی باشد مفعول را و انه لما كان تا آخر کلام قائم مقام فاعل باشد

صورت پر اور گائے کا بچہ گائے کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح سے سب چیزوں کو قیاس کر لیا ہوا تک کہ یہی حکم ساما میں بھی جاری و ساری ہے اور اس حادث سے انسان مراد ہے اور ہو سکتا ہے کہ مطلق ہو۔ تمام اسماء و صفات واجب بنانے کے جو کہ عالم صغیر اور کبیر میں پوشیدہ ہیں انسان حق تعالیٰ کی صورت پر ہے اور اُس کے تمامی اسماء و صفات سے منصف ہے مگر علاوہ و خوب ذاتی کے کہ القاف اُس کا اُس کے حیطہ امکان سے ماہر ہے۔ یعنی سمجھو اور یقین کر لو کہ و خوب ذاتی حادث کیلئے صحیح و مستقیم اور کسی طرح سزاوار نہیں ہے اگرچہ وہ حادث واجب الوجود ہے لیکن و خوب اُسکا اُس کے غیر سے ہے جو کہ اُس کی علت ہے نہ کہ اُس کی ذات اس لئے کہ ذات اُس کی اُس کے وجود کی علت نہیں ہو سکتی مثلاً فرض کر لو کہ روٹی بغیر آٹے کے نہیں ہو سکتی اور آٹا خود بخود ہو سکتا ہے پس روٹی آٹے سے ہے اور آٹا اپنے سے ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ روٹی آٹے کی غیر نہیں ہے۔ پس میں کہتا ہوں اس کو دین لبین کر لو کہ زید خود بخود نہیں ہے بلکہ مددع سے ہے اور مددع کے علاوہ نہیں ہے اور مددع کے شعاع سے غافل نہ

پسنگویدائیم یا بدانند طالب علم و معرفت یا ہونا چاہئے سبحان اللہ کیا اچھا کام ہے اور کیا اچھا مار
دگو داشته شود کہ ہر گاہ باشد امر و کار ہر چیزی ہے کہ تو غیر اُس کا نہیں ہے اور تو مثل اُس کے نہیں ہے
کہ گھم و سو نمودیم کہ ظور حادث بصورت بلکہ تو اُس کا عین ہے اور مثل اُس کے نہیں ہے یعنی تمہارے
حق است بنا بران حوالہ کرد حق تعالیٰ و اشارت دماغ میں وجوب ذاتی کی خوشبو نہیں پہنچی اور تیرے تعین
فرمود بما در حق علم و معرفت بخود بر نظر صادق کے کان میں لائے عین کی صدا نہیں پہنچائی گئی اسی وجہ سے
و تامل و اتق در حادث مذکور بدیر الامر و ایک عارف نے کہا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دو
یفصل الایات لعلم لقاؤ انکم یوقنون گفتہ سال کا چھوٹا ہوں۔۔۔ نعلم صیغہ منکلم مع الغیر ہے فاعل
است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم من عرف کیلئے مبنی ہے یا صیغہ مذکر غائب ہے اور فاعل کا مبنی
نفسہ عرف انہ۔۔۔ پس حوالہ کرد معرفت را ہے۔ اے نعلم من ہو لصدو العلم و طالب للمعرفة۔
بخود بر معرفت بجادت کہ از معرفت حادث یا مفعول کیلئے مبنی ہو و انہ لما کان آخر کلام قائم مقام
معرفت محدث کہ بر صورت ال است حاصل فاعل کا ہے۔ پس کہو کہ ہم نے جانا اور سمجھا اے جاننے
خواہ شد و ذکر کردہ است حق تعالیٰ و یاد دالے اور علم و معرفت کے طلب کرنے والے جو میں نے
دادہ کہ نموده است خود با آیات و علامات تم سے بیان کیا کہ ہر چیز کا کار و بار اس طرح ہے اور یہ
خود در حادث مذکور و در بعض نسخہ بجائے بھی تم پر ظاہر کر دیا اور سمجھا دیا کہ حق کی صورت پر
فیہ فینا واقع است یعنی در ماگفتہ است حادث کا ظور ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے
باری تعالیٰ ستر ہم اما شنائی الافاق و فی علم و معرفت حاصل کرنے کیلئے سلسلے میں بیان فرمایا
انفسہم حتی ہم انہ الحق الا انہم فی مرتبہ اور اشارہ کیا کہ حادث کے نشاۃ کو نظر صادق و تامل
من لقاؤ ہم الا انہ لکل شئی محیط یعنی رود است دانش سے دیکھو اور پہچانو کہ حادث کہا ہے بدیر الامر
کہ جو ہم نمود با ایشان آیات و علامات خود دیفصل الایات لعلم لقاؤ انکم یوقنون۔ جیسا کہ رسول

در آفاق و تمامی عالم و در ذوات ایشان
 نا ظاہر شود مرسان را اگر تامل و التی و فکر
 صادق واقع گردد کہ ہر واحد از آفاق و
 انسان حق است و بس۔ چہ غیر او باطل است
 و محال۔ الاکل شئی ما خلا اللہ باطل یعنی
 و ذلک اللہ بان اللہ ہوا بحق وان ما یعدون
 من دونہ ہوا الباطل۔ یعنی آیا است کہ تحقیق
 دے شک انسان کہ غافل اند و پلشتان در
 شک انداز دیدار رب خود آیا است تحقیق
 دے شک کہ رب شان بہر شے محیط است
 و مرہمہ را در گرفتہ نہ احاطہ آب مر حیطان
 را بہ حبطہ حیطان مراہل خود را بلکہ این جا
 خون احاطہ جوہر باشد مر حواہر را و حبطہ
 شے مرا سارا بس آیات او بہ خون آیات
 سلطان است از حسب و نسب بر در
 حصر و انفس بر سر بلکہ این شاہ را سر دیگر باشد
 دسرے دیگر آیات او چون آیات تست
 در تو از چشم بیگون و لب خندان و قدموزوں
 وغیران

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرف نفسه فقد
 عرف الله۔ پس حق تعالیٰ نے اپنے نفس کے معرفت کو
 حادث کے نفس کے معرفت کے حوالہ کر دیا اس وجہ سے کہ
 حادث کے معرفت سے محدث کی معرفت جو کہ اُس کی
 صورت پر ہے حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو یاد
 دلایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ ہماری آیا و علامات و نشانیاں
 حادث مذکور میں ظاہر ہیں اور بعضے نسخوں میں بجائے
 فیہ کے فینا واقع ہے۔ یعنی ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا ہے کہ سز ہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی
 لہم انہ الحق الا انہم فی مرہ من تقار رہم الا انہ بکل شئی محیط
 یعنی قریب ہے کہ ہم اُن کو اپنی نشانیاں و آیات آفاق
 میں اور تمامی عالم کے ذوات میں دکھلا دیں گے پس
 اگر وہ تامل صادق اور فکر و التی کریں اور سمجھیں کہ ہر ایک
 آفاق و انسان سے حق ہے اور بس۔ کیونکہ اُس کا غیر
 باطل اور محال ہے الاکل شئی ما خلا اللہ باطل یعنی
 و ذلک بان اللہ ہوا بحق وان ما یعدون من دونہ ہو
 الباطل۔ آیا کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تحقیق دے شک
 کہ جو لوگ کہ غافل اور پریشان ہیں اپنے رب کے دیدار
 سے شک میں ہیں اور کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ اُن کا

چنانکہ در قول آئندہ باین معنی اشارتے
 رفتہ است و چوں آفاق بر انسان در
 وجود عینی مقدم بود مقدم شد در ذکر
 و نیز چوں آفاق تفصیل بر انسان است
 و آیات آن تفصیل آیات انسان
 در ویت آیات تفصیل بر محبوب
 ایون باشد مقدم کرد آفاق را بر
 انسان اگر چه امر عارف بر عکس باشد
 قی فاستدلنا بنا علیہ فما وصفنا ہ
 بوصف الاکتانحن ذلک لوصف ال
 الوجوب الخاص الذاتی ل یعنی پس
 استدلال کردیم بخود و دلیل ساختیم خود را
 بر حق تعالی۔ پس بیان نکردیم حقتعالی را
 بیچ وصفی واسمے مگر کہ ما بودیم عین آن
 وصف و اسم پس ما عین اسم و اوصاف
 ادیم و این قرب الفرائض است کہ
 بندہ سفت حقتعالی باشد و این ذری
 قرب النوافل است کہ حقتعالی سفت
 بندہ باشد و چوں ما ہمہ اوصاؤنیم پس

جیسا کہ آگے کے قول میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور
 جبکہ آفاق انسان سے پہلے وجود میں آیا ہے
 اسوجہ سے آفاق کا ذکر مقدم ہوا آفاق انسان کے
 آیات اور اُس کے رویت کی تفصیل ہے اس کا
 سمجھنا محبوب پر آسان ہے اس لئے آفاق کا ذکر
 پہلے کیا گیا اگر چه عارف کا کام اس کے برعکس ہے
 یعنی پس ہم نے اپنے سے استدلال کیا اور اپنے
 کو اللہ تعالیٰ پر دلیل بنایا۔ ہم نے حق تعالیٰ کو
 اُسی اسم و صفت سے موصوف کیا جن جن
 اسماء و صفات سے ہم متصف ہوئے تھے اور
 ہم میں اسماء اللہ کا ظہور ہوا پس ہم اللہ تعالیٰ
 کے عین اسماء و صفات ہیں اور قرب فرائض
 ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کی صفت ہے یہ قرب
 نوافل سے بالاتر اور بندہ ہے کہ جس میں
 حق تعالیٰ بندہ کی صفت ہوتا ہے پس ہم
 سب جبکہ اُس کے اوصاف ہیں۔

وجود مستقل مراد راست و موجود کامل او باشد تو وجود مستقل اسی کے لئے ہے اور موجود کامل
 دس۔ پس ما جمیع اوصاف اویم مگر وجوب دہی ہے اور بس پس ہمارے تمامی اوصاف اُس کے ہیں
 خاص حقتعالیٰ کہ وجوب ذاتی باشد چہ مگر وجوب خاص اللہ تعالیٰ کا جو کہ وجوب ذاتی ہے وہ حق
 مشام ما از شمامہ این گل نازک محروم است تعالیٰ ہی کیلئے سزاوار ہے اس لئے کہ ہم سبھوں کا دماغ
 این گل را جوید مگر یار نازک چنانکہ گذشت اُس گل نازک کے خوشبو سے محروم ہے اُس پھول
 قی فلما علناہ بنا و منا نسبتنا الیہ تعالیٰ کل ما نازک کو یار نازک ہی سونگھ سکتا ہے جیسا کہ گذرا۔
 نسبتنا الینال یعنی پس ہر گاہ دانستیم حقتعالیٰ یعنی جبکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ذات و صفات و آیات
 را بخود و در ذات خود و از خود و از صفات میں سمجھا اور جانا اور دیکھا تو ہم نے اپنے کو جن جن
 و آیات خود نسبت دادیم و اسناد کر دیم حق را چیزوں سے نسبت دیا تھا اور اسناد کیا تھا انھیں چیزوں
 بہر چیزے کہ نسبت دادیم و اسناد کر دیم آں را سے ہم نے اللہ تعالیٰ کو اسناد کیا اور نسبت دیا اس لئے
 بسوے خود کہ ما ہمہ اوصاف اویم و اسماء او کہ اُس کے تمامی اسماء و صفات ہم ہیں یعنی اس حکم سے کہ
 قی و بذالک وردت الاخبار الالہیۃ علی السنۃ ہر وہ چیز جو کہ ہم سے منتسب ہے وہ چیز در حقیقت
 تراجم الینالی یعنی بایں حکم کہ ہر چیزے کہ منتسب اللہ تعالیٰ سے منتسب ہے ہمارے اس بیان کے
 بما باشد فی الحقیقتہ منتسب با و مت وارد مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے الی العزم پیغمبروں کے ذریعہ
 شدہ بسوی ما اخبار اتہی بر زبانہما تراجم ہم کو خبر دیا کیونکہ انبیا اللہ تعالیٰ کے ترجمان میں تحقیق
 و ترجمان حقتعالیٰ کہ انبیا را باشد داخل اولیاء تمام قومیں اللہ کے لئے ہیں اور جو کچھ کہ آسمان و زمین میں
 چنانکہ گفت ان القوۃ للہ جمیوا و مانی السماوۃ ہے بہت ہی برکت والی وہ ذات ہے۔
 و مانی الارض تبارک الہی بیدہ الملک و ما اسی کے ہاتھ میں ملک ہے جو نعمت کہ ہم کو حاصل
 کلم من نعمۃ من اللہ ہے وہ اللہ سے ہے۔

و افعال حسیہ و قوائے ظاہر و باطن ہمہ | افعال حسیہ اور قوائے ظاہر و باطن یہ سب نعمت
 نعمتہا اند من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ ہیں اور جس نے اطاعت کی رسول کی تحقیق اُس
 و ید اللہ فوق ایدہم پس جمیع کمالات را | نے اطاعت کی اللہ کی اللہ کا ہاتھ ہے اور تمہارے
 بحق تعالیٰ نسبت بدہیم ازینجا است کہ | ہاتھوں کے پس تمامی کمالات کو حق تعالیٰ کی طرف
 تمامی محامد را بحق تعالیٰ راجع میگردد اند | نسبت دینا چاہئے ہی وجہ ہے کہ ہم تمامی محامد کو
 و این جملہ را خاصہ جناب مقدس او میداند | اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں و ان محامد کو
 و باوجود این حکم روشن نظر بہ جمال حق ندانند | اُس کے جناب مقدس کیلئے فاس جانتے ہیں باوجود
 ولا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التي | اس حکم روشن کے اللہ تعالیٰ کے جمال پر نظر نہیں رکھتے
 فی الصدور۔ | ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں لیکن ان کے دل
 آ رہے بعضے نقائص را با و نسبت نکتم | جو سینوں میں ہیں اندھے ہیں۔ ہاں بعضے نقائص کو
 کہ خالی از سواد بی نباشد چنانکہ قول | اُس کے طرف نسبت دینا چاہئے کیونکہ نقائص
 شاگرد بادستاد کہ ماترا استاد کریم این | کو اُس کے طرف نسبت دینا بی ادبی سے خالی
 قول صادق است و خالی از سواد بی نیست | نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شاگرد اپنے استاد سے
 نہ از جهت آنکہ نقائص مذکورہ باشند | کہہ کہ میں نے آپ کو استاد بنایا اگرچہ شاگرد
 مرغیر حق تعالیٰ را کہ این کفر است و کذب | اپنا کہنے میں سچا ہے لیکن ایسا کہنا بی ادبی
 نومومن و صادق باش نہ کافر پس اگر بگوی | سے خالی نہیں ہے نقائص کو اللہ تعالیٰ کی طرف
 بادستاد و پیر خود کہ ماترا استاد کریم و شیخ | اس جوت سے نسبت دینا اگر نقائص مذکورہ اللہ
 پس صادق باشی و اگر بگوی کہ ما از توفیق | کے لئے ہیں کفر اور کذب۔ انہوں نے صادق
 بردیم و بہرہ نیا فقیمم کاذب باشی و کافر | رہو نہ کافر اور اگر کوئی اپنے استاد یا پیر سے

واگر نہ آں گوئی و نہ این بہتر باشد
 کہ صدیق باشی و اگر نہ صدیق باشی
 و نہ صادق کافر شوی و مردود و
 فرعون شوی و نمرود و باضافہ
 بعضی نقائص بسوی حق تعالیٰ کہ
 در اخبار الہی واقع شدہ اند
 اگر تو آں را اضافت بسوی
 حق تعالیٰ کنی نزد عارف بے ادب
 نباشی ان اللہ خلق آدم علی صورۃ
 و مرضت فلم تعدنی و اقرضوا اللہ
 قرضا حسنا و اللہ یستہزہم و سخر اللہ
 منکم و ضحک اللہ مما فعلتما البارحۃ
 و غیر آں ق فوصف نفسہ لنا
 بنا فاذا شہدنا و شہدنا نفوسنا
 و اذا شہدنا شہد نفسہ فینال
 شہدنا اول بسکون دال است
 صیغۃ متکلم مع الغیر و ثانی بفتح
 دال صیغۃ واحد مذکر غائب یعنی
 بیان کرد حق تعالیٰ ذات خود را
 کہے کہ ہم نے آپ کو استاد یا پیر بنا یا اس کہنے میں
 وہ صادق ہے اور اگر کوئی اپنے شیخ سے کہے کہ ہم نے آپ سے
 فیض اور حصہ نہیں پایا وہ جھوٹا اور کافر ہے۔
 اور اگر نہ یہ کہو نہ وہ کہو تو بہتر ہے صادق رہنا چاہئے اور
 اگر کچھ کہو گے تو نہ صادق رہو گے نہ صدیق ہو گے کافر اور
 مردود ہو گے فرعون اور نمرود ہو گے۔ بعضی نقائص
 کو اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کرنے سے جو کہ اخبار الہی
 میں وارد ہوئے ہیں اگر ان نقائص کو تم اللہ تعالیٰ کی
 طرف نسبت و اضافت کرو گے عارف کی نظر میں
 بے ادب نہ ہو گے۔ اخبار الہی یہ ہیں۔ تحقیق اللہ نے
 پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر۔ بیمار ہوا میں تم نے
 میری اعادت نہ کی۔
 قرض دو اللہ کو قرض حسن۔ اور اللہ ہنس ان پر اور
 تم سخر کیا اللہ ان پر۔ اور اللہ ہنس جو کچھ تم لوگوں نے
 کل کیا تھا اور علاوہ اس کے شہدنا بسکون دال ہے
 صیغۃ متکلم مع الغیر و سراً بفتح دال صیغۃ واحد مذکر
 غائب یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے ہم سے
 اپنے ذات کو بیان کیا کیونکہ اُس کے ذات کا
 بیان اُس کے اوصاف سے ہے

برای ما بجا چرا کہ بیان ذات اود اوصاف
 اوباشد و اوصاف اوبایم چنانکہ گفت شیخ
 قدس سرہ سابقاً الا کنا نحن ذلک الوصف
 پس وقتیکہ بہ بینم حق تعالی را و حاضریم
 بردے بہ بینم و حاضر باشم ذاتہاے خود را
 چہ شہود اود منظور نیست مگر نظر بوجہ
 واسم اود و اوصاف و اسم اوبایم و وقتیکہ
 بہ بیند حق تعالی ما را بہ بیند و حاضر باشد
 ذات خود را و در ما کہ ہر واحد از ما و از حق
 کہو کہ ایک دوسرے کہ عین ہیں۔

مرات دیگر است بلکہ عین دیگری قوالانک
 فی اکثریون بالشخص و النوع و انا و ان کنا
 علی حقیقت واحدت تجمنا فنعلم قطعاً ان

اس میں شک نہیں ہے کہ ہم اہل عالم از روئے
 نوع بہت اور شخص بہ شمار ہیں ہم سب حادث
 ہیں مگر باوجود اس کے ہم سب افراد نوع کی
 حقیقت واحد ہے اور وہی حقیقت واحد۔

تم فارقاً بہ تمیزات الاشخاص بعضها عن
 بعض و لولا ذلک الفارق ما کانت الکثیرۃ
 فی الواحد ل این شروع است در بیان
 فرق میان ذات مقدس حق تعالی و ذوات
 مابعدی شک نداریم کہ ما اہل عالم بسیار ہم
 نوع و بہ شمار بشخص کہ افراد و انواع حادث بسیار
 دہستہ است اگرچہ ہم سب بر حقیقت واحد عینہ وای کہ

جمع میکنند مگر ایک میڈانیم بیٹن کہ در افراد انسان فارقی ہست کہ ہاں فارق متمیز و جدا شدہ اند بعضی اشخاص از بعضی دیگر بودے فارق میان افراد نوع انسانی موجود و متحقق نمیشد کثرت در واحد یک ہرگز بسیار نمی شد و بیشک بسیاریم چنانکہ گذشتہ و این ہمہ ظاہر است و ہمیں حال حال افراد ہر نوع باشد ق فلذلک ایضاً دان د صفا بہا و صف بہ نفسہ من جمیع الوجوہ فلا بد من فارق و لیس الانتقارنا الیہ دلوقف وجودنا علیہ لامکاننا و غناہ عن مثل ما انتقارنا الیہ ل یعنی پس ہوں حال افراد انسان و حقیقت او حال حق باشد و حقیقت حق چہ اگر چہ بیان کردہ و موصوف ساختہ است حق تعالیٰ مرآ پیچزے کہ موصوف ساختہ است ہاں ذات خود را بجمع وجوہ و شیونات کہ ذات ما عین ذات او باشد و شان ما عین شان او و حال ما عین حال او لیکن چارہ نیست از فارق میان ذوات ما و ذوات مقدس

ہم سب کو جمع کئے ہوئے ہے لیکن ہم یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ افراد انسان میں کوئی چیز فارق ہے اور اسی فارق سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور پہچانے جاتے ہیں اور افراد نوع انسانی میں کثرت پائی جاتی ہے اگر یہ فارق افراد نوع انسانی میں متحقق اور موجود نہ ہوتا وحدت میں کثرت نہ ہوتی اور واحد کثیر نہ ہوتا اور بیشک ہم افراد بے شمار ہیں جیسا کہ گذرا یہ سب ظاہر ہے یہی حال ہر نوع کے افراد کا ہے پس افراد انسانی اور اس کے حقیقت کا حال خلق اور حق کے صفت کا حال ہے اگر چہ اللہ تعالیٰ نے تمام ان صفوں سے کہ جن صفات سے اُس کی ذات موصوف ہے ہم کو اور ہماری ذات کو انھیں اسماء و صفات سے موصوف کیا ہے اور جمیع شیونات اور وجوہ اسماء الیہ سے ہماری ذات متصف ہے اور ہماری ذات عین اُسکی ذات اور ہماری شان عین اُسکی شان ہے اور ہمارا حال عین اُس کا حال ہے لیکن باوجود اس کے اس امر سے چارہ نہیں کہ ہمارے ذوات اور حق تعالیٰ کے ذات مقدس کے درمیان

حق تعالیٰ پر ذات او واحد است بلا اختلاف
 و ذوات ما کثیر اند و بسیار پس فارق ہستی و
 نیست آن فارق میان ذات مقدس حق تعالیٰ
 و ذوات ما مگر احتیاج و توقف وجود و ہستی
 ما بر وجود آن و بے نیازی و استغناء او از
 مثل چیزے کہ محتاج ایم بدار چیز کہ مبدا
 باشد یا از مثل محتاج بودن ما بسوئے مبدا
 پر او محتاج بمبدا نیست و اگر نہ واجب باشد
 و خلاف مقدر لازم آید چنانکہ گذشت از
 فرض حکایت خبر و دقیق کہ خبر غیر دقیق نیست
 و خبر ممکن باشد و دقیق واجب و ایس دقیق
 است خبر بہ تحقیق و در بعضی نسخہ بجائے و
 لیس الافقارنا الیہ و توقف وجودنا علیہ
 چنین واقع است۔ و ہوافقارنا الیہ فی
 وجودنا یعنی فارق میان ما و حق تعالیٰ محتاج
 بودن ما است بسوئے آن حق تعالیٰ در وجود
 و ہستی ما بدانکہ حاصل کلام اینست کہ فارق
 میان ما و حق و خوب ذاتی است و لیس
 لیس سنا فی ما سبق نیست کہ فاعل و صفت او
 کوئی فارق ہونا لازمی ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ کی ذات بلا
 اختلاف واحد ہے اور ہمارے ذات کثیر ہیں۔ پس ہمارے
 ذوات اور اس کے ذات مقدس کے درمیان ایک فارق
 ہے اور وہ فارق سوئے اس کے کوئی چیز نہیں ہے کہ ہم
 اپنے وجود و ہستی میں اس کے طرف محتاج ہیں اور جس چیز کے
 ہم محتاج ہیں اس چیز سے اللہ تعالیٰ کو غنا اور بے نیازی
 و استغناء ہے اور وہ چیز مبدا ہے دراصل ہم اور ہماری
 ذات مبدا کی محتاج ہے اور حق تعالیٰ اور اس کی ذات
 مبدا کی محتاج نہیں ہے در نہ وہ واجب نہ ہوتا اور مقدر
 کے خلاف لازم آتا جس طرح سے کہ آتا اور روٹی کے قند
 میں بیان کیا گیا کہ روٹی سوئے آٹا کے دوسری چیز نہیں
 ہے روٹی ممکن ہے اور آٹا واجب یہی تحقیق ہے۔
 اور بعضی نسخوں میں و لیس الافقارنا الیہ و توقف وجودنا
 الیہ اس طرح سے واقع ہے۔

بوصف الاکتان کن ذلک الوصف
 الا لوجوب الخاص الذاتی باشد
 چنانکہ می شنوی قی فیہذا صحیحہ الازل
 والقدم ہو الذی انتفت عنه الا
 ولینہ التی لما افتتاحت الوجود عن
 عدم فلا ینسب الیہ مع کونہ الاول
 ل یعنی پس نظر بغنا سے حق تعالیٰ
 وعدم افتقار اولیٰ سے مبدعہ در
 وجود صحیح و ثابت شد مراد از لیت
 و قدمی کہ متقی و ناپیدا است
 از دے اولیٰ و دور باشد از قدم
 آن مر سابقیتہ کہ بمعنی افتتاح وجود
 دہستی باشد از عدم و نیستی پیش از ہر
 چیزے کہ اول و سابق قیاس بوسے
 اول باشد و سابق پس نسبت کردہ
 نشود این اولیٰ بسوئے حق تعالیٰ
 با وجود آنکہ اول است بدانکہ از لیتہ
 و قدم ذاتی است و زمانی و اول بمعنی
 عدم احتیاج صاحب قدم است

نہیں کیا اُس کو اُس صفت سے مگر یہ کہ جب تک
 ہم اُس صفت سے موصوف نہیں ہوئے تھے یعنی
 ہم ہی وہ صفت تھے۔ سوائے و جوب ذاتی کے کہ
 وہ اللہ کیلئے سزاوار ہے۔ یعنی پس نظر بغنا سے ذاتی
 یعنی اپنے وجود ہستی میں مبدعہ کا محتاج نہ ہونا اُس
 کیلئے از لیت اور قدمیت ثابت و صحیح ہوئی۔ اور
 ایسی از لیت و سابقیت جس کے معنی عدم و نیستی
 سے وجود میں آنا۔ یعنی ہر چیز سے پہلے کہ اول و سابق
 اُس کا قیاس سے اس چیز کے ہے اُس سے
 پوشیدہ و دور و ناپیدا ہے ایسے از لیت
 و سابقیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 نسبت نہیں دی جاسکتی۔ باوجود اس کے کہ
 وہ ازلی ہے۔

جانو اور سمجھو کہ از لیت و قدمت اُس کی
 اور زمانی ہے ذاتی اس معنی سے ہے کہ
 وہ اپنے مبدع میں کسی چیز کا محتاج نہیں
 ہے۔ زمانی اس معنی سے ہے کہ عدم مسبوق
 زمانی ہے۔ وہ ادیت کہ جس کے معنی
 عدم سے وجود میں آنا اور تحقیق اُس کا ہر چیز

در وجود بسوئے شی و ثانی بمعنی عدم سبق
 بزمان و اولیت بمعنی افتتاح وجود از عدم
 و تحقق صاحب آن پیش ہر چیز کے قیاس
 بوسے اول باشد منافی ازلیت و قدم ذاتی
 است نہ زمانی پس بیگوید شیخ قدس سرہ کہ
 چون حق تعالی مفتقر نیست در وجود
 بسوئے چیز پس نظر باینوجہ مراد از اول
 باشد و قدم ذاتی چنانکہ گفت الذی انتفت
 عنہ الاولیۃ و صفت کرد اولیۃ را بالقی
 لما افتتاح الوجود عن عدم پس اولیت
 باین معنی نہ بمعنی دیگر چنانکہ گفت ما کو نہ
 الاول منافی ازلیت و قدم ذاتی باشد
 آرے مرازلیت و قدم زمانی را منافی
 نیست ازینجا است کہ ارواح داعیان
 ثابتہ را قدیم بیگویم و ممکن کہ افتتاح وجود
 از عدم لازم وے باشد چہ قدم ازلیت
 امور مذکورہ زمانی است یا اولیت بمعنی
 جمع می شود پس جگو نہ نسبت داوہ می
 می شود اولیت بآں معنی کہ گذشت

سے پہلے کہ قیاس سے اس کے اول ہے اُس کے
 اولیت اور قدم ذاتی کا منافی ہے۔ قدم زمانی
 کا منافی نہیں ہے۔ پس شیخ قدس سرہ نے
 فرمایا ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود ہستی میں
 کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اس نظر سے اُس
 کے لئے ازلیت اور اُس کے ذات کا قدیم ہونا
 ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے الذی انتفت عنہ الاولیۃ
 اور ازلیت کی تعریف باللتی لما افتتاح الوجود
 من عدم سے کیا اس معنی سے اُس کی اولیت
 ہے دوسرے معنی سے اُس کی اولیت نہیں
 ہے جیسا کہ فرمایا ہے مع کو نہ الاول اُس کے
 ازلیت اور قدم ذاتی کا منافی ہے قدم زمانی کا
 منافی نہیں ہے اسی نظر و اعتبار سے ہم ارواح
 اور اعیان ثابتہ کو قدیم کہتے ہیں اور ممکن کیلئے
 لازم و ضروری ہے کہ عدم سے وجود میں
 آوے اس لئے کہ قدمیت اور ازلیت امور
 مذکورہ کی زمانی ہے۔ یا اُس کی اُس معنی سے
 جو کہ بیان کئے گئے جمع ہوتی ہے۔ پس اولیت کی نسبت
 حق تعالیٰ کے بابت اس معنی سے کس طرح رویا جاسکتی ہے

بسوے حق تعالیٰ کہ ازلی ست قدیم بازل کہ وہ ازلی اور قدیم اور اُس کا قدم ذاتی ہے
 قدم ذاتی با آنکہ حق تعالیٰ اول است با وجود اس کے حق تعالیٰ اس معنی سے بھی اول ہے
 بمعنی مبداء ہرشی کہ تو آل را غیر او میخوانی کہ وہ مبداء ہرشی کا ہے کہ تم اُس شی کو اُس کے علاوہ
 دعین او نمیدانی و این معنی دیگر است کہتے ہو اور شی کو تم اُس کا عین نہیں جانتے ہو اور یہ
 مر اول را چنانکہ او آخر است بمعنی مرجع معنی اُس کے ازلی ہونے کیلئے دوسرا ہے جیسے کہ وہ
 و منتہای ہرشی پس ازینجا وجوب ذاتی آخر ہے کہ وہ ہرشی کا مرجع اور منتہا ہے پس اس مقام
 مر اور اثابت شد بس و این خارق است سے اُس کے لئے وجوب ذاتی ثابت ہوا اور یہی
 میان ما و حق تعالیٰ و اگر نہ عین ما عین وجوب ذاتی ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان فارق
 اوست و عین او عین ما و تو اند بود کہ ہے نہیں تو ہمارا عین اُس کا عین اور اس کا عین ہمارا
 اولیت او بمعنی بودن اوست و نہ بودن عین ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولیت اُس کی معنی
 شی یا و این مقام احدیت است پتر سے ہو کہ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شی نہ تھی اور
 میگویم کہ بدانکہ اولیت حق تعالیٰ بہمان یہ مقام احدیت کا ہے۔ پس سمجھو کہ ہم کہتے ہیں کہ اس وجہ
 و جہتی است کہ آخریت او باں و ہا است سے حق تعالیٰ کی اولیت ہے اور آخریت ہے اور اس طرح
 ہمچنین ظاہریت و باطنیت او و اسلحکم اُس کی ظاہریت اور باطنیت ہے اور ایسا ہمارا کہنا تھا کہ
 از طور عقل تو بیرون است و دور و تو طور عقل سے باہر اور دور ہے۔ اور تم اپنی سمجھ اور عقل پر
 باین عقل مفتخری و مسرور و مفتون و خوش ہوتے ہو اور فخر کرتے ہو اور فریفتہ و مغرور ہو
 مغرور و لایعرتکم باللہ الغرور پتہ استنوکہ مت غرور کرو تم ساتھ اللہ غرور کر نیوالے کے۔ پس اب سنو
 اگر از تو پرسد در حق پسر یکا نہ تو کہ اس کہ اگر تمہارے صرف ایک ہی لڑکا ہے کوئی دوسری اولاد
 پسر کلانت یا خورد یا اول یا آخر بگی نہیں ہے۔ اور تم سے کوئی سوال کرے کہ تمہارا بڑا لڑکا کون ہے

در جواب کہ ہمیں اول است و ہمیں آخر و ہمیں کلاست و ہمیں خورد یعنی غیر اولیت ہمچنین میگوید حق تعالی در حق خود ہوا اول و الآخر و الظاہر و الباطن یعنی ہماست و بس پس اول ہمیں معنی است و آخر ہمیں و ظاہر ہمیں وجہ باشد و باطن ہمیں و لا تکلن فی مرتبہ الا انہ بکل شیء محیط و لہذا قبل فیہ الآخر ل یعنی بنا بر ہمیں کہ نیست مازل و قدم حق تعالی را اولیت بمعنی مذکورہ گفتہ شد در حق حق تعالی آخر ق فلو کانت اولیۃ اہل التقیید لم یصح ان یکون آخر اللقیید لانه لا آخر للممکن لان الممكنات غیر تہا ہمیۃ فلا آخر لہا ل یعنی پس اگر بودے اولیت حق تعالی اولیت اہل تقیید و اصحاب امکان و تعیین صحیحی شد و مستقیم نیگشت بودن حق تعالی آخر و منتہی مر مقید و ممکن را دوارد نمی شد کہ او آخر ہر شیء است کہ نیست آخر مر ممکن را و نیست نہایت مر مقید را یہ ممکنات و مقیدات علیہما فی

اور چھوٹا کون ہے تو تم اس کے جواب میں ہی کہو گے کہ یہی بڑا ہے اور یہی چھوٹا اور یہی اول ہے اور یہی آخر کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا لڑکا نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ وہی اول ہے اور وہی آخر وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور بس وہ اسی معنی سے اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔ اور مت رہو دھوکے میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے یعنی اس وجہ سے کہ نہیں ہے ازل و قدم حق تعالیٰ کے لئے معنی مذکور سے اولیت اللہ کے حق میں اس لئے آخر کہا گیا ہے۔ یعنی اولیت حق تعالیٰ کی جیسا کہ اہل تقیید و اصحاب تعیین بیان کرتے ہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لئے آخر ہونا صحیح و درست و مستقیم نہ ہوتا اور ممکن اور مقید کے لئے منتہا ہونا ثابت ہوتا و الا لکہ مقید کے لئے نہایت نہیں ہے اس لئے کہ ممکنات اور مقیدات غیر متناہی ہیں باقیہ ممکنات پر نظر اس وقت ان کے لئے آخر نہیں ہے پس اول و آخر ان کے لئے آخر ہونا صحیح و درست ہے۔

پس نیست آخر ممکنات را نظر بنشار
 اخروی پس اول بمعنی مذکور آخر امور
 غیر متناہی نمی تواند شد و چون اولیته
 حق تعالی بوجه اول نیز منافی است
 کہ حق تعالی آخر ممکنات غیر متناہی
 باشد خواست شیخ قدس سره کہ دفع
 کند این تہم را چنانکہ میشنوی ق
 و انما کان آخر الامر جموع الامر کلہ الیہ بعد
 نسبتہ ذلک الینال یعنی نیست حقتعالی
 آخر ممکنات مگر بنا برین کہ رجوع ہر
 کار و بار بسوئے حق تعالی است
 بعد از نسبت یافتن آن بسوئے ما
 چنانکہ در قیامت کبری اینہمہ ظاہر
 خواہد شد و در نظر عارف کامل
 و اصل امر در ما و تو ذاتاً و صفتاً
 و فعلاً در ذات و صفت و فعل حقتعالی
 فانی ایم و تو نمیدانی و ما و تو ہمیں
 خوانی اوست اول دادست آخر
 نیست اینجا مگر دوست دوست دوست

جیسے کہ اولیت حق تعالی کی اول وجہ سے اس امر
 کی منافی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر ممکنات غیر متناہی کا
 ہے اس تو ہم کو شیخ قدس سرہ نے دفع کیا ہے۔
 یعنی جب کہ جملہ کار و بار اللہ کے طرف راجع ہیں
 اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ممکنات کا آخر ہے یعنی جبکہ
 جملہ کار و بار ہمارے طرف نسبت پانے کے بعد
 اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتے ہیں اس وجہ سے
 حق تعالیٰ ممکنات کا آخر ہے۔ جیسا کہ قیامت کبریٰ میں
 یہ سب امور ظاہر ہوں گے۔ اور عارف کامل
 و اصل کے نظر میں آج کے دن بھی ہم اور تم
 ذاتاً و صفتاً و فعلاً اللہ تعالیٰ کے ذات و صفات
 میں مستملک اور فانی ہیں اور تم نہیں جانتے اور
 ہم و تم کہتے ہیں اول وہی ہے اور آخر وہی۔
 اور اس مقام پر آج کے دن نہیں ہے مگر
 دوست دوست دوست دوست۔

ق فہو الآخر فی عین اولیۃ والا اول یعنی حق تعالیٰ اپنے عین اولیت میں آخر ہے
 فی عین آخریۃ ل یعنی پس حق تعالیٰ اور بس اور وہی عین آخریت میں اپنے اول
 آخرت و بس در عین اولیۃ خود ہے اور بس۔ جیسا کہ ظاہر ہوا۔
 ہماں اول است در عین آخریۃ خود یہ بیان قبل اس کے ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 چنانکہ مبین شدق ثم نعلم ان الحق نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر
 وصف نفسہ بانہ ظاہر و باطن فاوجد بنا یا ہے اسی سلسلہ میں یہ مزید بیان ہے
 العالم عالم غیب و شہادت لندک ایسی صورت میں عالم سے مراد جو کہ فاوجد العالم
 الباطن بغینبا و الظاہر بشہادتنا ہے عالم صغیر یعنی انسان مراد ہے اور شیخ قدس
 ل این کلام مزید بیان است مرلودن سرہ کا یہ قول جو کہ تم نعلم ہے چند احتمالات
 آدم را بر صورت حق تعالیٰ و بریں کے ساتھ او پر گذر چکا ہے۔ پس اسے طالب
 تقدیر مراد از عالم کہ در فاوجد العالم حق و معرفت کہو کہ جانتے ہیں ہم یا جاننا چاہنے
 باشد عالم صغیر است کہ انسان باشد ہیں ہم کہ حق تعالیٰ نے اپنے کو صفات ظاہر و
 و تحقیق قول او تم نعلم با چند احتمال باطن سے موصوف کیا ہے اور عالم کو بھی
 بالاکذبت یعنی پستر گو بدانیم مایا عالم غیب و عالم شہادت پر پیدا کیا ہے تاکہ
 بدانند طالب حق و معرفت یادانستہ ہم اپنے غیب سے اللہ تعالیٰ کے باطن کو
 نشود کہ حق تعالیٰ صفت کرد ذات اور اپنے شہادت سے حق تعالیٰ کے ظاہر
 خود را و بیان نمود کہ ظاہر است کو سمجھیں اور جبکہ حق تعالیٰ خود ظاہر
 و باطن پس پیدا کرد عالم را عالم باطن صفات سے موصوف ہے ہم کو بھی
 غیب و شہادت تا دریاہیم و بدانیم ظاہری صفات مثل جسم اور قوی و اعضا

باطن حق را بغیب و باطن خود و ظاہر حق
 را بشہادت و ظاہر خود یعنی چوں خود
 موصوف است بظاہر و باطن ما را نیز
 ظاہر داد چوں چشم و قوی جسمانی و باطن
 داد چوں روح و قوای روحانی تا باطن
 حق را باطن خود بدانیم و ظاہر حق را بظاہر
 خود و منطبق شود کل بکل یعنی بدانیم کہ
 باطن ما باطن اوست و ظاہر ما ظاہر اوست
 و ظاہر ما ظاہر اوست چنانکہ گفت بالا
 فما وصفناه بوصف الاکنا نحن ذلک الوصف
 پس بیان کردن حق تعالی مرذات خود را
 باوصافے کہ ما عین آن اوصافیم تعلیم آئی
 و تلقین موہبی است کہ بدانیم کہ ہم
 حق است و بس ہوا اول و الآخر
 و الظاہر و الباطن و تواند بود کہ مراد از
 عالم مطلق باشد شامل عالم صغیر و کبیر کہ
 ہر چہ ہست از عالم صغیر و کبیر آسمان و زمین
 و غیر آل روحی دارد و قوای روحانی کہ
 تو آنرا ملائکہ ارضی و سماوی میخوانی اگر چہ
 و جسمانی اور صفات باطنی مثل روح و قوای
 روحانی عطا فرمایا تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے باطن کو
 اپنے باطن سے اور اللہ تعالیٰ کے ظاہر کو اپنے ظاہر
 سے سمجھیں اور پہچانیں اور ہمارا ظاہر و باطن
 حق تعالیٰ کے ظاہر و باطن سے یعنی کل ساتھ کل
 کے منطبق ہو جائے۔ یعنی اس بات کو ہم ذہن
 نشیں کر لیں اور سمجھ لیں کہ ہمارا باطن حق تعالیٰ کا
 باطن اور ہمارا ظاہر حق تعالیٰ کا ظاہر ہے جیسا کہ
 کہا گیا ہے کہ ہم نے حق تعالیٰ کو انھیں صفات سے
 موصوف کیا کہ جس صفات کا ہم میں ظہور ہوا یعنی
 ہم عین وہ اسماء صفات تھے یعنی حق تعالیٰ نے اپنے
 ذات کو ایسے صفات سے بیان کیا کہ ہم عین وہ اوصاف
 ہیں۔ یعنی تعلیم آئی اور تلقین موہبی ہے کہ ہم اس امر کو
 ذہن نشیں کر لیں کہ سب حق ہے اور بس وہی اول ہے وہی
 آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے
 کہ عالم سے مراد عالم مطلق ہو کہ جو عالم کبیر اور عالم صغیر و اول
 کو شامل ہے۔ کیونکہ جو چیز کہ موجود ہے وہ عالم صغیر و عالم
 کبیر و آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ یہ سب ذی روح ہیں
 یعنی زندہ ہیں اور قوای روحانی کہ تم ان کو ملائکہ ارضی و سماوی

برمحبوب اینحکم ظاہر نشود و باطن ہر ظاہر کہتے ہو۔
 در چشم او پیدا نگردد غایت الامر مراد از
 غافل مدرك انسان باشد و بس کہ معرفت
 مرہیں راست و بس و حمال اس امانت
 انسان باشد و بس و جاہل بہ ہستی غیر حق تعالیٰ
 انسان است و بس و غیر حق تعالیٰ را در
 ظلمت نیستی انسان میدانند و بس چہ غیر
 انسان قابل دستگیر این حمل و حمال این
 امانت نیامد مگر الا انسان انہ کان ظلوماً
 جہولاً این دیوانگی انسان دارد و بس
 چنانکہ حافظ شیرازی باینحکم اشارت فرمودہ
 و گفته است بیت: آسمان بار امانت
 نتوانست کشید: قرعہ فال بنام من دیوانہ
 زند۔ ہر چہ نصیب ہر چیز بود رسید بود
 و انما لو فوہم نصیبہم غیر منقوس و در بعضی
 نسخہ بجای عالم غیب و شہادت ذاتیہ
 و شہادت واقع است یعنی صاحب غیب
 و شہادت قی: و سف نفسہ بالرضا
 و الغضب و اجد العالم ذات خوف و رجاہ
 میں بیان فرمایا کہ وہ رضا و غضب کے تمغے میں متصف ہے

اگرچہ اس امر کا انکشاف محبوب پر نہیں ہوتا اور ہر چیز کا
 ظاہر و باطن اس کے آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا خلاصہ یہ کہ
 ان تمام امور کا جاننے والا اور ادراک کرنے والا انسان ہے اور بس۔
 اور اس معرفت کو حاصل کرنے والا انسان ہے اور بس۔ اس
 امانت عظیم کا بوجھ اٹھانے والا ہے انسان ہے اور بس۔ غیر حق تعالیٰ
 کے ہستی سے انسان جاہل ہے اور بس۔ اور غیر حق تعالیٰ کو نیستی
 کے اندھیرے میں انسان جانتا ہے اور بس۔ پس اٹھایا اسکو
 انسان نے تحقیق وہ ظالم و جاہل تھا۔ دیوانگی انسان رکھتا
 ہے اور بس۔ جیسا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم

کے جانب اشارہ فرمایا ہے۔

آسماں با امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زند

ہر چیز یعنی ہر مخلوق کو اس کے استعداد و استحقاق کے بموجب
 جو کچھ کہ اس کے نصیب میں تھا اسکو مل گیا۔ ہم انکو انکا حصہ
 جو انکو ملنا ہے بغیر کسی کمی و بیشی کے پورا پورا دیں گے۔
 بعضی نسخوں میں عالم غیب و شہادت کے جہات غیب
 شہادت واقع ہے یعنی حق تعالیٰ کے جہات کے بارے
 میں بیان فرمایا کہ وہ رضا و غضب کے تمغے میں متصف ہے

فتوحان غصہ و نزو رضاه ل یعنی صفت
 و بیان کرد حق تعالی ذات خود را برضا
 و غضب چنانکہ گفت اللہ تعالیٰ
 رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ و سبقت
 رحمتی علی غضبی و پیدا کرد عالم صغیر را
 صاحب خوف و ترس و صاحب رجا
 و امید پس بر سیم از غضب و سخط او
 کہ صفت او باشد امیدوار باشیم
 بر خدا و لطف او کہ صفت او باشد
 و ایمان نتیجہ خوف و رجا است و اینجا
 گفته اند الایمان بین الخوف و الرجاء
 و خوف ذکر است و رجاء نشی و وجہ
 بنحکم و ترجیح رجاء را بر خوف فقر در
 انفس الخواص بیان کرده است
 بتوفیق اللہ و عنایہ ق و وصف
 نفسہ بانہ جمیل و ذو جلال فاوجد علی
 ہیبتہ و انسل یعنی صفت کرد حق تعالیٰ
 ذات خود را دگفت کہ جمیل است
 و صاحب جلال ان اللہ جمیل و کبیر الجلال

جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رضی اللہ عنہم
 و رضوا عنہ و سبقت رحمتی علی غضبی۔ یعنی راضی
 ہو اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے۔
 سبقت نے گئی میری رحمت او پر میرے غضب کے
 اور پیدا کیا انسان کو ڈرنے والا اور امید رکھنے والا
 پس ہم سب کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب
 اور سخط سے ڈرتے رہیں اور اس کے رضا و خوشنودی
 و مہربانی کے ہر وقت امیدوار ہیں۔ ایمان خوف
 و رجا کا نتیجہ ہے۔ اسی مقام کے لئے فرمایا ہے کہ
 تحقیق ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔
 خوف مذکور ہے اور رجاء مؤنث ہے۔ اور اس
 حکم کی وجہ کہ رجا کو خوف پر ترجیح ہے فقیر نے
 انفس الخواص میں ذکر کیا ہے اللہ کی توفیق
 اور عنایت سے یعنی حق تعالیٰ نے اپنے ذات
 کے اوصاف بیان فرمائے ہیں اور فرمایا کہ وہ
 جمیل اور صاحب جلال ہے۔ تحقیق اللہ جمیل
 ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے۔

و یہی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام پس پیدا کر دمار بر صفت میبت و انس پس ما جمیلیم و صاحب جلال و اگر ہیبت و انس از صفات الفعالیہ گرفتہ شوند پس فرق میان این بیان و بیان سابق اعتبارست و مال ہر دو یکے باشد پس ہیبت و انس را از صفات فعلیہ گرفتہ احسن است ق و ہذا جمیع ما نیست ایہ تعالیٰ و لیسیم بہ ل یعنی ہمچنین جمیع چیزے کہ نسبت و استناد کردہ می شوند بسوی حق تعالیٰ و نام کردہ می شود حق تعالیٰ بدال یعنی جمیع صفات متقابلہ کہ حق تعالیٰ بدال صفات موصوف با شتم از جنس عفو و انتقام و غیر آن مانیز موصوفیم پس ارتباط کلی در میان ما و او پیدا شد و بما صورت او ہوید اگشت فاشبہتہ الامر و اختلاط الحال ۵

اور من و من در وقتادہ + خلق از پی ما دواں و خداں ق ثم عبر عن لصفیتین بالیدین اللتین تو جہت ما منہ علی خلق الانسان

اور باقی رہیگی ذات تیرے رب کی جو بہت ہی بزرگ اور تعظیم والا ہے۔ ہم لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہیبت اور انس کے صفت پر پیدا کیا ہے۔ پس ہم بھی جمیل اور صاحب جلال ہیں۔ اگر ہیبت اور انس کو صفات الفعالیہ مانا جائے تب بھی اس بیان میں اور انس بیان میں اعتباری فرق ہے۔ مال اور حقیقت دونوں بیان کا ایک ہے۔ ہیبت اور انس کو صفات فعلیہ کہنا ہے احسن ہے۔

یعنی اسی طرح سے تمام چیزیں جو کہ حق تعالیٰ کی طرف نسبت و استناد کی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کا ان صفتوں سے نام رکھا جاتا ہے یعنی جمیع صفات متقابلہ کی حق تعالیٰ ان صفت سے متصف ہے اور قسم عفو و انتقام وغیرہ ہم سب بھی انہیں صفات سے موصوف ہوتے ہیں ایسی صورت میں ارتباط کلی ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان پیدا ہوئی اور ہم سے اللہ تعالیٰ کی صورت ظاہر ہوئی اور حال خلط ملط ہو گیا ہے وہ مجھ میں اور میں انس میں پٹ گئے :-

خلق ہمارے چھپے دوڑنے والی اور ہنسنے والی۔

الکامل لکونہ الجامع لحقایقہ ومفرداتہ
 فالعالم شہادۃ والخلیفۃ غیب ل یعنی
 پستہ تعبیر کرد حق تعالیٰ از دو صفت خود
 کہ جمال و جلال باشند بیدین یعنی بدو
 دست کہ منوجہ شد نہ ہر دو دست از
 باری تعالیٰ بر خلق انسان کامل چنانکہ
 گفت مرا بلیس را مانعک ان تسجد
 لما خلقت بیدی چہ انسان کامل جامع
 و حاوی حقائق حق تعالیٰ باشد و مفردات
 او یعنی کلیات او و جزئیات او چہ جزئی
 مفرد است کہ جزئی دروئے شریک نباشد
 بخلاف حقیقت و در بعضی نسخہ الحائق
 العالم واقع است و مال یکے است
 پس عالم شہادات است و مشہود و
 خلیفہ غیب است و مستور چہ جامع جمیع
 حقائق غائب و مستور باشد بدانکہ تعبیر
 کرد از ہر دو صفت مذکورہ مدو دست
 از آنست کہ از ہر دو صفت تحقق یافتہ
 اند افعال الہیہ و بآں ہر دو ظہور یافتہ
 یعنی حق تعالیٰ نے اپنے دونوں صفتوں کو جو کہ جمال
 اور جلال ہیں اپنے دونوں ہاتھ تعبیر کئے ہیں۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ کے بھی دونوں ہاتھ انسان کامل کے پیدا کرنیکی
 طرف متوجہ ہوئی۔ جیسا کہ اللہ نے ابلیس سے فرمایا
 کہ کس نے باز رکھا تجھ کو آدم کے سجدہ کرنے سے
 کہ ہم نے اُس کو دونوں ہاتھوں سے بنایا اور پیدا
 کیا کیونکہ انسان کامل جامع جمیع حقائق اور مفردات
 کا حاوی ہے یعنی اُس کے کلیات اور جزئیات کا
 حاوی ہے کیونکہ ایک چیز مفرد ہے کہ کوئی چیز اُس
 میں شریک نہیں ہے بخلاف حقیقت کے اور بعضی نسخوں
 میں من الحقائق العالم واقع ہے اور مال ایک ہی ہے
 پس عالم ظاہر ہے اور دکھلائی دیتا ہے اور
 دیکھا جاتا ہے اور خلیفہ غیب میں ہے اور پوشیدہ
 ہے کیونکہ جامع جمیع حقائق اور چھپا ہوتا ہے۔ اس کو
 بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں صفات
 جمال اور جلال سے اپنے دونوں ہاتھ تعبیر کئے
 ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں دونوں
 ہاتھوں یعنی دونوں صفتوں سے اللہ کی
 ربوبیت ظاہر ہوئی ہے جس طرح سے

ربوبیت حق تعالیٰ چنانکہ بد و دست انسان
تمام می شود افعال او بد و دست او متحقق
میشود کار و بار او از جفا و اذو و عطا و غیر
آن و خلق و ایجاد باری تعالیٰ مرآدم را
بد و صفت مذکورہ ظہور است بہر دو صفت
در آدم و استتار او بہر دو صفت از نظر عوام
چوں عالم بصورت انسان کامل پس ہر شی
جمال است یا جلال و انسان کامل شامل ہر
دو صورت او پس عالم کہ تمامی اجسام انسانی
و غیر آن داخل دی باشد شہادت است
و مشہود و خلیفہ کہ روح انسان کامل باشد
جمع مستورات سدہ او غیب است و مستور
چوں حق تعالیٰ کہ مشہود و مرئی نگردد و جائزہ
است کہ بگویی کہ خلیفہ حقیقت محمدی باشد کہ
کار یکی است و باریکی و معرفت او چوں معرفت
حق است و بکنہ حاصل نیست و قول نبی ما
ماصلی اللہ علیہ وسلم کہ من عرف نفسه فقد عرف
ربہ است اشارت باین حکم باشد چنانکہ اشارت اللہ
العزيز در نفس کتاب خواهد آمد چہ معرفت

کہ انسان کے دونوں ہاتھوں سے تمامی افعال پورے
ہوتے ہیں اور تمامی کار و بار اُس کے مثل جور و جفا و گرفت
و بخشش و عطا یا وغیرہ انجام پاتے ہیں اور متعلق ہونے
ہیں چونکہ حقیقتاً ان کو اپنے دونوں صفات جلال و جمال
کو آدم میں ظاہر کرنا منظور ہوا سو جس سے حقیقتاً ان کے اپنے
دونوں ہاتھوں سے آدم کو پیدا کیا اور بنایا حقیقتاً ان کے
دونوں صفات جمال اور جلال کا آدم میں ظہور ہے اور اللہ
کے دونوں صفات جو کہ جمال اور جلال میں اور جس کا ظہور
آدم میں ہے عوام کے نظر سے پوشیدہ ہیں جس طرح سے
کہ عالم انساں کامل کی صورت پر ہے یہ بھی عوام کے
نظروں سے پوشیدہ ہے۔ پس ہر شی چاہے وہ صاحب جمال
ہو یا صاحب جلال انسان کامل میں دونوں صورتیں ظاہر
و شامل ہیں۔ پس عالم کہ جس میں تمام اجسام انسانی اور
علاوہ اس کے ہے شامل ہیں وہ نظروں کے سامنے ہے اور
دکھائی دینے میں اور دیکھے جاتے ہیں۔ اور خلیفہ جو کہ روح
انسان کامل ہے تمام خدام و کار و باری اُس کے غیب میں
ہیں اور مستور ہیں جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مشہود و مرئی
نہیں ہوتا۔ اور جائزہ ہے کہ کہو کہ خلیفہ حقیقت محمدی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم کہ کار و بار ایک ہی ہے اور اُس کی معرفت

حق کے معرفت کے مثل ہے اور کئے سے حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے اس قول کی تائید حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا تحقیق اُس نے اپنے رب کو پہچانا کر رہا ہے اور اسی حکم کی طرف اشارہ ہے چنانچہ انشاء اللہ العزیز نفس کتاب میں ذکر کیا جائیگا۔ جبکہ معرفت رب تعالیٰ کی کئے سے حاصل نہیں ہو سکتی تو نفس کی معرفت کئے سے کس طرح حاصل ہوگی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی معرفت نفس کے معرفت سے متعلق ہے۔ جبکہ معلق محال ہے معلق بہ بھی محال ہے نہیں تو ملزم کا وجود بغیر لازم کے لازم آویگا اور یہ محال ہے اور خلاف مقدر ہے۔ جیسے کہ تم کہو کہ اگر زید اپنے کام سے باز آوے تو باری تعالیٰ معدوم ہو جائے اور فرض کر لیا جائے کہ یہ قول سچا ہے اسلئے زید کا باز آنا اپنے کام سے محال ہے جس طرح سے کہ باری تعالیٰ کا معدوم ہونا محال ہے۔ اسی مقام سے ایک عارف نے کہا ہے کہ آپ کے چہرہ مبارک دیکھنے کیلئے دل کی آنکھ چاہئے ہماری آنکھ چونکہ جہاں کی دیکھنے والی ہے اس کا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ آپ کو دیکھ سکے۔ اسوجہ سے خلیفہ اور مستخلف دونوں ترقی عزت اور پردہ غیب میں ہیں۔ اگرچہ دربار دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے متفاوت اور

رب تعالیٰ بکنہ حاصل نمیشود پس معرفت نفس بکنہ حاصل نشود کہ معرفت حق تعالیٰ متعلق است بمعرفت نفس چون معلق محال باشد معلق بہ نیز محال باشد و اگر نہ وجود ملزوم بدون لازم لازم آید و این محال است و خلاف مقدر چنانکہ بگوی اگر زید ازیں کار خود باز آید پس باری تعالیٰ معدوم شود و فرض اینست کہ این قول صادق است پس باز آمدن زید از کار خود محال باشد چون عدم باری تعالیٰ درینجا گفتم است عارفی سے دیدن روی ترا دیدہ جہاں می باید: وین کجا مرتبہ چشم جہاں میں من است پس خلیفہ و مستخلف ہر دو در ترقی عزت و پردہ غیب اند اگرچہ حضرات ہر دو متفاوت اند و متفارق و لهذا بحجبت السلطان یعنی بنا برین کہ خلیفہ غیب است سلطان در حجاب باشد

چہ ہمیشہ بدر سلطان حاجب است وریات متغائر ہے۔

عالمیہ اور دائم حجاب عوام باشند و از برقعہ عزت بر ہمہ کس ظاہر نمیگرده در چہ سلطان نائب و منظر و خلیفہ غیب است در عالم شہادت حق و وصف الحق نفسہ بالحجب الظلمانیۃ وہی الارواح اللطیفۃ و العقول و النفوس و عالم الامر و الابداع ل یعنی صفت کرد حق تعالی ذات خود را بحواجب ظلمانی و آن اجسام عنصری کثیفہ انداز من و ثقل خود ظلمت دارند و ظلمت دی نور و ظهور حق را فرو پوشیدہ باصرہ تند و بصیرت قوی باید تا بایں حجب ظلمانی مشاہد حق باشد بلکہ این پردہ را بدر و ظلمت اورا معدوم محض و مہوم صرف گرداند و اجسام ہرگز سنگ راہ او نگرند و صفت کرد ذات خود را بحواجب نورانی و آن ارواح لطیفہ باشند و عقول و نفوس و عالم الامر و اجسام کہ عالم کن باشد و ہر چند این چیز ہا نورانی اند اما تعینات اس وجہ سے کہ خلیفہ غیب میں ہے سلطان بھی حجاب میں ہے کیونکہ ہمیشہ بادشاہ کے دروازے پر دربان رہتے ہیں اور اس کے ریاات عالیہ ہمیشہ عوام سے حجاب میں ہیں اور اپنے سر کو برقع عزت سے باہر نہیں نکالتے اور عوام پر ظاہر نہیں ہوتے۔ کیونکہ عالم شہادت میں بادشاہ نائب اور منظر خلیفہ غیب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو حواجب ظلمانی سے موصوف کیا ہے اور وہ اجسام عنصری کثیف ہیں جو کہ اپنی کثافت سے ظلمت رکھتے ہیں اور ان کی ظلمت نے اللہ تعالیٰ کے نور ظهور کو چھپا لیا ہے۔ تیز نظر اور دور بین آنکھ کی ضرورت ہے تاکہ باوجود ان حواجب ظلمانی کے حق کا دیکھنے والا ہو یہاں تک کہ اس ظلمت کے پردہ کو پھاڑ ڈالے اور ظلمت کو عدم محض و مہوم صرف کر دے اور اجسام اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے راستہ میں رکاوٹ نہ ہوں حق تعالیٰ نے اپنی ذات کو حواجب نورانی سے بھی موصوف کیا ہے اور وہ حجاب نورانی اوراح لطیفہ اور عقول و نفوس اور عالم الامر جو کہ عالم کن ہے۔ اگرچہ یہ سب چیزیں نورانی ہیں لیکن ان کے تعینات نور حق کے

ایہا حجاب نور حق مطلق شدہ اند چنانکہ
 شعاع آفتاب حجاب آفتاب است
 قال رسول الصادق ان لشد سبعین الف
 حجاب من نور و ظلمتہ و بیچ میدانی کہ چه
 میگویم یعنی از ظلمت و کثافت اجسام
 را حق نمیدانی و از تعین و تقید صورت
 نورانی را حق نمیخوانی سے ماش میگویم
 و از گفتہ خود دل شادم : بندہ عشقم
 و از ہر دو جہاں آزادم نیست بر لوح
 دلم جز الف قامت یا : چه کنم حرف دیگر
 یاد نداد استاد م ق فالعالم بنین
 کثیف و لطیف ل یعنی پس عالم میان
 کثیف و لطیف باشد کہ عالم عبارت است
 از حجب حق و حجب حق کثیف اند و لطیف
 پس عالم ظلمانی باشد و نورانی چنانکہ
 معلوم کردی ق نو عین الحجاب علی
 نفس ل یعنی پس عالم عین حجاب باشد
 بر ذات حق تعالی یا بگوی بر ذات عالم
 چون عالم مانند تو از میان بر خیزی او
 حجاب ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ آفتاب کی شعاع
 آفتاب کا حجاب ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمال مبارک
 پر ستر ہزار پردے نور و ظلمت کے پڑے ہوئے
 ہیں۔ تم نے کچھ سمجھا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم کہہ رہے
 ہیں کہ تم ظلمت اور کثافت اجسام سے حق کو نہیں
 پہچانتے اور نہیں جانتے ہو اور نورانی صورتوں کے
 تعینات و تقیدات سے نورانی صورتوں کو تم
 حق نہیں کہتے ہو اور نہ سمجھتے ہو۔
 ہمارے دل کے تختی پر ہواے الف کے جو کہ قامت
 ہے اور کچھ نہیں لکھا ہوا ہے ہم کیا کریں ہمارے
 استاد نے دوسرا سبق نہیں پڑھایا۔
 یعنی عالم نورانی اور ظلمانی ہے اور عالم عبارت
 ہے حجاب حق سے اور حجاب حق کثیف اور لطیف
 ہیں پس عالم ظلمانی و نورانی ہے جیسا کہ تم کو معلوم
 ہوا اور یقیناً تم سمجھ گئے ہو گے یعنی عالم اللہ تعالیٰ
 کے ذات پر عین حجاب ہے یا کہو کہ عالم خود
 اپنے ذات پر حجاب ہے جب عالم نہ رہا اور
 تم بھی درمیان سے اٹھ گئے تو حق تعالیٰ ہی

ظاہر گردو اگر عالم است پس او کجاست
 و اگر تو مجھی پس محبوب کجاست چنانکہ
 میگوید علاج قدس سرہ سے بینی دبلیک
 انی نیراحمنی: فارغ بلطفک انی من البین
 ددیگری گفتمہ میان عاشق و معشوق
 بیچج حاصل نیست: تو خود حجاب خودی
 حافظ از میان بر خیز۔ ای برادر اینجا
 کا بوجہ ان است نہ برہان و معاملہ با
 در آیت باشد نہ باروایت سے
 منصورہ بر سردار این نکتہ خوش سر آید:
 کہ شافی پرسید امثال این روایت
 ق فلایدرک الحق احد ادراہ نفسہ ل
 یعنی پس در نمی یابد و نمیداند حق تعالی را
 بیچج یکی چوں در یافتن حق مر حق را چہ
 ادراک حق تعالی مر ذات خود را ذوقی
 باشد و حضوری و ماہمہ عالم حجاب آیدیم
 و جز علم حصولی بحق واجب الوجود نداریم
 ق فلایزال فی حجاب لایر فعل یعنی
 پس دایماست عالم ظلمانی و نورانی در حجاب
 ظاہر ہوا اگر عالم ہے تو وہ کہاں ہے اگر تو محب
 ہے تو محبوب کہاں ہے۔ سنو کہ حضرت منصور علاج
 قدس سرہ کیا فرماتے ہیں۔ جو چیز کہ مجھ کو آپ سے
 آڑ کئے ہوئے ہے اُس پردہ کو اپنے لطف و کرم
 سے اٹھا دیجئے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
 ہیں سے عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز
 حاصل نہیں ہے: تم خود ہی اپنے حجاب ہو درمیان
 سے اٹھ جاؤ۔
 ای میرے بھائی اس جگہ و جہان کا کام ہے۔ دلیل
 و برہان سے کام نہیں چلے گا معاملہ درایت کا روایت
 کا نہیں ہے۔ سے منصورہ بر سردار این نکتہ خوش سر آید:
 کہ شافی پرسید امثال این روایت۔ یعنی حق تعالیٰ
 کو کوئی شخص جیسا کہ اُس کے جاننے اور پہچاننے کا حق
 ہے نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا جیسا کہ خود حق تعالیٰ
 اپنے کو جانتا اور پہچانتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات
 کا سمجھنا اور دیکھنا ذوقی اور حضوری ہے اور ہم سب
 اہل عالم اُس کے لئے حجاب میں اور واجب الوجود
 کے حق میں سوائے علم حاصل کرنے کے اور کوئی بساط
 نہیں رکھتے یعنی عالم لورانی و ظلمانی ہمیشہ حق تعالیٰ کیلئے

کہ برداشتہ نشود چہ اگر برداشتہ شود
 عارف و معروف نام نہ یا آنکہ برداشتہ
 عالم بالکل و ساختن آن معدوم صرف
 محال مطلق است پس معرفت حق تعالیٰ
 بکنہ حاصل نباشد کہ حجاب آدمیم و ہمچنین
 معرفت بنفس بکنہ حاصل نیست چنانکہ
 گذشتہ قی و لایدرک فی حجاب لایرفع
 ل یعنی دریافتہ نمی شود حق تعالیٰ در حجاب
 کہ برداشتہ نشود و این قول در بگھنی نسخہ
 نیست قی مع علمہ بانہ متمیز عن موجدہ
 بافتقارہ دلکن لا حظ لہ فی الوجود الذاتی
 الذی للمحقق یعنی عالم دایما در حجاب است
 باوجود آنکہ میداند عالم کہ عالم متمیز است
 از موجد عالم بحتاج بودن آل بسوے
 حق تعالیٰ ولیکن نیست مراورا نصیبی
 از وجود ذاتی کہ مختص بجناب اوست
 چہ وجود ما فائض از جناب اوست ہرگز
 ذات ما تقاضاے وجود ما نکند چوں
 ذات حق تعالیٰ و ہمچنین وجوب ذاتی دمال
 حجاب ہے اور وہ حجاب اٹھایا نہیں جاسکتا کیونکہ
 اگر وہ حجاب اٹھ جائے تو عارف و معروف نہ ہے
 یا یوں کیونکہ عالم کا بالکل اٹھانا اور اس کو معدوم
 صرف کرنا محال ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ کی معرفت
 کنہ سے حاصل نہیں ہو سکتی کہ ہم سب اس کے حجاب
 ہیں اسی طرح اپنے نفس کی معرفت کنہ سے حاصل
 نہیں ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر گذرا یعنی حق تعالیٰ کے
 جاننے اور دیکھنے کیلئے درمیان میں ایسے حجابات
 ہیں کہ جو اٹھائے نہیں جاسکتے۔ یہ قول بعض نسخوں
 میں نہیں ہے۔ یعنی عالم ہمیشہ حجاب میں ہے باوجودیکہ
 وہ جانتا ہے کہ میرے اور میرے پیدا کرنے والے کے
 درمیان فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ عالم اپنے مبدع
 اور موجد کا محتاج ہے لیکن عالم کو حق تعالیٰ کے ذات
 میں سے کوئی حصہ نہیں ہے وجوب ذاتی اللہ تعالیٰ ہی
 کیلئے سزاوار ہے کیونکہ ہمارا وجود اس کے جناب سے
 فیض پاتا ہے۔ ہماری ذات حق تعالیٰ کے وجوب
 ذاتی کا تقاضا نہیں کرتی۔ جس طرح سے کہ حق تعالیٰ
 اپنی ذات کا تقاضا نہیں کرتا جس طرح سے کہ حق تعالیٰ
 اپنی ذات کا خود تقاضی ہے۔ اسی طرح وجوب ذاتی اور

وجود ذاتی و وجوب ذاتی یکی است پس عالم ہمیشہ در حجاب باشد با آنکہ میدانیم کہ ما از و ممتازیم کہ ما محتاج اوئیم و او مشتاق مایکین برای ما نصیبی از وجوب و وجود ذاتی ہرگز نیست کہ او واجب الوجود است و ما ممکن پس حجاب ہرگز مرفوع نشود و ما ہرگز واجب نشویم ق فلا یدرک ابدال یعنی پس نمی دہ یابد

عالم حق تعالی را ہرگز بذوق و وجدان چہ وجود ذاتی در ما مفقود است چہ ما نمیدانیم بذوق و وجدان هیچ چیز را مگر بوجہی کہ در ما باشد پس ما عالم بحق تعالی بوجہیہ سمع و بصر و ارادہ و علم او ہستیم نہ بذوق و وجدان پس عالم بحق تعالی بوجہ وجود ذاتی نیستیم و خبر نداریم بذوق و وجدان چنانکہ میشنویم ق فلا یرال الحق من ہذا اہ الحینتہ غیر معلوم علم ذوق و شہود لانا لا قدم للحادث فی ذلک ل یعنی پس ہمیشہ حق تعالی نظر

وجود ذاتی و وجوب ذاتی کا مال ایک ہے۔ عالم ہمیشہ حجاب میں ہے باوجود اس کے ہم سب اُس سے ممتاز اور اُس کے محتاج ہیں اور وہ ہمارا مشتاق ہے۔ لیکن ہمارے نصیب میں کوئی حق و حصہ اُس کے وجود ذاتی یا وجود ذاتی سے ہرگز نہیں ہے اسلئے ہم واجب نہیں ہو سکتے۔ یعنی عالم حق تعالی کو ذوق و وجدان سے ہرگز ادراک نہیں کر سکتا اس وجہ سے کہ وجوب ذاتی ہم سب میں مفقود ہے۔

ہم ذوق و وجدان سے اُس چیز کو جان سکتے ہیں کہ جو چیز ہم میں ہے چونکہ وجوب ذاتی ہم سب میں مفقود ہے ہم سب ذات کے اعتبار سے واجب الوجود نہیں ہو سکتے ہاں بایوجہ کہ جو چیز ہم میں ہے۔ پس ہم حق تعالی کے جاننے والے اور علم رکھنے والے بوجہ سمیع و بصیر و ارادہ و علم کے اُس کے ہیں۔ ذوق و وجدان سے اُس کے وجوب ذاتی کا علم ہم نہیں رکھنے کو نیکہ وجوب ذاتی اللہ کے لئے خاص ہے ذات کے اعتبار سے عالم کو کچھ بھی حق و حصہ نہیں ہے۔

یعنی حق تعالی وجوب ذاتی اور وجود ذاتی کے نظر سے ہمیشہ غیر معلوم ہے حق تعالی کیلئے

بوجوب و وجود ذاتی غیر معلوم باشد ہم کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب
 بعلم ذوق و شہود چنانکہ گذشت بخلاف حادث و ممکن ہیں اور حق تعالیٰ واجب الوجود ہے
 علم حصول کہ ما عالم ہستیم کہ حق تعالیٰ یہ علم حصولی ہے ذوقی نہیں ہے۔ علم ذوقی ہم نہیں
 واجب الوجود است و علم ذوقی نداریم رکھتے۔ اس لئے کہ حادث کے قدم کا وجوب ذاتی
 چہ بدرستی کہ نیست مر حادث را قدمی کے جناب میں گذر نہیں ہے اس لئے کہ ذوق بے
 در جناب وجود ذاتی چہ ذوق بی تعلق مدوق ظاہر نہیں ہوتا اور اپنا چہرہ نہیں دکھلاتا۔
 بمذوق رو نہما یدق فما جمع اللہ لآدم بین یعنی حق تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں یعنی جمال
 ید یہ الا تشریفاً و لهذا قال لا بلیس مامنعک و جلال کو حضرت آدم علیہ السلام میں جمع دظاہر کیا
 ان تسجد لما خلقت بیدی ل یعنی پس جمع یہ اللہ تعالیٰ کا آدم کے حق میں لطف و کرم ہے
 نکرہ اللہ تعالیٰ مر آدم را از جامع نگریدانید اور اپنے باقی مخلوق پر آدم کو شرافت بخشنا
 اور میان دو دست خود کہ کنایت از مقصود ہے اور اپنے صفات جمالیہ و جلالیہ
 جمال و جلال باشد مگر بنحاط تشریف و شرف سے آدم کو مشرف کرنا اس کا مقصد اعلیٰ
 و مشارف سافتن او کہ بصفات جلالیہ ہے آدم کو صفات و کمالات جمالیہ و جلالیہ سے
 و جمالیہ مشرف و مشارف گردد و بایں حق تعالیٰ کا مشرف کرنا اس لئے ہے کہ اس
 خلعت و تشریف کتف او مزین و مکتف خلعت و تشریف سے اس کا کتف مزین و
 گردانید و بنا برین کہ مر آدم را جامع ہر درست و آراستہ ہو جائے اس وجہ سے
 دو دست خود گردانید گفت با بلیس ما حق تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آدم کو بنایا اور
 منعک تا آخر یعنی چہ چیز بازداشت پیدا کیا یعنی دونوں ہاتھوں سے آدم کو جمع کیا اور بلیس
 ترا ای ابلیس از سجدہ کردن و انقیاد نمودن سے کہا کہ مامنعک تا آخر یعنی ای ابلیس وہ کونسی علت

تخلیفہ من کہ پیدا کردم آنرا بدو دست
 خود پس آدم را مشرف و مشارف هر دو
 دست خود کرده بود تا این قول گفت چنانکه
 میشنوی ق و ما هو الاعمین جمیع الصورین
 صورت العالم و صورت الحق و ہمایدا الحق
 ل یعنی نیست جامع بودن آدم میان دو
 دست حق مگر جمع کردن آن میان دو صورت
 معبود کہ صورت عالم باشد و صورت حق
 و ہر دو صورت دو دست حق اند و صورت
 عالم مظاہر اسماء الہی و عین اسماء الہی اند کہ
 مظہر عین ظاہر است و اسماء عین مسمی پس
 حق کل باشد و دست او کنایت از کل
 و چون مظاہر عین ظواہر اند اینجا گفت
 و ہمایدا الحق و اگر نہ بالا گفتہ است کہ از
 دو صفت جلال و جمال تعبیر کرد بدو دست
 و نیز ماہمہ عالم اوصاف اویم چنانکہ بالا
 گذشت و اطلاق صورت بر غیب خصوصاً
 غیب الغیب مجاز باشد و برای مانکار
 بحقیقت است ق و ابلیس جزء من العالم
 تھی جس کی وجہ سے تو نے میرے خلیفہ آدم کو سجدہ نہیں
 کیا اور تجھ کو اُس نے سجدہ کرنے سے باز رکھا
 حالانکہ میں نے اپنے خلیفہ کو اپنے دونوں ہاتھوں
 سے بنایا اور صفات و کمالات جمالیہ اور جلالیہ
 سے اُس کو مشرف کیا۔ یہ تمام باتیں حق تعالیٰ نے
 ابلیس سے کہیں اور انھیں دونوں صفات کے ظہور
 کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ابلیس پر حجت قائم کی۔
 حضرت آدم علیہ السلام حق تعالیٰ کے دونوں
 ہاتھوں کے جمع کر نیوالے ہوئے وہ دونوں ہاتھ
 حق تعالیٰ کے صورت عالم و صورت حق ہیں اور یہ دونوں
 صورتیں حق تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہیں صورت عالم
 مظاہر اسماء الہی و عین اسماء الہی ہیں اسلئے کہ مظہر عین
 ظاہر ہے اور اسماء عین مسمی ہیں پس کل حق ہے اور دونوں
 ہاتھوں سے بھی کل ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جبکہ
 مظاہر عین ظواہر ہیں اس مقام پر و ہمایدا الحق کہا ورنہ پہلے
 اس کے حق تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کو صفات جمالیہ و
 جلالیہ سے تعبیر کیا تھا اور ہم تمامی اہل عالم اُس کے اوصاف
 ہی اوصاف ہیں جیسا کہ اوپر کہا گیا اور صورت کا اطلاق
 غیب پر خصوصاً غیب الغیب پر کرنا مجاز ہے ہم کو تو

لم یحصل لہ بذہ الحقیقت ل یعنی ابلیس | حقیقت سے کام ہے اور بس۔ یعنی ابلیس عالم کا
 جزر الیست از عالم حاصل نشد مراد | ایک جزر ہے اُس کو آدم علیہ السلام کی ایسی جمعیت
 جمعیت آدم بلکہ جزر الیست از آدم | حاصل نہ ہوئی بلکہ وہ آدم کا بھی جزر ہے اور جزر کل کی
 و جزر جمعیت کل ندارد پس محاکات | جمعیت نہیں رکھتا۔
 ابلیس و دعوی جزیرت پیش | اسوجہ سے محاکات ابلیس یعنی دعوی جزیرت حضرت الحق
 حضرت الحق نظر باصل اوست کہ | کے مواجہ میں اُس کے اصلیت کے نظر و اعتبار سے ہے
 ناراست تا در برابر بود بے حساب | کیونکہ وہ آتش سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے کہ برابر بے حساب
 چہ اصل او دیدہ اور اکور ساخت | ہو ابلیس کے اصلیت نے اُس کو اندھا کر دیا اور اپنے
 دندید کہ در آدم ہم صورت عالم باشد | اندھے ہو نیکی وجہ سے یہ نہ دیکھا اور نہ سمجھا کہ آدم علیہ السلام
 ہم صورت حق پس آدم کل است و | میں جو حق خلیفہ ہے عالم کی صوت اور حق کی صورت دونوں
 ابلیس جزر او کل عظم باشد از جزر | ظاہر ہیں پس آدم کل ہے اور ابلیس اُس کا جزر ہے
 بیداہت عقل و نظر اول و در انفس | اور کل جزر سے عقل و نظر کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے
 الخواص باشارت در بیان ابلیس | انفس الخواص میں ابلیس کے بیان میں صحیح اور واضح
 شرح دادہ شد صریح در اینجا بیج و مجمل | طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اس مقام پر صریح بیان کرنا
 اینست کہ ہر چیزیکہ بازدارد ترا از حق | قبیح ہے۔ مجمل یہ ہے کہ جو چیز تم کو حق اور یاد حق سے
 و باد حق پس آن شیطان تست و در | غافل کر دے اور باز رکھے وہی تمہارا شیطان ہے اس
 اینجا نیز اشارتے تو اوں کرد کہ شیطان | مقام پر اشارت ہے کہہ سکتے ہیں کہ شیطان تمہارا دشمن ترین
 دشمن ترین دشمنان تست کہومی از | دشمن ہے کہ اک لمحہ بھی تم سے جدا نہیں ہوتا
 تو جدا نشود و شب و روز بتو در بادم | اور دن و رات تم سے تم میں تمہارے

تو سیر کند و جز ہلاکت تزا دوست ندارد سے سانس کے ساتھ سیر کرتا ہے اور سوائے تمہارے
 شیطنت گردن کشی بد در لغت : مستحق ہلاکت کے کوئی دوسری چیز درست نہیں رکھتا
 لعنت آید ای صفت : اسپ سرکش را شیطان کے معنی لغت میں گردن کشی کے ہیں۔
 عرب شیطانش خواند : نی ستوری را کہ اس وجہ سے یہ صفت مستحق لعنت ہے + سرکش
 در مرعی بماندق و لعدا کان آدم خلیفہ گھوڑے کو زبان عرب میں شیطان کہا ہے۔
 ل یعنی از ہمیں راہ کہ آدم جامع بود میان اس چو پایہ کو نہیں کہا جو چراگاہ میں چرتا ہے +
 صورت عالم و صورت حق تعالیٰ خلیفہ یعنی اس نظر سے کہ آدم علیہ السلام صورت عالم
 در عالم و ملاذ و مستغاث وی و اگر این اور صورت حق کے جامع تھے۔
 جمعیت در وی نمی بود شایستہ خلافت عالم میں حق تعالیٰ کے خلیفہ ہوئے اور عالم کے
 نمی شد چوں ملائکہ چنانکہ میشنوی ق پشت پناہ اور فریاد کے سننے والے ہوئے اگر
 فان لم یکن ظاہراً بصورت من استخلفہ یہ جمعیت حضرت آدم میں نہ ہوتی تو خلافت
 فیما استخلفہ فیہ فما ہو خلیفہ وان لم یکن فیہ کے لائق نہ ہوتے۔ جیسے کے فرشتے کہ ان میں
 جمیع ما تطلبہ الرعایا التی استخلف علیہا لان جمعیت الیہ نہیں تھی مستحق خلافت حق تعالیٰ
 استناد ہا الیہ ل قول او فان لم یکن نہ ہوئے۔
 بامتعلقات فعل شرط است و فما ہو خلیفہ
 جزاء شرط و قول او وان لم یکن بامتعلقات
 معطوف باشد بر فعل شرط مذکور یا
 بر تمام شرطیہ پس جزاء شرط محذوف باشد
 بقریبہ جزاء شرط ادل چنانکہ میگوئی ان

قدم ابنی من اسفر فعبدی ہذا حروان
قدم صدیقی دقول اولان استناد ہالیہ
وجہ است مرطلب کردن رعایا را کہ طلب
کنند مطالب خود را از پیش خلیفہ یعنی پس
اگر نباشد آدم ظاہر بصورت کسیکہ خلیفہ گرفتہ
است آنرا کہ حق تعالیٰ باشد در چیزے کہ
خلیفہ گرفتہ باشد درال پس نیست آدم
خلیفہ و اگر نباشد در آدم جمیع چیزے کہ طلب
کند آنرا رعایا کہ آن خلیفہ است برآنا چہ
استناد و رجوع رعایا بسوے خلیفہ
باشد و ضروری است کہ از خلیفہ حوائج
خود طلب نمایند پس آدم خلیفہ نباشد
یعنی حق تعالیٰ خلیفہ خود گرفت آدم را
بر عالم در اسماء صفات جمالی و جلالی
خود کہ ہر چہ عالمیان بخواہند و ہر چیزے کہ
ایشان مستحق آن باشند آنرا بعالمیان رساند
پس ضرور است کہ بصفات حق موصوف باشد
دائچہ رعایا یافتہ اند و خواہند یافت با خلیفہ
باشد پس ضرور شد کہ خلیفہ جامع باشد

یعنی اگر آدم علیہ السلام حق کی صورت پر عالم میں ظاہر نہ
ہوتے اور اگر وہ تمام امور آدم علیہ السلام میں نہ ہوتے کہ
جن امور پر حق تعالیٰ نے آدم کو خلیفہ بنایا ہے اور اگر
ان میں وہ سب چیزیں نہ ہوتیں جن کو رعایا خلیفہ سے
طلب کرتی ہیں تو کبھی کبھی ان رعایا کی نسبت اس خلیفہ
کی طرف صحیح نہ ہوتی کیونکہ استناد و رجوع رعایا کا خلیفہ
کی طرف ہے۔ اور ضروری ہے کہ رعایا خلیفہ سے اپنی
اپنی ضروریات طلب کریں۔ پس آدم خلیفہ نہیں ہے۔
یعنی حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے تمامی اسماء و
صفات جمالی و جلالی کے ساتھ عالم میں اپنا خلیفہ بنایا
تاکہ عالم والے جو کچھ چاہیں اور ہر وہ چیز کہ
جس کے یہ لوگ مستحق ہوں اس کو خلیفہ عطا کرے
اور پہنچا دے۔ خلیفہ حق تعالیٰ کو صفات
حق تعالیٰ سے متصف ہونا ضروری ہے۔ جو کچھ
کہ رعایا نے پایا یا پاویں گے وہ سب خلیفہ کے
پاس اور اس کے قبضہ قدرت میں ہونا چاہئے
اور ہے۔ پس ضروری و لازمی ہے کہ حق تعالیٰ
کا خلیفہ حق اور عالم کی صورت کا جامع ہے۔

میان صورت عالم و صورت حق تعالیٰ پس لازمی اور ضروری ہے کہ رعایا کو وہ تمام چیزیں
 قی فلا بد ان یقوم بجمع ما تحتاج الیہ والا کہ جس کی رعایا کو محتاجی ہو خلیفہ مرحمت فرما دے۔
 فلیس بخلیفہ علیہم ل یعنی پس ناچار است پس عالم کی صورت خلیفہ میں موجود ہونا ضروری
 و ضروری کہ قیام نماید و مرحمت فرماید خلیفہ ہے۔ اور اگر رعایا کے حاجات ادا اور پورا کرنے میں
 بر رعایا جمیع چیزیکہ بوجہ محتاج باشند قائم نہ ہو اور قاصر رہا تو وہ خلیفہ نہیں ہے اس لئے
 پس صورت عالم در خلیفہ باشد و اگر قائم کہ خلیفہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ رعایا کے حقوق کو ادا
 نشود بہ آداء حاجب رعایا پس خلیفہ نیست کرے پس خلافت حق تعالیٰ کی انسان کامل کے لئے
 بر رعایا کہ شان خلیفہ ادا می حقوق رعایا راست و درست ہے کہ وہ حق تعالیٰ اور عالم کی
 است قی فاصحت الخلفۃ الاللا انسان صورتوں کا جامع ہے جیسے کہ حضور پر نور صلی اللہ
 الکامل فانشار صورت الظاہرت من علیہ وسلم ہیں۔ پس پیدا کیا حق تعالیٰ نے انسان
 حقائق العالم و صورہ و انشار صورۃ الباطنہ کامل کے ظاہر صورت کو عالم کے حقائق اور
 علی صورۃ تعالیٰ ل یعنی پس صحیح و مستقیم صورت پر۔
 نشد حق تعالیٰ مگر انسان کامل را کہ پس انسان کامل کی ظاہر صورت عالم کی صورت
 روئے صورت عالم باشد و صورت پر ہے اور انسان کامل کی باطن صورت کو اپنے
 حق تعالیٰ چوں محمد رسول اللہ صلی اللہ صورت پر پیدا کیا۔
 علیہ وسلم پس پیدا کرد و گردانید حق تعالیٰ
 صورت ظاہر انسان کامل را از حقائق
 و صورتہائے عالم صورت ظاہر انسان
 کامل صورت عالم آمد و پیدا کرد صورت

باطن انسان کامل را بر صورت خود عزت شانه | اس وجه سے انسان کامل کی باطنی صورت حق
 و جل برہانہ پس صورت انسان صورت | کی صورت پر آئی پس انسان کامل صورت حق
 حق آمد پس او جامع باشد میان صورت | اور صورت عالم کا جامع ہے۔ جانو کہ ظاہر مطلق
 عالم و صورت حق تعالیٰ بدانکہ ظاہر | ہے اور ظاہر مضاف ہے اور اسی طرح باطن مطلق
 مطلق است و ظاہر مضاف و یچنین | ہے اور باطن مضاف ہے ظاہر مطلق عالم اجسام
 باطن پس ظاہر مطلق عالم اجسام است | اور باطن مطلق ذات الہی اور اُس کے صفات
 و باطن مطلق ذات الہی و صفات او | ظاہر مضاف اور باطن مضاف عالم ارواح
 و ظاہر مضاف و باطن مضاف عالم | ہے کہ ظاہری نظر سے باطن مطلق ہے اور باطن
 ارواح باشد کہ نظر بظاہر مطلق باطن | کے نظر سے ظاہر مطلق ہے وہی اول ہے وہی
 است و نظر بباطن مطلق ظاہر ہو الاول | آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ یعنی
 وہو الآخر و الظاہر و الباطن قی و لذالک | اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ نے انسان کامل کے
 قال فیہ کنت سمعہ و بصرہ و ما قال کنت | باطنی صورت کو اپنی صورت پر بنایا ہے اور
 عینہ و ادنہ ففرق بین الصورتین ل | ظاہری صورت کو اپنی صورت پر نہیں بنایا ہے
 یعنی بنا برین کہ پیدا کرد حق تعالیٰ صورت | انسان کے حق میں فرمایا ہے کہ میں اُس کی
 باطن انسان کامل را بر صورت خود نہ صورت | شنوائی ہوں اس لئے کہ وہ میری طرف
 ظاہر دے را گفت در حق آن انسان | متقرب ہے اور میں اُس کی بینائی ہوں یعنی
 کنت سمعہ و بصرہ یعنی ہستم من سمع | سننے والی اور دیکھنے والی جو قوت کہ انسان
 انسان کامل کہ بندہ متقرب باشد | میں ہے اُس کے فرمایا کہ وہ میں ہوں اسلئے
 بسوی من و بصر آن یعنی شنوائی و بینائی | کہ وہ میری طرف متقرب ہے یہ نہیں

انسان کامل ام دسامعہ و باصرہ و نہ گفت
 کنت عینہ و ادنہ یعنی ہستم من چشم و گوش
 او کہ ہر دو ظاہر اند: البتہ بصر و سمع پس
 فرق کرد حق تعالیٰ میان صورت ظاہر
 و صورت باطن کہ خود صورت باطن انسان
 کامل است نہ صورت ظاہر اگرچہ ظاہر
 عین مظهر باطن یا شوق و ہکذا ہونی
 کل موجود من العالم بقدر ما تطاہر
 حقیقتہ ذلک الموجود لکن لیس لاعد
 مجموع ما للخلیفہ فما زال بالاجموع
 دولا سریان الحق فی الموجودات
 بالصورت ما کان للعالم وجود ل
 یعنی ہمچنین حق تعالیٰ در ہر موجود است
 از موجودات عالم لیکن بحسب طلب
 حقیقتہ ہر موجود استعداد قابلیت
 آن چہ اگر باطن ہر موجود صورت حق
 تعالیٰ نباشد آن موجود موجود نباشد
 چنانکہ عنقریب میشنوی انشاء اللہ
 تعالیٰ العزیز لیکن نیست مرہیج یکی را
 کہما کہ میں اُس کا کان ہوں اور اُس کی آنکھ
 ہوں۔ آنکھ دکان ظاہر میں سننے اور دیکھنے
 کے آلات ہیں۔
 حق تعالیٰ نے انسان کامل کے ظاہری صورت
 اور باطنی صورت میں فرق کیا ہے اس وجہ سے
 کہ باطنی صورت حق کی صورت ہے ظاہری
 صورت حق کی صورت نہیں ہے اگرچہ ظاہر عین

از غیر خلیفہ مجموع چیزے کہ مر خلیفہ را
 باشد پس فایز نشد و ظفر نیافت
 خلیفہ مگر مجموع صورت حق و صورت
 خلق و بجامع شدن در میان جمیع اسماء
 الہی و حقائق کوئی بخلاف غیر خلیفہ کہ
 فایز نیست و ظفر نیافت مگر بہ بندی
 از حقائق الہی و نیاد او مگر منظر اسمی از
 اسماء الہی مقتضی آن ہمانست و خلیفہ
 منظر ذات آمد کہ جامع جمیع اسماء و
 صفات است مقتضی حقیقہ خلیفہ
 چنین بود چنانکہ اشارت کرد بقول
 خود بقدر ما تطلبہ حقیقہ ذلک
 الموجود و برائے دفع توہم تساوی
 خلیفہ و ہر موجود کہ ناشی شد از قول
 شیخ قدس سرہ کہ و ہکذا ہوا فی کل
 موجود من العالم باشد گفت لکن
 یس لآحد آہ و قول او فما فالالا
 بالجموع بر ظاہر خود است چنانکہ در
 تجلیتہ الفصوص گفتہ شد و نیز تو اند بود
 جو حق تعالی کا خلیفہ۔ عالم کے کسی موجودات
 میں حق تعالی کا مجموعی ظہور نہیں ہے اور مجموع
 صفات الہیہ سے سوائے آدم علیہ السلام کے
 اور کوئی دوسرا فائز نہیں ہوا ہے۔ انسان
 کامل جو کہ حق تعالی کا خلیفہ ہے اسی صورت
 حق و صورت عالم کے مجموعیت سے اور تمام
 اسماء الہیہ اور حقائق کوئی کا احاطہ و جمع کرنے
 سے تمام مخلوقات پر فتح پائی اور مقام عالی
 پر سرفراز ہوا کہ اُس مقام پر حق تعالی کے
 کسی مخلوق کی گذر نہیں ہے بخلاف غیر خلیفہ کے
 کہ اُس کے اندر جمعیت نہیں ہے۔ نہ تو
 اُس نے فتح پایا نہ مقام عالی پر پہنچا جو حقائق
 کے مرتبوں کے اندر تھے اسی حساب سے اسماء الہی
 کے کسی نہ کسی اسم کے منظر تھے۔ فرشتوں کے نشات
 و استعداد کا یہی تقاضا تھا کہ وہ حق تعالی کے کسی
 نہ کسی اسم کے منظر ہوں اور خلیفہ یعنی انسان اُس کے
 ذات کا منظر ہے جو کہ جامع جمیع اسماء و صفات ہو۔
 جیسا کہ شیخ قدس سرہ نے اپنے قول میں اشارہ کیا
 ہے ما تطلبہ حقیقہ ذلک الموجود۔ خلیفہ اور ہر موجود

کہ بگوی کہ فایزہ مستحق نشد انسان کامل کی برابری کا تو ہم جو کہ شیخ قدس سرہ کے قول سے ظاہر
 بخلافت مگر بسبب مجموعہ دھرز خود ہوتی ہے اور وہ قول دہکذا ہونی کل موجود من العالم ہے
 وغیر ازیں مجموعہ محروم است اگرچہ اُس تو ہم کو دفع کرنے کیلئے شیخ قدس سرہ نے فرمایا و لکن
 از فیض ادبی بہرہ نباشد چنانکہ گفت لیس اعداء اور قول شیخ قدس سرہ کا جو کہ فاما الا بالمجموع
 ولولا سریان الحق آخرہ یعنی اگر نبودے ظاہر پر اپنے ہے جیسا کہ تجلیۃ الفصوص میں بیان ہوا ہے
 سریان حق تعالیٰ بصورت و ہوتیہ در اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی مجموعیت کے سبب انسان کامل
 جمیع موجودات نمی بود مر عالم را وجود خلافت کے منصب عالی پر فائز ہوا۔ فرشتوں کیلئے مجموعیت
 و ہستی چہ وجود و ہستی مر حق راست و پس نہیں تھی اس وجہ سے حق تعالیٰ کے خلیفہ نہ ہوئے اگرچہ
 دیگر ی نظر بذات خود وجود سے تدارد تمامی مخلوقات اللہ تعالیٰ کے فیض سے محروم نہیں ہے۔
 و مارا موجود از آن میگویند کہ بوجوداد جیسا کہ شیخ قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ لولا سریان الحق الی
 متعلق ایم چنانکہ زید را مضروب از ان آخرہ۔ یعنی اگر حق تعالیٰ کا سریان تمام موجودات کے
 میگویند کہ متعلق است بضرب ضارب حقیقت و ہوت میں نہ ہوتا یا یوں کہو حق تعالیٰ تمام
 و حل این مطلب در ترجمۃ الكتاب واقع موجودات کی حقیقت و ہوت نہ ہوتا تو تمام موجودات
 شدہ است فارح ایہ ان رغبت عالم کا وجود و ظہور نہ ہوتا اس واسطے کہ عالم کی وجود و ہستی
 و سریان درینجا حقیقت خود نیست حق کی وجود و ہستی اور کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ ہم کو
 و اگر نہ حلول لازم آید و این کفر است موجود اسوجہ سے کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود سے تعلق رکھتے
 قی کا انہ لولا تلک الحقائق المعقولاتے ہیں جیسے کہ زید کو مضروب اسوجہ سے کہتے ہیں کہ ماریوالے
 الکلیۃ ما ظہر حکم فی الموجودات العینتہ کے ضرب سے متعلق ہے۔ اس مطلب کا حل ترجمۃ الكتاب
 ل یعنی چنانکہ بدستیکہ اگر نبودندے میں کیا گیا ہے اگر تم کو اُس کی تلاش اور رغبت ہے تو اسکو دیکھو۔

حقائق معقولہ کلیہ کہ مذکور شدہ اند سابق
ظاہر نبی شدہ علمی در موجودات خارجی
اس جگہ سریان حق تعالیٰ کا اپنے حقیقت پر نہیں ہے در نہ
حلول لازم آویگا اور یہ کفر ہے۔

چنانکہ بالائے ذشت یعنی مرہیج موجودے
رابی سریان حق در دے وجودے نمی
یعنی اگر حقائق معقولہ کلیہ نہ ہوتے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے تو
کسی موجودات کا ظہور و وجود ہی نہ ہوتا یعنی بغیر سریان
حق کے کوئی موجود موجود نہیں ہو سکتا جس طرح سے کہ اگر
حقائق کلیہ معقولہ نہ ہوتے تو موجودات عینیہ میں کوئی حکم
ثابت نہ ہوتا اور کسی پر عالم کا حکم نہ ہو سکتا اور کسی کو قادر
دکون نہ کہتے اور رزاق و غفار نہیں کہہ سکتے اور اسماء حق
تعالیٰ ظاہر نہ ہوتے۔

نہا شد در موجودات عینی حکم ثابت
نشود و برہیچکس حکم بعالم نلکم و قادر
نگویم و یکون نخوانم و رزاق و غفار
نگویم پس اسماء حق تعالیٰ ظاہر نشوند
ہچنین اعیان ثابتہ کہ مر اور است
وجود عینی و قابل فیض حق تعالیٰ امور
معقولہ کلیہ اند چنانکہ گفت سابق بل
ہو عینا پس اگر موجود عینی نباشد ہم
حق ظاہر نشود و مثلاً اگر مرزوق نباشد
اسم رزاق ظاہر نہ گردد و اگر عاصی نباشد
غفار و منتقم و قہار پیدا نشود و فاطر کل
ارتباط ہے۔

حق تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کے ظہور میں خلق کی طرف نظر
رکھتا ہے جس طرح سے خلق اپنے وجود و ہستی میں حق کی طرف
نگاہ رکھتا ہے۔ اس جگہ حافظ شیرازی فرماتا کرتے ہیں

و میخواندہ سایہ معشوق گرفتار عاشق اور فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کا سایہ عاشق پر پڑے
 چہ شد: ما باو محتاج بودیم او بسا تو کیا برج ہے: عاشق معشوق کا محتاج ہے اور
 مشتاق بودی دمن ہذاہ حقیقتہ کان معشوق عاشق کا مشتاق ہے۔
 الافتقار من العالم الی الحق فی وجودہ یعنی اس حقیقت و حکم سے کہ بغیر سر بیان حق تعالیٰ
 لی یعنی ازیں حقیقت و ازیں امر کہ کے کوئی موجود موجود ہی نہیں ہوتا عالم کا افتقار
 بیج موجود ہے بی سر بیان حق تعالیٰ اور احتیاج اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی طرف
 موجود نشود متحقق شد افتقار و متحقق ہوا کیونکہ بنا یوا لے کے برائے سے نہیں
 احتیاج عالم در وجود بسوی حق نہ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیض اقدس سے فیض پانے
 در ذات کہ اعیان بجعل جاعل مستند والے ہیں۔

اگرچہ فایض باشند از حق تعالیٰ لاکنی کنایت سے ہے جس کے معنی چھپانے
 بفیض اقدس ق فالکل مفتقر و ما کے ہیں۔ پس ہر ایک واجب اور ممکن مفتقر و
 اکل مستغن: ہذا ہوا الحق قد قلناہ محتاج ایک دوسرے کے ہیں اور کوئی مستغنی
 لاکنی لکنی از کنایت است بمعنی ستر ایک دوسرے سے نہیں ہے جیسا کہ بیان ہوا
 یعنی پس ہر واحد از واجب و ممکن مفتقر اور جو کچھ میں کہتا ہوں یہی حق ہے اور قبول
 و محتاج اندہ دیگرے و نیست بیج یکی کرنے کے لائق ہے۔ اس کو سچائی کے ساتھ
 از دیگرے مستغنی چنانکہ گذشت و میں نے کہا ہے تم سے چھپا یا نہیں ہے اس وجہ
 اپنے میگویم ہمیں حق است و حقیق سے کہ حقیقت حال کا چھپانا اس شخص سے کہ
 بقبول کہ تحقیق کنیم آنرا اولوشیدہ جو اس کا اہل ہے بہت ہی بڑا ہے اس سے
 فیہ ابریم چہرہ شہد ان حقیقت حال کرنا اہل پر ظاہر کیا جائے۔ جیسا کہ اس حکم کا

براہل شنیع تر باشد از کشف آن برنا اہل
چنانکہ کشف این حکم در انفاس الحواص واقع
شدہ است و ارتفاع مستغنی مر مذہب
اہل کوفہ است کہ شیخ قدس سرہ مایل
بآنست ق فان ذکر ت غنیا لا افتقار لہ
فقد علمت الذی بقولنا یعنی ل یعنی این
قول دفع تو ہم است کہ حق تعالی غنی است
بذات خود پس افتقار او بسوائے ما چگونہ
است یعنی پس اگر ذکر کنی تو ای سلیم القلب
و بگوی کہ حق تعالی غنی است و بیچ چیز محتاج
نہ چہ جائے چیزیکہ خود محتاج باشد بحق پس
بگوئیم کہ بتحقیق دانستی آنچه مراد ما از قول
ما است یعنی مراد ما آنست کہ او محتاج است
بما در ظور احکام و اسما چنانکہ گذشت چنانکہ
بے انتقام منتقم نشود بی عاصی ہم منتقم نشود
پس حکم بانترقام و منتقم پیدا نشود و این
منافی غنای حق نبود چہ غنای او نظر بوجود
وی است ق فاکل بالکل مر بوط فلیس
لہ عنہ الفصال خذ و اما قلنتہ عنی ل یعنی ہر واحد
کشف انفاس الحواص میں کیا گیا ہے۔ ارتفاع
مستغنی مذہب اہل کوفہ ہے اور شیخ قدس سرہ
اُسی طرف مائل ہیں۔
پس اگر ذکر کرے تو ای سلیم القلب اور کہے کہ
حق تعالی غنی ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے
جبکہ شی خود ہی حق کی محتاج ہے تو حق تعالی شی کا
محتاج کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں
ہم کہیں گے کہ جو کچھ ہماری مراد ہے اُس کو تم نے
جانا اور سمجھا ہماری مراد اس قول سے یہ ہے۔ کہ
حق تعالی ہمارا محتاج اپنے اسماء کے
ظور کے احکام میں ہے۔ جیسا کہ کہا گیا
اُس کو اس طرح سمجھو کہ حق تعالی بغیر
انتقام منتقم نہیں ہو سکتا اور بغیر عاصی کے
گناہ بخشے غفار نہیں ہوگا۔ بغیر عاصی اور
وانترقام کے حکم منتقم اور غفار کا ظاہر
نہیں ہو سکتا اور یہ حق تعالی کے غفار
کے منافی نہیں ہے اس وجہ سے کہ حق
تعالی اپنے وجود کے نظر و اعتبار سے
غنی ہے یعنی ہر ایک حق و خلق ایک دوسرے سے

از حق و خلق ہر واحد مربوط است و مرتبط | بجہات مختلفہ مرتبہ اور مربوط ہیں یعنی یہ دونوں
 بجہات مختلفہ یعنی ہر ایک کی از میں دو یا بدیگری | یا ممکن اور واجب ایک دوسرے سے ربط اور
 مرتبط است و متصل پس نیست مرتبہ کی | ارتباط پائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے سے
 راز دیگری انفصال و جدای و چوں اینجلم | کسی حالت میں جدای اور انفصال نہیں ہے۔
 غریب بود وصیت نمود با خذوے و گفت | چونکہ یہ حکم غریب اور نادر تھا اس کے لئے لینے اور
 خذو اتا آخر یعنی بگیری ای طالبان حق | قبول کرنے کے وصیت کی اور فرمایا خذو اتا آخر
 و معرفت از من چیزے کہ گفتم اما از میں | یعنی اے طالبان حق و معرفت جو کچھ میں نے
 روے کہ منم بلکہ از میں روے کہ مترجم | تم سے کہا ہے اس کو مجھ سے بیلو اور اپنے دامن
 رسول خدا ام در رسول خدا مترجم خدا است | کو حکمت و معرفت کے مغز سے بھر لو۔ اس نظر
 من یطع الرسول فقد اطاع اللہ قل ان | سے نہیں کہ یہ حکم میرا ہے بلکہ اس نظر و جہت
 کنتم تحبون اللہ فا تتبعوا نى یحبکم اللہ | سے قبول کرو کہ میں مترجم رسول خدا ہوں اور
 ما ینطق عن الہوی علمہ شدید القوی قی | رسول خدا مترجم خدا کے ہیں۔ تحقیق جس نے
 فقد علمت حکمتہ نشاۃ جسد آدم اعنی | رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی
 صورۃ الظاہرۃ و قد علمت حکمتہ نشاۃ | اطاعت کی۔ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 روح آدم اعنی صورۃ الباطنۃ فہو الحق | ان سب سے کہدو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو
 و الخلق ل یعنی پس تحقیق دانستی از آنچه | دوست رکھے تو میری پیروی کرو اللہ تم کو دوست
 گذشت حکمت و معرفت نشاۃ جسد آدم | رکھے گا۔ اور نہیں کلام کیا تم نے خواہش نفس
 علیہ السلام یعنی حکمت صورت ظاہر او | سے۔ علم دیا ہے سخت قوتوں والے نے۔
 و تحقیق دانستی حکمت و سر نشاۃ روح | یعنی جو کچھ کہ حکمت و معرفت جسد آدم کی بیان

آدم علیہ السلام یعنی صورت ظاہر
 اور عالم است و صورت باطن
 اور صورت حق و در بعضی نسخہ
 بجائے روح آدم روحانیت آدم
 است پس آدم حق باشد باطن
 خود و خلق بظاہر خود و این ہمہ ظاہر
 است از بیان ما سبق و در بعضی
 نسخہ خلق بدون و او عطف است
 پس برین تقدیر خلق جز از خبر
 باشد **حق** و قد علمت نشاءہ رتبہ
 و ہی المجموع الذی بہ استحق الخلافۃ
 ل یعنی بتحقیق و انستی نشاءہ رتبہ
 آدم و آن مجموع است کہ بوسے
 مستحق و سزاوار خلافت و نیابت
 حق تعالی شد چنانکہ گذشت کہ اگر
 خلیفہ بصورت مستخلف نباشد
 خلیفہ نیست و ہمچنین اگر در خلیفہ
 جمیع چیزیکہ مطالب مستخلف علیہ
 اند نباشد خلیفہ نباشد پس خلیفہ

کی گئی اُس کو تم نے جانا۔ یعنی اُس کے ظاہری
 صورت کے حکمت اور روح آدم علیہ السلام
 کے حکمت و معرفت و سر کو تم نے سمجھا۔
 وہ حکمت اور معرفت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام
 ظاہری صورت عالم کی صورت اور باطنی صورت
 حق کی صورت ہے۔ اور بعضے نسخوں میں روح
 آدم کے بجائے روحانیت آدم ہے۔ یعنی آدم
 اپنے ظاہری صورت سے خلق اور باطنی صورت
 سے حق ہے۔ اور یہ سب پہلے بیان کیا جا چکا ہے
 اور بعضے نسخوں میں خلق بدون و او عطف
 کے ہے ایسی صورت میں خلق خبر بعد خبر کے ہے۔
 یعنی تحقیق تم نے آدم کے رتبہ کو جانا کہ
 وہ جامع ہے اور جمعیت رکھتا ہے اور
 اسی جمعیت کی وجہ سے حق تعالیٰ کے
 نیابت اور خلافت کا مستحق ہوا کیونکہ
 اگر خلیفہ مستخلف کے صورت پر نہ ہو تو وہ
 خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اسی طرح اگر خلیفہ میں وہ تمام
 صفتیں نہ پائی جائیں جو مستخلف میں ہیں تب بھی

جامع باشد تا خدا از حق تعالیٰ نظر بنشار روحانی باشد و تبلیغ او بسوئے خلق نظر بنشار جسمانی پس با حق است و با خلق نے حق باشد و خلق چنانکہ گذشت گفته است باری تعالیٰ و یوجعلناہ ملکا یجعلناہ رجلا و لبسنا علیہم ما یلبسون اینجا کمال انسان و قیمت لباس فاخر او کہ بدن باشد دریاب و ما قدر اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء و درینجا کمال دیگر است مر انسان را چنانکہ فقیر در انفاس الخواص ذکر کردہ است و مرتبہ انسان را در ترجمتہ الكتاب بیان نمودہ قی فادم ہوا النفس الواحدة التي خلق منها ہذا النوع الانسانی یعنی پس آدم کہ خلیفہ حق باشد در زمین آن نفس واحد است کہ خلق و ایجاد کردہ شد از وی نوع انسانی یعنی

خلیفہ نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے خلیفہ۔ حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کے احکام کو باطنی اور روحانی قوت سے اذ کرتا اور لیتا ہے (یہ مقام ولایت کا ہے جو کہ نبوت کا باطن ہے) اور جسمانی نشاۃ کے نظر و جہت سے حق تعالیٰ کے احکام خلق کو پہنچانا اور تبلیغ احکام کہ نایہ مقام رسالت کا ہے۔

پس خلیفہ حق اور خلق دونوں کے ساتھ ہے نہ تو وہ حق ہے نہ خلق ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تحقیق اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو اُس کو بھی انسان کا لباس پہناتے یہ لباس فاخرہ یعنی جسم کا لباس انسان ہی کے لئے بنا تھا اُس کو اُس نے پہن لیا اس مقام پر انسان کے کمال اور اُس لباس فاخرہ کی قیمت جو کہ اُس کا جسم ہے سمجھو نہیں قدر کیا اللہ کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق ہے جبکہ کہا اُن لوگوں نے کہ بشر پر اللہ تعالیٰ نے کوئی شی نازل نہیں کیا۔ اس جگہ پر انسان کا کمال جمال دوسرا ہے جیسا کہ انفاس الخواص میں ذکر کیا گیا ہے اور رتبہ انسان کا ترجمتہ الكتاب میں بیان کیا

ابتدا پیدا کردن نوع انسانی از آدم گیا ہے۔

باشد پس آدم درین نوع داخل باشد یعنی آدم علیہ جو کہ زمین پر حق تعالیٰ کے خلیفہ ہیں وہی

و مراد از آدم آدم عنصری است کہ ذات واحد ہے کہ جس سے نوع انسانی ایجاد و پیدا

ہمیں است ظاہری از سیاق و سباق ہوئی۔ یعنی نوع انسانی کے پیدا ہونے کی ابتدا آدم سے

و مطابق فتوحات و نقوش الفصوص ہے اور وہ آدم اس نوع انسانی میں داخل ہے۔ اور

آرے اینچار مزے و اشارتے است آدم سے مراد آدم عنصری۔ سیاق و سباق مطابق

کہ عنقریب کفۃ خواہد شد انشاء اللہ فتوحات و نقوش الفصوص سے یہی ظاہر ہے۔ ہاں

العزیز و تواند بود کہ مراد حقیقت اس مقام پر رمز و اشارہ ہے جو عنقریب ظاہر کیا جائیگا

محمدی باشد و نفس کلی بے تکلف انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ہو سکتا ہے کہ اُس سے مراد

در منہا درست گردد و ہو قولہ تعالیٰ حقیقت محمدی ہو صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور نفس کلی

یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم بے تکلف منہا میں درست ہے اور یہ قول حق تعالیٰ کا ہے۔

من نفس واحدہ و خلق منہا زوجہا یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدہ منہا

و بٹ منہا رجلاً کثیراً و نسا یعنی آنکہ و خلق منہا زوجہا و بٹ منہا رجلاً کثیراً و نسا۔

گفتم کہ آدم خود ہماں نفس واحد است یعنی ہم نے جو یہ کہا کہ آدم خود وہ نفس واحد ہے

کہ ازاں پیدا کردہ شد نوع انسانی کہ اُس سے نوع انسانی پیدا کئے گئے تو ہمارا اس

قول حق تعالیٰ است و استفاد ازان طرح کہنا اللہ تعالیٰ کے قول سے استفاد ہے جو کہ

قول کہ یا ایہا الناس اتقوا باشد یا ایہا الناس اتقوا الی آخرہ ہے۔

تا آخر یعنی امی گروہ مردم تقویٰ یعنی امی گروہ آدمیوں کے درو اپنے پروردگار سے

بکنید مررب خود را کہ پیدا کردہ است کہ تم کو ذات واحد سے پیدا کیا ہے اور

شمار از ذات واحد و پیدا کرد از دوسے اُس سے اُس کے زوجہ کو پیدا کیا اور اُن دونوں
 زوجہ او و ظاہر و پراگندہ گردازاں ہر دو سے بہت مردوں اور عورتوں کو ظاہر کیا پس
 مردان بسیار و زنان بسیار را پس ذات وہ ذات واحد حضرت آدم صغی اللہ کی ہے
 واحد آدم صغی باشد صلوات اللہ و سلامہ صلوات اللہ و سلامہ۔
 علیہ و خلق منہا روجہا تا آخر بیان کردن و خلق منہا زوجہا تا آخر قول میں اُس کے زوجہ ہوا
 تا است ازاں ذات واحد و زوجہ او کہ اور ہم سب کے پیدا کرنے کا حال ہے۔ اور باقی
 حضرت حوا باشد و باقی ہمہ ظاہر است ظاہر ہے۔
 بدانکہ چون مرخلیفہ حقیقی را در ہر عالم جائز کہ خلیفہ حقیقی کے لئے ہر عالم میں ایک مظہر ہے
 مظہرے ہست چنانکہ مراصل اور ایں جیسا کہ اُس کے اصل کے لئے۔
 تواند بود کہ آدم حضرت ابجروت روح اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدم حضرت جبروت روح کلی
 کلی باشد کہ مسمی است بعقل اول و زوجہ ہو کہ جو عقل اول کا مسمی ہے اور اُس کی زوجہ نفس کلی
 او نفس کلی است کہ تحقق و ثبوت یافتہ ہے۔ اُس کا ثبوت اور تحقق بائیں پسلی سے ہے اور بائیں
 است از ضلعہ ایسری آنکہ در جانب خلق پسلی خلق کی طرف ہے۔ بخلاف دائیں پسلی کے کہ وہ حق
 باشد ضلع مینی کہ او جانب حق است در حال کی طرف ہے اور رجال کثیر و نسا عقول اور نفوس
 کثیر و نسا کثیر عقول و نفوس مجردہ اند مجردہ ہیں۔
 و آدم حضرت الملکیت نفس کلی باشد کہ اور آدم حضرت الملکوت نفس کلی ہیں کہ تمام نفوس
 جمیع نفوس جزئیہ ملکہ تہ ناشی از و اند جزئیہ و ملکوتیہ اس سے نکلے ہیں۔ اور زوجہ اس
 وزمہ او طبیعت کلی کہ در اجسام باشد کی طبیعت کل جو کہ اجسام سے ہے اور رجال کثیر
 در حال کثیر نفوس ناطقہ مجردہ اند نفس ناطقہ مجردہ اور نسا کثیر نفوس

و نساء کثیر نفوس منطبعہ و باقی قوی قی
منطبعہ اور باقی قوی ہیں۔

نقولہ اتقوا ربکم اجعلوا ما ظہر منکم وقایۃ لکم

واجعلوا ما بطن منکم و ہور بکم وقایۃ لکم
فان الامر ذم و مدح لچوں ذکر کرد

شیخ قدس سرہ آیتہ مذکورہ برائے استشہاد

یعنی جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہ حضرت ام علیہ السلام

قصہ سابق کہ آدم آن نفس واحد است

کہ از وی ظہور یافتہ است نوع انسانی

و معنی ظاہر آیتہ مذکورہ ظاہر است خواست

کہ بیان کند بطن و باطن آیتہ مذکورہ

چہ مقرر انرا ظہر است و بطن و مر بطن

آزنا بطنی است تا ہفت بطن تا طالبان

حق تعالی صاحب ادب باشند فان

ادب الخدمۃ اعز من الخدمۃ پس گفت

نقولہ اتقوا ربکم الی آخرہ یعنی پس قول

باری تعالی کہ اتقوا ربکم باشد معنی آن

اجعلوا ما ظہر منکم است تا آخر یعنی بگردانید

چیزے را کہ باطن است از شما کہ رب شما

باشد وقایۃ و حافظہ چہ بدرستیکہ

مردے کارے کہ از شما صدور می یابد

کے قصہ سابق میں یہ بات ظاہر کر چکے ہیں کہ آدم ہی وہ

نفس واحد ہے کہ جس سے نوع انسانی نے ظہور پایا

ہے۔ آیت مذکورہ کی ظاہری معنی ظاہر ہیں۔ آیت مذکور

قصہ سابق کے شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ آیت مذکور

کے معنی صاف اور ظاہر ہیں۔ اُس کے بعد شیخ قدس

سرہ آیت مذکورہ کا بطن باطن بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ

قرآن کیلئے ظاہر ہے اور باطن ہے اور اُس کے

باطن کا بھی باطن ہے یہاں تک کہ قرآن کے سات بطن ہیں۔

اسلئے کہ حق تعالی کے طلبگار بندے با ادب ہوں فان

ادب الخدمۃ اعز من الخدمۃ۔ پس شیخ قدس سرہ فرماتے

ہیں اتقوا ربکم الی آخرہ یعنی قول باری تعالیٰ جو کہ اتقوا ربکم

ہے۔ اُس کے معنی اجعلوا ما ظہر منکم تا آخر ہے۔ یعنی اُس چیز

کو جو کہ تمہارا باطن ہے اور وہ تمہارا پروردگار ہے اُسکی

حفاظت کرو۔ یعنی جو کام تم سے صادر ہوتے ہیں وہ محمود و مذکور

مذموم است و مدوح پس نسبت بکنید | (بڑے دیکھنے) صادر ہوتے ہیں برائیوں کو اپنی ظاہر
 دزد قائم ظاہر خود را کہ جسم باشد و نفس کے طرف منسوب کر دو جو کہ تمہارا جسم ہے۔ اور نفس اوس
 دروے منطبع و قایہ رب خود کہ باطن میں منطبع ہے اپنے جسم اور نفس کو اپنے رب کا جو کہ تمہارا
 شما است پس ہر ذمیمہ کہ از شما صادر شود باطن ہے حفاظت کر نیوالا بناؤ۔ یعنی ہر وہ بدی کہ جو تم
 آنرا نسبت بظاہر بکنید و باطن خود را کہ سے صادر ہو اپنے ظاہر کو نسبت دو اور اپنے باطن کو
 رب شما باشد از ذمیمہ و انتساب ذمیمہ جو کہ تمہارا رب ہے برائیوں سے منسوب کرنے میں میرا اور
 محفوظ و میرا درید و بکنید در منہ رکھو اور اچھے اور محمود کام جو تم سے صادر ہوں اُس
 باطن خود را کہ رب شما باشد و قایت میں اپنے رب کو جو کہ تمہارا باطن ہے اپنے ظاہر کا حفاظت
 ظاہر خود پس ہر نیک و حسن کہ از شما کر نیوالا بناؤ پس کل نیکیاں جو تم سے ظاہر ہوں اُس کو
 صادر شود آنرا نسبت باطن و رب خود اپنے باطن کی طرف نسبت دو جو کہ تمہارا رب ہے اور
 بکنید و ظاہر و جسم خود را از ہر حمیدہ و اپنے جسم اور ظاہر کو تمام اچھائیوں سے منسوب
 انتساب آن دور درید و مغرور نشوید کرنے میں دور رکھو اور مغرور نہ ہو کیونکہ اُس
 چہ جسمی کہ منطبع دروے نفس است جسم میں نفس منطبع ہے اور ہر برائی اور نقصان کا
 منبع ہر ذمیمہ و نقصان باشد و محل منبع ہے اور محل تصرفات شیطانی کا ہے۔ اور
 تصرفات شیطانی و از واردات رحمانی و واردات رحمانی سے محروم ہے۔ اور تمہارا باطن
 محروم و باطن منبع الوارائی و خطرات الوارائی و خطرات رحمانی کا منبع ہے۔ پس نیک
 رحمانی است پس نیک و حسن نسبت اور حسن کو اُن کے منبع کی طرف اور بد اور قبیح
 بمنبع آن باید کرد بد و قبیح را بمنبع کو اُس کے منبع کی طرف نسبت دینا چاہئے۔
 آن کل شیء یرجع الی اصلہ و کل شیء یرجع کل شیء لوٹنے والی ہے طرف اپنے اصل کے

الی اللہ الا الی اللہ ترجع الامور پس ادب اور کل شی کوٹنے والی ہے طرف اللہ کے خبردار رہو
 درانت کہ شنودی دیشنوی ق فکونوا اللہ کی طرف سب کام کوٹنے والے ہیں۔ جو کچھ
 وقایہ فی الذم واجعلوا وقایہکم فی الحمد کونوا ہم نے کہا اور تم نے سنا ان سب امور کے پابند
 ادبار عالین لی یعنی پس بشوید شام وقایہ رہو ادب اسی میں ہے۔
 وحافظ رب تعالیٰ در مذموم وانتساب جو مذموم افعال تم سے سرزد ہوں اور صادر ہوں
 دے رب تعالیٰ دیگر دانید باطن و رب اپنے رب کی طرف جو کہ تمہارا باطن ہے انتساب
 راوقایہ وحافظ خود در محمود پس ندیدہ نسبت نہ دو اور تم اُس کے حفاظت کر نیوالے
 وآنرا بخود نسبت نکنید و کثیف را منسوب رہو۔ اور اچھے اعمال جو تم سے ظہور میں آویں
 بسوی لطیف سازید تا یا شید شما از اُس کو اپنے طرف نسبت نہ دو اور لطیف کو
 اہل ادب بارب تعالیٰ و عالم بمراتب کثیف کے طرف منسوب نہ کرو حق تعالیٰ کے ساتھ
 وحفظ مراتب یعنی اگر باشد شما وقایہ ہر حال میں صاحب ادب رہو اور ہر وقت مراتب
 حق تعالیٰ در مذموم وانتساب آن بوی اور حفظ مراتب کو سمجھتے رہو۔ یعنی اگر تم اپنے
 دیگر دانید حق تعالیٰ راوقایہ خود در محمود برائیوں میں حق تعالیٰ کی حفاظت کر نیوالے اور
 وانتساب آن بآن میباشد اہل ادب برائیوں کو اُس کی طرف نہ کر نیوالے اور اچھائیوں
 باحق تعالیٰ وصاحب علم بمراتب وحفظ میں اپنی حفاظت کر نیوالے اور اچھائیوں کو اپنی طرف
 مراتب ق ثم ان اللہ اطلعہ علی ما اودع نسبت نہ دینے والے ہونگے تو تم حق تعالیٰ کیساتھ ادب
 فیہ وجعل ذلک فی قبضینۃ القبضۃ الواحدتہ کر نیوالے ہونگے اور تمہارا شمار اللہ کے نزدیک اہل
 فیہا العالم و فی القبضۃ الاخری آدم و اور صاحب علم اور حفظ مراتب کے جاننے والوں
 نبوہ و بین مراتبم فیہ ل اطلع از اطلاع است میں ہوگا۔ اطلعہ اطلاع سے ہے

بمعنی مطلع اور عالم گردانیدن از باب افعال یعنی
 پستربدستیکہ اللہ تعالیٰ مطلع و واقف گردانید
 آدم را بر چیزیکہ امانت نہادہ شد در آدم و حقیقت
 آن و آل چیز شیونات الہی و اسرار نامتناہی اند
 چنانکہ گفت و علم آدم الاسما رکلماء و گردانیدہ شد
 آنچه نیزیکہ نہادہ شد در آدم در دو قبضہ حق تعالیٰ
 کی صفات جمالیہ و جلالیہ اند یا صفات فاعلیہ
 و قابلیہ در قبضہ واحد عالم شہادت است کہ
 انسان کبیر باشد و در قبضہ دیگر آدم و فرزند او
 کہ انسان صغیر باشد و بیان کرد و امتیاز بخشید
 حق تعالیٰ مراتب ابنار آدم را در آدم کہ ہر یکی از
 دیگرے ظہور و امتیاز یافت چنانکہ گفت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ مسح بیدہ و ظهر آدم
 و آخرج بینہ مثل الذر یا کشف کرد مراتب ابنار
 آدم را در آدم یعنی موجود کرد ہمہ را از آدم و یکی
 را فوق دیگرے ساخت و ممتاز ازوے در
 بعضے نسخہ بجائے و فی القبضۃ الاخری آدم
 و نبوہ یعنی دست دیگر روی آدم است و فرزند ان
 ادق ولما اطلعنی اللہ فی سری علی ما اودع
 بمعنی مطلع اور عالم کرنا باب افعال سے ہے۔ یعنی
 جانو کہ جو چیز آدم میں امانت رکھی گئی تھی اُس کے حقیقت
 سے حق تعالیٰ نے آدم کو مطلع اور واقف کیا اور وہ امانت
 شیونات الہی و اسرار نامتناہی ہیں۔
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و علم آدم الاسما رکلماء
 اور وہ چیز اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یعنی صفات جمالیہ
 و جلالیہ ہیں یا صفات فاعلیہ و قابلیہ ہیں ایک ہاتھ یعنی
 قبضہ واحد عالم شہادت ہے اور وہ عالم شہادت انسان
 کبیر ہے۔ اور دوسرا قبضہ آدم اور اُس کے فرزند ان
 ہیں جو کہ انسان صغیر ہیں اور حق تعالیٰ نے مراتب ابنار
 آدم کو آدم میں بیان کیا اور کشف فرمایا اور امتیاز بخشا
 کہ ہر ایک ایک دوسرے سے ظہور و امتیاز پاتا ہے جیسا
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تحقیق اللہ نے
 اپنے ہاتھ سے پشت آدم کی چھو دیا اور پیدا ہو گئی اسکی ذریت
 مثل چیونٹیوں کے آدم میں مراتب ابنار آدم کو کشف کیا یعنی
 آدم سے سب کو موجود کیا اور ایک کو دوسرے پر فوقیت
 دی اور ایک کو دوسرے سے ممتاز و جدا کیا اور بعضے نسخوں
 میں ذی القبضۃ الاخری آدم و نبوہ واقع ہے۔ اور دوسرا
 ہاتھ آدم میں ہے اور اُس کے فرزندوں میں۔

فی ہذا الامام الوالد اکبر جعلت فی ہذا الكتاب
منہ ما حدی الاما وقت علیہ ل اطلعنی این
قول نیز از باب افعال است بمعنی مذکور
و وقت از توفیق است بتقدیم قاف بر فا
بمعنی واقف گردانیدن صیغہ ماضی است
مر تکلم واحد را مبنی است مرفعولہ یعنی ہر گاہ

مطلع و واقف گردانیدم را خدا تعالی در سر و
باطن من بوجہ خاص کہ در میان من و حق تعالی
باشد بر چیزیکہ امانت نہادہ شد دریں ایام
کہ پیشوای ہمہ باشد و والد بزرگتر از باقی پدر
گردانیدم دریں کتاب کہ فصوص الحکم باشد
و ذکر کردم در وی از امانت مذکور ہماں قدر
کہ معین و محدود کردہ شد برای من کہ بیان
کنیم مردم نہ آن قدرے کہ واقف و مطلع
گردانیدہ شدم بروی دو والد اکبر و روح
محمدی باشد و آدم را کبیر و الد میخوانند
و جائز است کہ وقت از وقوف باشد
بمعنی اطلاع و تواند بود کہ مراد از امام مذکور
آدم صفی باشد کہ والد اکبر است در عالم ناسوت
اکبر ہیں۔

یعنی جس وقت کہ حق تعالی نے میرے سر اور باطن میں
اُس خاص طریقہ سے کہ جو در میان میرے اور حق تعالی
کے ہے مطلع اور واقف کیا اُس چیز پر جو سب کا پیشوا ہے
اور تمام والدوں سے بڑا والد ہے اُس کے اندر جو
امانت رکھی گئی اُس سے مجھ کو اطلاع دی گئی۔ اُس میں
سے میں نے اُسی قدر کہ حسب قدر حق نے میرے واسطے مقرر
اور محدود کر دیا تھا لوگوں پر ظاہر کیا اور اس کتاب
فصوص الحکم میں تحریر کیا کل باتوں کو جس پر مجھے اطلاع کیا گیا
اور والد اکبر روح محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور
آدم کو والد کبیر کہتے ہیں۔ اور جائز ہے کہ وقت از وقوف
سے ہو بمعنی اطلاع۔ اور ہو سکتا ہے کہ امام مذکور سے
مراد آدم صفی اللہ ہوں جو کہ عالم ناسوت والد
اکبر ہیں۔

قی فان ذلک لایبعہ کتاب دلا العالم
الموجود الال ل این قول وجہ است
مرقول اورا کہ لا مادقت علیہ باشد یعنی
چہ بدرستیکہ آن گنجی کہ نمادہ شدہ است
در آن امام دو واقف شدہ ام من برآن
احاطہ نمیکند بدآن بیج کتابی مطول چہ
جائے کتاب فصوص الحکم کہ مختصر است
و نہ عالمی کہ موجود باشد فی الحال چہ کمالات
دشیونات عالم است باز یادتی پس
گنجائش آن نیست کہ عالم کمالات
انسانی را تواند در گرفت قل لو کان
البحر مداد الکلمات ربی لتفد البحر قبل
ان تنفذ کلمات ربی ق فاشہدۃ فی
نودعہ فی ہذا لکتا کما حدی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حکمتہ الہیۃ فی کلمۃ
آدمیۃ و ہو ہذا الباب ل در بعضی نسخہ
شاہدۃ است بجای شہدۃ یعنی پس
چیزیکہ شاہد و حاضر شدم برآں و شاہدہ
نمودم آنرا از آں چیز ہای کہ بطریق امانت

یہ قول وجہ اُس کے قول کی جو کہ مادقت علیہ ہے۔
یعنی سمجھو کہ جو خزانہ خداوندی اُس امام میں جو سب کا
پیشوا ہے رکھا گیا ہے اور اُس خزانہ مذکور سے مجھ کو حق تعالیٰ
نے مطلع فرمایا ہے۔

بڑی بڑی کتاب اُس کا احاطہ نہیں کر سکتی چہ جائیکہ کتاب
فصوص الحکم اُس کا کس طرح احاطہ کر سکتی ہے کہ مختصر ہے
اور یہ عالم جو فی الحال موجود ہے یہ بھی اُس کا احاطہ نہیں
کر سکتا اسلئے کہ کمالات و شیونات انسانی شامل کمالات
دشیونات عالم ہے پس اس امر کی گنجائش نہیں ہے کہ
عالم کمالات و شیونات انسانی کو لے سکے اور احاطہ
کر سکے یعنی کہ و اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر
کل سمندر سیاہی ہو جائے اور آپ کے کلمات
کو لکھنا شروع کر دیں تو سمندر ختم ہو جائے
اور رب کے کلمات کو لکھ سکے اگرچہ اس کے
مدد کے لئے دوسرا سمندر بھی موجود ہو جائے۔
اور بعض نسخوں میں شہدۃ کے بجائے شاہدۃ
واقع ہے یعنی جو چیز کہ میرے حضور میں آئی
اور میں نے اس کو دیکھا۔

ذکر میکنم وہی نہم آنرا دریں کتاب چنانچہ
محدود و معین ساخت مرار رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم حکمتہ الہیہ است کہ
ثابت باشد در کلمہ آدمیہ و در بعضی
نسخہ فص واقع است بالای حکمتہ الہیہ
یعنی اول ازاں اسرار و معارف کہ بطریق
امانت می نہم دریں کتاب لیکن نہ بامینت
ہوا و طبیعت است بلکہ بر طبق عقیدہ
و تعین حضرت قبلہ گاہی است رسالت
پناہی صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ گذشت
در خطبہ حکمتہ الہیہ است در کلمہ آدمیہ
و معنی حکمت الہیہ و کلمہ آدمی بالاکذشت
و اولینہ این حکمتہ از کلمہ شتم کہ بعد ازین
می آید مفہوم می شود ازینجا است کہ در
ذکر و بیان این فص را اول ساخت
و آن مشہود اول ہمیں باب است کہ
گذشت ہمیں زماں و از شرح قیصری
معلوم می شود کہ در نسخہ متن کہ باور سیدہ
است نما است بجائے فہا و بریں تقدیر

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جسقدر کہ محدود
معین کرد یا تھا بطور امانت کے۔ اس کتاب فصوں احکم
میں اس کا ذکر میں کرتا ہوں اور لکھتا ہوں اور وہ
حکمت الہیہ ہے کہ جو کلمہ آدمیہ میں ہے۔ اور بعضی نسخوں
میں پہلے حکمت الہیہ کے فص واقع ہے یعنی سب
سے پہلے اس کتاب فصوں احکم میں جو اسرار و معارف
امانت کے طور پر من لکھتا اور بیان کرتا ہوں وہ اپنے
طبیعت و خواہشات سے نہیں لکھتا بلکہ موافق تجدید
و تعین حضرت قبلہ گاہی رسالت پناہی صلی اللہ
علیہ وسلم لکھتا ہوں۔ جیسا کہ خطبہ میں گذرا کہ حکمتہ
الہیہ کلمہ آدمیہ میں ہے حکمتہ الہیہ اور کلمہ آدمی کے
معنی بھی بیان کئے گئے اور اولیت اس حکمت کی
کلمہ شتم سے کہ بعد اس کے آتا ہے معلوم ہوتی ہے
یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اسی فص کا ذکر
اور بیان کیا اور مشہود اول یہی بات ہے۔ جیسا
کہ اس وقت گذرا۔

اور قیصری کے شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ
متن جو کہ اُن تک پہنچا ہے فیما کے جگہ نما ہے۔

حکمتہ الہیہ مبتدا است و نما خبر آن | ایسی صورت میں حکمت الہیہ مبتدا ہے اور نما
 و در نسخہ اول عکس این و بریں | اُس کی خبر ہے۔ اور اول نسخہ میں اس کے برعکس
 نسخہ من کہ در مما لودعہ باشد | ہے اور اس میرے نسخہ میں مما لودعہ بیانہ ہے
 بیانہ است یعنی حکمتہ الہیہ کہ در کلمہ | یعنی حکمتہ الہیہ جو کہ کلمہ آدمیہ ہے اُس چیز سے
 آدمیہ است بعض آنچه است کہ | تعلق رکھتی ہے کہ جس چیز کو میں نے مشاہدہ کیا
 مشاہدہ نمودہ ام و بطریق امانت ذکرہ | ہے اور اس کتاب فصوص الحکم میں اُس کو رکھا
 میکنم آنرا دریں کتاب و دریں قول | ہے اور ذکرہ کیا ہے۔ اور اس قول میں اشارہ ہے
 اشارہ است کہ حکم و معارف کتاب | کہ حکم و معارف کتاب مذکور کے عارف باللہ
 پیش عارف بطریق امانت اند | کے سامنے بطور امانت کے رکھے گئے ہیں جس کی جس
 پس جز بمقدار ندرت و نیز دریں قول | قدر امانت اور جیسی استعداد ہے لے سکتا ہے کم بیشی
 اشارت است کہ جمیع معارف و حکم | نہیں ہو سکتی اور یہ بھی اس قول میں اشارہ ہے کہ تمامی
 مشہود شیخ اند قدس سرہ العزیز | حکم و معارف اس کتاب فصوص الحکم کے شیخ قدس سرہ کے مشہود ہیں

